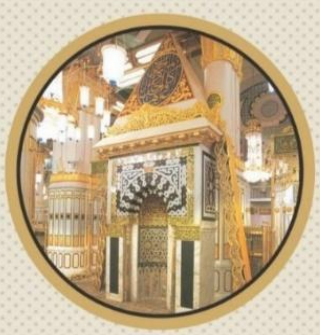
سیرۃ النبی ﷺ پر ایک بہترین اور جامع کتاب

2

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

تالیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری





باب نہم 26

نسب واہل بیت رسول ﷺ 26

فصل اوّل 26

شجرۂ طیبہ 26

[تمہید حصہ اوّل] 26

[تمہید حصہ دوم] 28

[تمہید حصہ سوم] 30

[عدنان] تا حضرت اسماعیل علیہ السلام 37

[حضرت اسماعیلؑ تا حضرت آدمؑ] 40

یسوع مسیح علیہ السّلام کا نسب نامہ 42

حصہ اوّل 43

حصہ دوم 45

حصہ سوم 51

نام کیفیت 51

فصل دوم 53

آدم علیہ السّلام 53

نوح علیہ السّلام 53

[معلّمِ اَلسِنَہ حضرت] سام کا حال 56

[عربی کی محفوظیت] 56

[سامی زبانوں کا باہمی تعلق] 58

حضرت ابراہیم علیہ السّلام 59

اُمّ المسلمین ہاجرہ علیہا السلام 61

کیا حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں؟ 66

سیدنا اسماعیل علیہ السّلام 71

ذبیح اللہ کا لقب 72

عدنان 81

معَدُ 82

مضر..... 84

الیاس..... 84

مُدرکہ..... 85

کنانہ..... 86

فہر..... 87

کعب..... 88

کلاب..... 89

قُصَیّ..... 90

عبدِ مناف..... 93

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ..... 93

[حقوق ذوی القربیٰ]..... 95

تقسیم فَے..... 98

نقشہ احکام تقسیم صدقات وغنیمت وفَے مع آیات قرآنِ مجید..... 99

ہاشم..... 101

ہاشم کی اولاد کا نقشہ 102

عبدالمطلب 103

نقشہ اولاد عبدالمطلب 105

[اعمام النبی ﷺ] 106

حارث عم النبی ﷺ 106

(الف) نوفل بن حارث 106

(ب) عبداللہ بن حارث 107

(ج) ربیعہ بن حارث 107

(د) ابوسفیان مغیرہ بن الحارث 108

ابو طالب عم النبی ﷺ 111

(الف) عقیل بن ابی طالبؓ 111

اولاد عقیل ابن ابی طالب کا شجرۂ نسب 112

(ب) جعفر (طیار) بن ابی طالبؓ 112

(ج) سیدنا علی بن ابی طالبؓ 114

عباس بن علی مرتضیٰؓ 119

عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ 120

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضیٰؓ 120

محمد بن علی مرتضیٰؓ 122

ابو بکر بن علی مرتضیٰؓ 122

(د) ام ہانیؓ دخت ابی طالب 122

(ھ) جمانہؓ دخت ابی طالب 123

حمزہ عم النبی ﷺ 123

ابو لہب عم النبی ﷺ 127

عباسؓ عم النبی ﷺ 128

زبیر عم النبی ﷺ 133

عبداللہ ابن زبیرؓ 134

عمات النبی ﷺ 135

اُم حکیم بیضاء عمۃ النبی ﷺ 135

امیمہ عمۃ النبی ﷺ 135

عاتکہ عمۃ النبی ﷺ 136

صفیہ عمۃ النبی ﷺ 136

بّرہ عمۃ النبی ﷺ 137

اروی عمۃ النبی ﷺ 137

عبداللہ والد النبی ﷺ 138

سیدہ آمنہ ام النبی ﷺ 142

فصل دوم 146

آل النبی ﷺ 146

(الف) ابناء النبی ﷺ 146

۱- قاسمؓ 146

۲- عبداللہؓ 147

۳- ابراہیمؓ 148

جدول کسوف شمس بست و سہ سالہ عہدِ نبوت محمدیہ ﷺ 153

(ب)بنات النبی ﷺ 154

۱-سیدہ زینبؓ 156

۲-سیدہ رقیہؓ 161

۳-سیدہ اُم کلثومؓ 165

۴-سیدۃ نساء العالمین فاطمہؓ 166

مرویّات 172

۱-امام حسنؓ سبط النبی ﷺ 175

اولادِ امام حسنؓ 181

(الف)زید بن حسنؒ (المتوفی ۱۲۰ھ ہجری) 182

(ب)حسن مثنیٰ ابن حسنؓ (المتوفی ۹۷ھ ہجری) 182

۲-امام حسینؓ سبط الرسول ﷺ 184

امام زین العابدینؒ 188

امام باقرؒ 190

امام جعفر صادقؒ 191

امام موسیٰ کاظمؒ 192

امام علی الرضاؒ 192

امام محمد الجوادؒ 193

امام علی النقیؒ 193

امام حسن عسکریؒ 194

باب دہم 195

امہات المؤمنینؓ 195

فصل اول: تعدّدِ ازواج کا جواز 195

(الف) قانونی پہلو 195

(ب) مذہبی پہلو 197

منہاجِ نبوت اور تعدّدِ زوجات 198

حضرت موسیٰؑ پر بے تعداد بیویوں کا جواز 200

حضرت سلیمانؑ کی ایک ہزار عورتیں 202

دیگر انبیاءؑ کی ایک سے زائد بیویاں 202

نبی ﷺ اور کثرتِ زوجات کے مقاصد و فوائد 204

نکاحِ صفیہؓ، ام حبیبہؓ، جویریہؓ و میمونہؓ کا مقصد: امن عامہ 205

نکاحِ زینبؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ کا مقصد: دینی فوائد و مصالح 206

فصل دوم 208

ازواج النبی ﷺ کے فضائل اور ان کا نسب 208

ازواج النبی ﷺ کی فضیلتیں 208

۱-ازواج النبی ﷺ کا خطاب 208

۲-عام عورتوں سے بلند تر مقام 211

۳-تزویج بمنظوریٔ رب العالمین 211

۴-نبی ﷺ ان کی خوشنودی چاہتے تھے 212

۵-نبی ﷺ کی محبت و مودّت کا مرتبہ پانا 213

۶-اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کا عطا کیا جانا 213

۷-ازواج النبی ﷺ کے گھروں کی فضیلت 216

۸-اللہ تعالیٰ کی طرف سے تطہیر کا شرف 217

[۹]-ازواجِ مطہرات کا، اہل بیت میں شامل ہونا..... 218

[۱۰]-امہات المؤمنین ہونے کا شرف 219

ازواجِ مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حُسن سلوک..... 222

امہات المؤمنین کے کام 224

امہات المؤمنین کے مُہور..... 224

ازواج النبی ﷺ کا نسب نامہ 225

فصل سوم..... 227

اُمہاتُ المومنین، ازواج النبی ﷺ کے جداگانہ حالات 227

۱-ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ..... 227

فرزندانِ خدیجۃ الکبریٰؓ..... 231

اقارب..... 232

اولاد النبی ﷺ 234

۲-ام المومنین سودہؓ..... 234

اقارب..... 234

۳-اُمّ المومنین عائشہؓ 235

محبت کا امتحان 240

فضائل 242

خدیجہؓ وعائشہؓ کے فضائل 248

جہاد فی سبیل اللہ 249

امومت امت 253

لغزش 253

مودّت علی وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 254

تعریف وتوصیف بزبان عمارؓ بن یاسر 255

خصوصیات بزبانِ خود 256

اقوالِ عائشہؓ 256

اقارب 257

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح 260

اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 261

اقارب 264

اُم المساکین زینبؓ بنت خزیمہ 265

اُم المومنین ام سلمہؓ (ہند) 265

اقارب 267

ام المومنین زینبؓ بنت جحش 270

اصلاحِ غلامی 271

رسمِ متبنّٰی کی اصلاح 273

تبنّیت کے کڑوے پھل 273

زبانی تبنّیت اسلام میں نہیں 275

محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی دنیا بھر کے لیے نمونہ ہے 275

زیدؓ و زینبؓ کی علیحدگی اور اس کے اثرات 276

جواز تبنّیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی 277

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں؟ 277

اقارب 280

خواہرانِ ام المومنینؓ 286

اُم المومنین جویریہؓ 286

اُم المومنین اُم حبیبہؓ 290

اقارب 293

اُم المومنین صفیہؓ 294

اُم المومنین میمونہؓ 296

نقشہ متعلق حالات تاریخی امہات المومنینؓ 298

باب یازدہم 300

غزوات و سرایا 300

نقشہ غزوات و سرایا 304

غزوات و سرایا کے مقاصد و اسباب 330

۱- محض سفر اور تبلیغ 330

۲-اشتباہ 331

۳-302 یا 395 تعزیراتِ ہند 331

۴-انفرادی قتل 332

۵-واعظین اسلام کا قتل 333

۶-غلط فہمی 334

۷-انہدام بت خانہ 335

لڑائیوں کی تعداد بہت کم ہے 336

غزوات وسرایا کی نوعی تقسیم 336

غزوات وسرایا کی فرقہ وار تقسیم 339

محاربِ اسلام قبائل کا اتحادِ خاندانی 342

۱-قریش کے جدی قبائل 342

۲-معاہداتی اتحاد والے قبائل 343

ان قبائل کی اسلام کے فریق مخالف میں شمولیت 343

آخری شبہ کا ازالہ 349

مہمات نبوی اور موجودہ جنگوں کے فوائد اور نقصانات کا تقابل 351

شہدائے حق کا اعزاز 353

شہدائے بدر رضی اللہ عنہم 354

شہدائے غزوۂ سویق رضی اللہ عنہم 356

شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم 357

مہاجرین 357

الانصار رضی اللہ عنہم 358

تتمہ 366

تنبیہ 366

شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم 366

شہدائے بیر معونہ رضی اللہ عنہم 367

شہید مریسیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ 370

شہدائے خندق رضی اللہ عنہم 370

شہدائے بنو قریظہ رضی اللہ عنہم 371

شہدائے غزوۂ غابہ رضی اللہ عنہم 372

شہدائے ذی القصّہ رضی اللہ عنہم 372

شہید سریہ وادی القریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 372

شہید عرینیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ 372

شہید غزوہ وادی القریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 373

شہدائے خیبر رضی اللہ عنہم 373

[شہید] سریہ خربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 375

[شہید] سریہ ابن ابی العرجاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ 375

شہید اطلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ 376

شہدائے موتہ رضی اللہ عنہم 376

شہدائے مکہ رضی اللہ عنہم 381

شہدائے حنین رضی اللہ عنہم 381

شہدائے طائف رضی اللہ عنہم 382

شہدائے مشاہد مختلفہ رضی اللہ عنہم 383

باب اول 385

کیا قرآن دیگر کتبِ سماویہ سے ماخوذ ہے؟ 385

[کفار کا اعتراض اور اس کا جواب] 385

واقعات انبیاءؑ کے بیان میں قرآن کا امتیاز 386

حضرت آدمؑ کی خطا اور توبہ 386

حضرت آدمؑ کی صفات 387

قائن فرزندِ آدمؑ کا جرمِ عظیم 388

حضرت نوحؑ کے بارے میں تفصیلات 389

وہ تفصیلات جو صرف قرآن میں ہیں 391

قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کے فضائل 392

قرآن کے بیان پر بائبل کا اضافہ 394

حضرت لوطؑ کی تبلیغی مساعی 395

حضرت اسحاقؑ کے ایک واقعے پر قرآن کی خاموشی 396

حضرت یعقوبؑ کے چند واقعات پر قرآن کی خاموشی 396

قرآن میں حضرت یعقوبؑ کا روشن تذکرہ 398

حضرت یوسفؑ کا بیان 399

حضرت موسیٰؑ کے واقعات 403

۱-حضرت موسیٰؑ پر خدا کا غصہ یا پیار؟ 403

۲-اُمّ موسیٰؑ کا تذکرہ 404

۳-حضرت موسیٰؑ کی صفت 405

۴-جادوگروں کا کردار 405

۵-رؤیت خداوندی اور صفات جسمانی 407

حضرت ہارونؑ کا تذکرہ 408

حضرت داؤدؑ کے واقعات 409

بائبل میں حضرت سلیمانؑ کا متضاد کردار 411

قرآن کا روشن تبصرہ 412

حضرت ایوبؑ کا تذکرہ 413

حضرت زکریاؑ کا تذکرہ 414

حضرت یحییٰؑ کا تذکرہ 415

مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کی بزرگی 416

باب دوم..... 417

افضیلتِ سید المرسلین ﷺ..... 417

فصل اوّل: فضائل انبیاء و مرسلین کے جامع..... 417

آدم علیہ السّلام..... 419

ادریس علیہ السّلام..... 423

الیاس علیہ السّلام..... 424

نوح علیہ السّلام..... 425

ہود علیہ السّلام..... 428

صالح علیہ السّلام..... 430

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السّلام..... 431

لوط علیہ السّلام..... 436

اسماعیل علیہ السّلام..... 437

اسحاق علیہ السّلام..... 439

یعقوب علیہ السّلام..... 440

یوسف علیہ السّلام 443

شعیب علیہ السّلام 445

کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام 448

ہارون علیہ السّلام 455

الیسعؑ 460

داؤد علیہ السّلام 461

سلیمان علیہ السّلام 466

یونس علیہ السّلام 469

ایوب علیہ السّلام 471

زکریا علیہ السّلام 474

یحییٰ علیہ السّلام 475

عیسیٰ مسیح السّلام 482

[رسالت مسیحؑ کے دو مقصد] 486

[حضور ﷺ کے اسم مبارک احمد کے دلائل] 487

[حضور ﷺ کے بعد اسم 'احمد، کارواج] 496

[مشاہیر موسوم بہ "احمد"] 496

☆-ائمہ و محدثین(10)..... 497

☆-فقہائے محققین(19)..... 497

☆-عرفائے کاملین(4) 498

☆-وزراء وامراء(6)..... 499

☆-شعراوادبا(13)..... 499

☆-نحویین(2)..... 500

باب دوم..... 501

افضیلتِ سید المرسلین ﷺ..... 501

فصل دوم: حضور ﷺ کے انفرادی فضائل..... 501

باب سوم 513

رحمۃ للعالمین..... 513

قرآن میں عالمین کا ذکر 513

رحمت کا ذکر نبی ﷺ کے لیے 515

رحمۃ للعالمین ہونے کی شرطیں 515

نبی ﷺ کی صفاتِ رحمۃ للعالمینی 516

رحمتِ عامہ کے حامل 517

مرجعِ خلائق پیغمبر 518

مفتوح دشمن سے رواداری 520

بھلائی کی تعلیم 522

عدل وانصاف کی تعلیم 523

میاں بیوی کے حقوق کی تعلیم 524

انسانی جان کی حرمت اور جنگ کے اصول 525

اچھے اخلاق کی تعلیم 529

باب چہارم 532

حُبُّ النبی ﷺ 532

فصل اوّل: محبت کی حقیقت 532

محبت اور عشق میں فرق 532

محبت کی تعریف 533

محبت کے درجات 534

محبت کی بنیاد کمال اصلی 535

فصل دوم 540

حضور ﷺ سے محبت کیوں؟ 540

جُود و سخا کا بیان 540

عدل و انصاف کا بیان 542

نجدت و شجاعت کا بیان 543

تواضع کا بیان 546

حیا کا بیان 548

شفقت و رأفت 549

عفو و کرم 550

زُہد فی الدنیا 554

عام اخلاق..... 557

محبت کے سوا چارہ نہیں 560

صحابہ کرامؓ کا حُبِّ رسول ﷺ..... 560

جذبات محبت کی انتہا..... 565

حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضے..... 570

باب پنجم 574

تحقیق ماہ و سالِ سیرتِ نبوی ﷺ..... 574

۱-سنہ ہجری..... 574

نقشہ غرہ سنین قمری ہجری..... 577

جدول تعداد ایام سالہائے ہجری 580

۲-جولین پیریڈ (دورِ جولیانی) 582

۳-سنہ عبرانی..... 583

۴-نوح یا سنہ طوفان..... 586

۵-کل جُگ 587

۶-سنہ ابراہیمی..... 588

۷-بخت نصری 589

۸-بکرمی قمری شمسی سال..... 590

۹-بکرمی قمری شمسی سال 591

۱۰-بکرمی قمری شمسی سال..... 592

۱۱-عیسوی قدیم..... 594

۱۲-عیسوی جدید..... 594

۱۳-قبطی جدید..... 595

۱۴-جلوس نوشیروانی..... 596

۱۵-عام الفیل 597

قصیدہ 608

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب نہم

نسب واہل بیت رسول ﷺ

فصل اوّل

شجرۂ طیبہ

شجرۂ مبارکہ کو تین حصوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ [مگر پہلے چند ضروری تمہیدات ملاحظہ ہوں:]

[تمہید حصہ اوّل]

حصہ اوّل نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر العمری القرطبیؒ (پیدائش ۳۶۸ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے:

هٰذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ

اس شجرے میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں۔

آبائہ الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہاتہ العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت عبداللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان اُمہات کے آباءاور قبائل کا پتہ بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا، تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلۂ نسب کے اور اُن کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلۂ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو، شاید دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلۂ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اوراق تاریخ میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلے میں نسب کی رفعتِ شان پر نظر ڈالو کہ ددھیال اور ننھیال اور ننھیال اور ننھیال کی ددھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف صرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الآزال میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدمؑ سے لے کر ذاتِ گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہاتہ العظام اور ان کے ددھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر، طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اثیر ہیں۔

[تمہید حصہ دوم]

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اُوپر آتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اس حصے کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ، جیسا کہ ہم [ذیل] میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے۔ کیونکہ ان اصولوں کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں، اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔ ان بزرگواروں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلے کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیلؑ تک منتہی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلۂ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروّج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہامؑ کا نسب نامہ۔ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیحؑ اور داؤدؑ کے درمیان ۲۶ پشتیں اور داؤدؑ و ابراہیمؑ میں ۱۲ پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصۂ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرأت مجھے اس لیے ہوئی کہ كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ مَا فَوْقَ الْعَدْنَانِ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علما نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصے کو بیان کیا ہے: سبائک الذھب للسویدی ص ۱۹ میں ہے:

قَدِ اخْتُلِفَ فِي كَرَاهَةِ رَفْعِ النَّسَبِ مِنْ عَدْنَانَ إِلَى آدَمَ، فَذَهَبَ ابْنُ إِسْحَاقَ وَابْنُ جَرِيرٍ وَغَيْرُهُ إِلَى جَوَازِهِ، وَعَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ.

عدنان سے اوپر آدمؑ تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

کتاب رحلۃ الشافعی مصنّفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعیؒ اور ہارون الرشید کے مکالمہ کے ذکر میں ہے:

فَقَالَ لِي: أَبِنْ لِي عَنْ نَفْسِكَ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: فَلَقَّيْتُ حَتَّى أَلْحَقْتُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطِّينِ.

ہارون الرشید نے کہا: تم اپنی بات بتاؤ۔ میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدمؑ کو مٹی سے جاملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصے کا لکھنا، ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اوّل اوّل یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہٗ کی کتاب 'خطبات احمدیہ' میں دیکھا تھا۔ سر سیدؒ نے اس جگہ کسی کا پتہ نہیں لکھا۔ انھوں نے ارمیا کاتب برخیاؑ اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سیدؒ یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ بعد [میں] مجھے تاریخ ابوالفداء [ابن کثیر] میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری کی کتاب میں ایک روایت کلبی کی ملی جس کی بابت امام طبری نے لکھا ہے کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامے سے متوافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف اَلسنہ کی وجہ سے اختلافِ لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری کی ہے، جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔ پھر مجھے امام ابن سعد کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم، ادود دوم، الیسع، ہمیسیع دوم، سلامان دوم، ثابت، حمل، معد اوّل نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے اُن کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے تھے۔

[تمہید حصہ سوم]

ا- نسب نامۂ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیلؑ سے شروع اور ابوالبشر آدمؑ تک منتہی ہوتا ہے، تورات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی توراتِ متشکل سے لیے گئے ہیں۔

ب- ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی تورات سے لیے گئے ہیں، جو غالباً صحیح ہیں، لیکن تورات میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے، پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں مثلاً غور کرو مندرجہ ذیل بیانات تورات پر۔

آدم ۱۳۰ برس کا تھا جب اس کے ہاں شیث پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۳)

شیث ۱۵۰ برس کا تھا کہ اس سے انوس پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۶)

انوس ۹۰ برس کا تھا کہ اس سے قینان پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۹)

قینان ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے محلل ایل پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۱۲)

محلل ایل ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے یارو پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۱۵)

یارو ۱۶۲ برس کا تھا کہ اس سے حنوک پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۱۸)

حنوک ۶۵ برس کا تھا کہ اس سے متوسلح پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۲۱)

متوسلح ۱۸۷ برس کا تھا کہ اس سے لمِک پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۲۱)

لمِک [۱۸۲] برس کا تھا کہ اس سے نوح پیدا ہوا۔ (پیدائش ۵:۲۸)

نوح [۵۰۰] برس کا تھا کہ اس سے سم پیدا ہوا۔ [پیدائش ۵:۳۲][1]

سم ۱۰۰ برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے ۲ برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔ [پیدائش ۱۱:۱۰]

ارفکسد ۳۵ برس کا تھا کہ اس سے عیر پیدا ہوا۔

عیر ۳۴ برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

فلج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

رعو ۳۲ برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

سروج ۳۰ برس کا تھا کہ اس سے نحور پیدا ہوا۔

نحور ۲۹ برس کا تھا کہ اس سے تارہ پیدا ہوا۔

تارہ ۷۰ برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

---

[1] یہ عبارت کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا [جب] اس سے سم پیدا ہوا، کتاب پیدایش میں نہیں ہے۔ مگر کتاب پیدایش میں یہ ہے کہ نوح ۶۰۰ سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ کہ سم طوفان کے ۲ سال بعد ۱۰۰ برس کا تھا جب ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح ۵۰۲ سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیثؑ نے حضرت نوحؑ کو دیکھا ہو اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ۸۸ سال کی ہو گئی ہو اور حضرت نوحؑ کی زندگی میں حضرت اسماعیلؑ کی عمر دو سال کی ہو۔

حساب کرو کہ حضرت نوحؑ کے طوفان کا زمانہ ۸۶+۲۶۲=۳۴۸ برس کا ہے اور حضرت اسماعیلؑ اپنے باپ کی ۸۶ سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعدازاں مجھے کتاب تاریخ ابوالفداء میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) نے بھی کتاب "فصل" میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔ چونکہ نسب نامہ میں صحتِ اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے، اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرۂ مبارکہ درج کیا جاتا ہے:

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ

حصہ اول

عبداللہ تا عدنان

نمبر شمار	آبائہ الکرام	امہاتہ العظام		امہات کے ددھیال اور ننھیال
.1	عبداللہ	آمنہ	بنت	اب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب (دیکھو سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی) ام: برہ بنت عبد العزیٰ بن عبد الدار بن قصی (دیکھو سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی)
.2	عبدالمطلب	فاطمہ	بنت	اب: عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (دیکھو سلسلہ نمبر 7 آباء نبوی) ام: صخرہ[1] بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ (دیکھو سلسلہ نمبر 7 آباء نبوی)
.3	ہاشم	سلمیٰ	بنت	اب: عمرو بن زید بن لبید۔۔۔ بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ) بن ثعلبہ خزرجی ام: عمیرہ[2] بنت صخر بن حبیب بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار ساکن مدینہ

---

[1] صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصی، نانی کا نام سلمیٰ بنت عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن الحارث بن فہر، پر نانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائکہ بن ظرب تھا۔

[2] عمیرہ کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عبدالاشہل اور نانی کا نام ایشلہ بنت رعورا تھا۔

.4	عبد مناف	عاتکہ	بنت	اب: مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بشہ بن سلیم بن منصور (از نسل سلسلہ نمبر 17، آباء نبوی) ام: مادیہ (عرف صفیہ [1]) بنت حوزہ بن عمرو بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از نسل سلسلہ نمبر 17، آباء نبوی)
.5	قصی	حُبّیٰ	بنت	اب: خلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (الخزاعی) ام: ہند [2] بنت عامر بن الضرب بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)
.6	کلاب	فاطمہ	بنت	اب: سعد بن سیل (جبر) بن عوف بن عامر [الجارود] (كَانَ أَوَّلَ مَنْ بَنَى جِدَارَ الْكَعْبَةِ. فَقِيلَ لَهُ: الْجَارُودُ) ام: ظریفہ [3] بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن جثیم بن کنانہ بن عمرو بن القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ دیکھو سلسلہ نمبر 17، آباء نبوی
.7	مرہ	ہند	بنت	اب: سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک۔ دیکھو سلسلہ نمبر 12، آباء نبوی ام: امامہ [4] بنت عبد مناۃ بن کنانہ۔ دیکھو سلسلہ نمبر 14، آباء نبوی

---

[1] مادیہ کی ماں کا نام رتاش بنت الاسحم اور نانی کا نام کبشہ بنت الرافقی تھا۔

[2] ہند کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مازن (من خزاعۃ) تھا۔

[3] ظریفہ کی ماں کا نام صخرہ بنت عامر تھا۔

[4] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت دودان بن اسد خزیمہ ہے۔

.8	کعب	وحشیہ	بنت	اب: شیبان بن محارب بن فہر۔ دیکھو سلسلہ نمبر 11، آباء نبوی ام: وحشیہ[1] بنت وائل بن قاسط بن ہنب بن اقصی بن صمعی بن جدیلہ	
.9	لوَئی	مادیہ	بنت	اب: کعب بن الیقین (وہو النعمان) بن جسر بن شیع اللہ بن اسد بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: عاتکہ بنت کاہل بن عذرہ	
.10	غالب	عاتکہ	بنت	اب: یخلد بن النضر بن کنانہ۔ دیکھو سلسلہ نمبر 13، آباء نبوی ام: انیسہ[2] بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل	
.11	فہر (الملقب بہ قریش)	لیلیٰ	بنت	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ۔ دیکھو سلسلہ نمبر 16، آباء نبوی ام: سلمیٰ[3] بنت طابخہ بن الیاس، دیکھو سلسلہ نمبر 16، شجرہ ہذا	
.12	مالک	جندلَہ	بنت	اب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام: ہند بنت الطلیم بن مالک بن الحارث (جرہمی)	
.13	نضر	عکرشہ	بنت	اب: عدنان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر۔ دیکھو سلسلہ نمبر 17، آباء ام:---	

---

[1] وحشیہ کی ماں کا نام بادیہ بنت صبیعہ بن ربیعہ بن نزار ہے۔

[2] انیسہ کی ماں کا نام تماضر بنت الحارث اور نانی کا نام رہم بنت کاہل ہے۔

[3] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور نانی کا نام زینب بنت ربیعہ ہے۔

.14	کنانہ	برہ	بنت	اب: مرہ بن اُدبن طابخہ (اخت تمیم بن مر)(طابخہ برادر مدرکہ)۔ نمبر16 ام:۔۔۔۔	
.15	خزیمہ	عوانہ-ہند	بنت	اب: سعد بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ دیکھو سلسلہ نمبر17، آباء ام: وعد بنت الیاس۔ دیکھو سلسلہ نمبر17 آباء	
.16	مدرکہ	سلمیٰ	بنت	اب: اسلم بن الحاف بن قضاعہ ام:۔۔۔	
.17	الیاس	لیلیٰ (خندف)	بنت	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ام: ضِریہ بنت ربیعہ بن نزار۔ دیکھو سلسلہ نمبر19، آباء	
.18	مضر	رباب	بنت	اب: حَیَرہ بن معد۔ دیکھو سلسلہ نمبر20 آباء	
.19	نزار				
.20	معد	معانہ	بنت	اب: جوشم بن جلہمہ بن عمر بن برہ بن جرہم ام: سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)	
.21	عدنان	مَہدَد	بنت	اب: لہم بن جلحب بن جدیس بن جاتر بن ارم ام:۔۔۔	

حصہ دوم

[عدنان] تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت مندرجہ طبری[1]	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
			وأخبرني بعض النَّسَّابِ أَنَّهُ وَجَدَ طَائِفَةً مِنْ عُلَمَاءِ العَرَبِ قَدْ حَفِظَتْ لِمَعَدٍّ أَرْبَعِينَ أَبًا بِالعَرَبِيَّةِ إِلَى إِسْمَاعِيلَ، وَاحْتَجَّتْ لِقَوْلِهِمْ ذَلِكَ بِأَشْعَارِ العَرَبِ، وَأَنَّهُ قَابَلَ بِمَا قَالُوا مِنْ ذَلِكَ أَهْلُ الْكُتُبِ، فَوَجَدَ الْعَدَدُ مُتَّفِقًا وَاللَّفْظُ مُخْتَلِفًا، وَأَمْلَى ذَلِكَ عَلَيَّ، فَكَتَبْتُهُ عَنْهُ.(جلد ثانی ص:193)
.22	ادو	ادو	
.23	ہمیسیع	ہمیسیع	
.24	سلامان	سلامان	ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
.25	عوص	عوص	منجر اور نبیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
.26	بوز	یوز	اس کو ثعلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی کی جانب منسوب ہے۔
.27	قموال	قموال	اس کو یوز اور عشر الغناء بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ، عرب میں اسی نے نکالی
.28	أُبَيّ	أُبَيّ	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں۔ رسم رجبیہ اسی نے نکالی۔

---

[1] حَدَّثَنِي الْحَارِثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: وَكَانَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ تَدْمُرَ يُكْنَى أَبَا يَعْقُوبَ، مِنْ مُسْلِمَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَدْ قَرَأَ مِنْ كُتُبِهِمْ وَتَعَلَّمَ عِلْمًا، فَذَكَرَ أَنَّ بَرُوخَا بْنَ تَارِيَا، كَاتِبَ أَرْمِيَاهُ، أَثْبَتَ نَسَبَ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ عِنْدَهُ، وَوَصَفَهُ فِي كُتُبِهِ، وَأَنَّهُ مَعْرُوفٌ عِنْدَ أَحْبَارِ أَهْلِ الْكِتَابِ، مُثْبَتٌ فِي أَسْفَارِهِمْ، وَهُوَ مُقَارِبٌ لِهَذِهِ الْأَسْمَاءِ مَا رَوَى عَنِ الْكَلْبِيِّ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ، أَذْكُرُهُ مِنْ بَعْدُ، وَلَعَلَّ خِلَافَ مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قِبَلِ الْأَلْسِنَةِ، لِأَنَّ هَذِهِ الْأَسْمَاءَ مُتَرْجَمَةٌ مِنَ الْعِبْرَانِيَّةِ. الطَّبَرِی، ج۱، ص۱۹۳، مَطْبَعَةُ الْحُسَيْنِيَّةِ الْمِصْرِيَّةِ.

.29	عوام	عوّام	قموال اور بریح الناحب بھی اسے کہتے ہیں۔ كَانَ فِي زَمَنِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.
.30	ناشد	ناشد	محلم ذوالعین اسی کالقب ہے۔
.31	حزا	حزا	ھوالعوّام
.32	بلداس	بلداس	اسے محتمل بھی کہتے ہیں۔
.33	یدلاف	تدلاف	رائمہ اسی کالقب ہے۔
.34	طانخ	طانخ	اسی طاہب بھی کہتے ہیں۔عیقان اسی کالقب ہے۔
.35	جاحم	جاحم	اس کالقب علتہ ہے۔
.36	ناحش	ناحش	اس کالقب علتہ ہے۔
.37	ماخی	ماخی	اس کواہل عرب الظَّرِيبُ خَاتَمُ النَّارِ کہاکرتے تھے۔
.38	عیفی	عیفی	اس کوعافی اور عبقرابوالجن کہتے ہیں۔جنت عبقراسی کی جانب منسوب ہے۔
.39	عبقر	عبقر	اس کوابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔جامع الشمل لقب اس لیے ہواکہ اس کے عہد میں امن کامل تھا۔راستے بے خطر جاری تھے۔
.40	عبید	عبید	اس کواسماعیل ذوالمطانخ کہتے ہیں۔ذوالمطانخ اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے۔
.41	الدعا	الدعا	اس کوتیران الطعان کہتے ہیں۔پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
.42	حمدان	حمدان	اسی کواسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں۔اعوج اس کے گھوڑے کانام تھا۔اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے۔
.43	سَنْبَر	سنبر	اسے بشمین اور مطعم فی المحل بھی کہتے ہیں۔اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
.44	یثربی	یثربی	یثرم اور طمح بھی اسی کالقب ہے۔

.45	یخزن	نخزن	نخزن نام اور تسور لقب ہے۔
.46	یلحن	یلجن	یلجن نام اور عنود لقب ہے۔
.47	ارعویٰ	ارعویٰ	ارعویٰ نام اور دعدع لقب ہے۔
.48	عیفی	عیفی	عاقر لقب ہے۔
.49	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزاعیہ ہے۔
.50	عیصر	عیصر	اسی کو عاصر اور یندوان ذوالاندیہ [بھی کہتے ہیں۔] اسی کے عہد میں نبیت اور جادان فرزندان قادر و میں جنگ ہوئی۔
.51	اقناد	اقناد	اقناد نام، ایاہمہ لقب ہے۔
.52	ایہام	ایہام	یہامیٰ نام، دوس القق اور اجمل الخلق لقب ہیں۔
.53	مقصر	مقصر	مقاصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
.54	ناحث	ناحث	---
.55	زارح	زارح	قمیر لقب ہے۔
.56	سمی	شمی	سمانام، المحشر لقب ہے۔
.57	مزی	مزی	ہرمز بھی اسی کو کہتے ہیں۔
.58	عوض	عوص	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
.59	عرام	عرام	---
.60	قیدار	قیدار[1]	---

[1] -قیدار کی بیوی کا نام عاضرہ تھا جو قبیلہ جرہم سے تھیں۔

[حضرت اسماعیلؑ تا حضرت آدمؑ]

حصہ سوم

[حضرت اسماعیلؑ تا حضرت آدمؑ]

نمبر شمار	نام	عمر
.61	اسماعیلؑ[1]	731سال کی عمر پائی۔
.62	ابراہیمؑ	571سال
.63	تارہ(آذر)	502سال
.64	ناحور	951سال
.65	سروج	232سال
.66	رعو	932سال
.67	فالج	932سال
.68	عابر	460سال
.69	ارفکشاد	834سال
.70	سام	206سال
.71	نوحؑ	950سال
.72	لامک	777سال

[1] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

.73	متوشائح	969سال
.74	اخنون ادریسؑ	563سال
.75	یارو	269سال
.76	ململ ایل	598سال
.77	قینان	910سال
.78	آنوش	509سال
.79	شیثؑ	219سال
.80	آدمؑ	930سال

یسوع مسیح علیہ السّلام کا نسب نامہ

نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اناجیل متی ولوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیحؑ کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کر دیں۔ آغاز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیحؑ کے نسب کو حضرت داؤدؑ تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (۸) باب (۴۸) درس سے ثابت ہے کہ یہودانِ ہم عصر، حضرت مسیحؑ کے اس مسلّمہ شرف کا بھی انکار کیا کرتے اور آنجناب کو نسلِ سامری[1] سے بتایا کرتے تھے۔ اس نسب نامہ کو ہم تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔

---

[1] سامری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلے میں حضرت داؤدؑ کا نام نہیں آسکتا۔

حصہ اوّل

ازیوسف (شوہر مریم[1]) تازرُّو بابل

انجیل لوقا	انجیل متی
یوسف	یوسف
ہیلی	یعقوب
متھات	متھان
لیوی	---
ملخی	---
نیا	---
یوسف	---
متھاتیاس	---
آموس	---
ناؤم	---
اسلی	---
نگمئی	---
ماحتہ	العرز

[1] یہ انجیل کا لفظ ہے۔

متھاتھیاس	الیود
سمعی	اخیم
یوسف	صدوق
یورا	عازور
یوحنا	الیاقیم
ایصا	ابیود
زرّوبابل	زرّوبابل
میزان:20	میزان:11

لوقا نے یوسف سے زرّوبابل تک ۲۰ نسلیں اور متی نے ۱۱ نسلیں درج کی ہیں۔ دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماء (یوسف اور زروبابل کے سوا) ذرّہ برابر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔

ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا ہے کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا، یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن وشوہر کے نسب ناموں میں امتدادِ زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں ۹ نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت افزا ہے۔

لوقا کا نسب نامہ ایصا بن زرّوبابل پر اور متی کا نسب نامہ ابیود بن زروبابل پر ختم ہوتا ہے اور ازراہِ قیاس ممکن ہے کہ یوسف و مریم زرّوبابل کے دو فرزند ایصاؔ اور ابیودؔ کی نسل میں سے ہوں، لیکن اب یہ ضرور تحقیق طلب ہوگا کہ زرّوبابل کے فرزندوں میں سے ایصاؔ اور ابیودؔ نام کے

فرزند تھے بھی؟ تواریخ ۲۰-۱۹:۳ میں ہم کو زرّوبابل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے، مگر افسوس ہے کہ ان میں ایصااور ابیود کسی کا بھی نام نہیں۔

لوقااور متی نے بالاتفاق زروبابل کو سیالتی ایل کا بیٹا لکھا ہے، مگر تواریخ ۱۹-۱۸:۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ زرّوبابل توخدایاہ کا بیٹااور سیالتی ایل کا برادرزادہ تھا۔

حصہ دوم

[یہ حصہ] سیالتی ایل سے داؤدؑ تک ہے اور چونکہ سیالتی ایل کا نسب نامہ بائبل (تورات) میں بھی موجود ہے، اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھادیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا وانجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (تورات) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہوجائے گا۔

لوقا	متی	بائبل (تواریخ، باب 3)
سلاتی ایل	سلت ایل	سیالتی ایل
نیری	یکونیاہ	یکونیا (کیمنیا)
ملکی	---	---
ادی	---	یہودی قیم
قوسام	یوسیاہ	یوسیاہ (یوشیّا)
المودام	آمون	آمون

عیر	منسی	منسی
یوسس	خرقیاہ	خرقیاہ(خرقیّاہ)
العزر	آخز	آخز
یویم	یوتام	---
متھتات	عزیاہ	عزریاہ(عزیا)
لیوی	---	امصیاہ
سمعون	---	یوآس
یہوداہ	---	خزیاہ(آخزیا)
یوسف	یورام	یہورام
یونان	یہوسفط	یہوسفط(یہوشافاط)
اینیاقیم	آسا	اسا
ملیا	ابیاہ	ابیا(اُمیّا)
مینان	---	---
متھتا	رحبعام	رحبعام
ناتن	سلیمان	سلیمان
داؤد	داؤد	داؤد
میزان:22	میزان:16	میزان:19

سلاتی ایل تاداؤدؑ، لوقا نے بائیس نسلیں، متی نے سولہ نسلیں اور بائیبل نے انیس نسلیں شمار کی ہیں۔

لوقا تو سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائیبل سلاتی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر تواریخ ۳ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: سیمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان۔ یہ چار عمی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔

لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاتی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اوّل میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہہ گھڑلی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زروبابل میں آکر جمع ہوگئے۔ اب سلاتی ایل شخصِ واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ سلاتی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی۔ ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیحؑ کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاتی ایل کا نسب نامہ سلیمان بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیحؑ کے اجداد شاہانِ تخت نشین ثابت ہو جائیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔

ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہِ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب ۱-تواریخ، ۳ باب سے ہوتی ہے مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ (لوقا ۱:۳)

یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارے میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔

ذرا نسب نامہ پر غور فرمایئے کہ متی نے یوسیاہ اور یکونیاہ کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائبل کی کتاب ۲-تواریخ،۳۶:۵ میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاقیم بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاقیم کا شاہی نام یہویقیم تھا۔اس کے بعد آپ کو ۱-تواریخ،۳:۱۶ سے پتہ لگ جائے گا کہ یکونیاہ یہویقیم کا فرزند تھا نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔

متی ۱:۹ میں ہے: ''اور غریاہ سے یونام پیدا ہوا۔''، ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یونام غریاہ کا صلبی فرزند تھا، جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے، لیکن بائبل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ''یورام یا یہورام سے خزیاہ پیدا ہوا، خزیاہ سے یوآس پیدا ہوا، یوآس سے امصیاہ پیدا ہوا، امصیاہ سے عریاہ پیدا ہوا۔''

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلایا کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔

بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ خزیاہ اور یوآس اور امصیاہ کے نام ترک کر دیے تھے، کیونکہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے بُرے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامے میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیا فی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ تواریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں:

خزیاہ: وہ بھی اخی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔ (۲-تواریخ ۳:۲۲)

یوآس : خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔ (۲- تواریخ ۱۸:۲۴)

امصیاہ: جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں۔ (۲- تواریخ ۲:۲۵)

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ خزیاہ اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاہ اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت بھی ایسے ریمارک یا اس سے سخت تر ریمارک موجود ہیں؟ آخز کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے:

''اس نے یعلیم کے ڈھائے ہوئے بت بھی بنائے۔'، (۲-تواریخ ۲۸:۲)

اُموں کی بابت ہے:

''جو خداوند کی نظر میں بُرا ہے سو اُس نے کیا۔'، (۲-تواریخ ۲۲:۳۳)

منسّی کی بابت ہے:

''جو خداوند کی نظر میں بُرا ہے اُس نے کیا۔ ان قوموں کے نفرتی کام کیے۔'، (۲-تواریخ ۲۰:۳۳)

رحبعام کی بابت ہے:

''اس نے اور اس کے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا۔''[۲-تواریخ ۱۲:۱]

یہ تمام سندات بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں۔

حصہ سوم

حضرت داؤدؑ سے اُوپر حضرت آدمؑ تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیحؑ کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤدؑ کا نسب نامہ تو اِسی قدر ہے جہاں تک داؤدؑ کے ساتھ آکر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہو گا وہ داؤدؑ کا نسب نامہ ہو گا اور داؤدؑ کے نسب نامہ مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیمؑ سے لے کر آدمؑ تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ تاہم حضرت داؤدؑ سے حضرت ابراہیمؑ تک نسب نامہ مزید تیمّن و تبرّک کے طور پر درج کیا جاتا ہے:

نام کیفیت

داؤدؑ: ۴۰ سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ ۴۰ سال سلطنت کے بعد ۱۰۱۵ قبل مسیحؑ رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت ۹۴۵ سال قبل مسیح تھی۔

یَسَّی۔

عوبید۔

بوعزؑ: ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب رُوت بائبل میں شامل ہے۔

سلمون: ہمراہیان موسٰیؑ میں سے حضرت یوشعؑ کے ساتھ یہی داخل ارضِ مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔

نحسون: نحسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے۔ اسی نے حضرت موسٰیؑ کے حکم سے بیابانِ سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے

۱۴ ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگجو اشخاص کی تعداد جو چوبیس سال سے اُوپر تھے چوہتّر ہزار چھ سو تھی۔ (گنتی باب ۱، درس ۱تا۲۷) یہ واقعہ ۱۴۹۰ قبل مسیح تھا۔

عمیداب: عربی تلفظ (عَمِّنِیاداب) ہے۔

آرام: عربی تلفظ ارام

حصروم: عربی تلفظ حَضْرُوْمَن

پھارس: عربی تلفظ فارِص والد کا نام تمر ہے، جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے۔

یہوداہ: عربی تلفظ یہودا

یعقوبؑ

اسحاقؑ

ابراہیمؑ ان کا ذکر مبارک نبی ﷺ کے شجرہ میں ہے۔

فصل دوم

شجرہ عالیہ نبویہ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

آدم علیہ السّلام

نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے ۹۳۰ سال کی عمر پائی۔ شیثؑ (سیت) جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدمؑ کی عمر ۱۳۰ سال کی تھی۔ (پیدائش ۵-۴:۶)

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کی پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کے تعین کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، ابوالقاسم بلخی وابن قتیبہ وابو مسلم اصفہانی کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے اسے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ یہ جنت جنتِ خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اُسے جنتِ خلد ہی بتایا ہے۔ (ملخصاً از ہدایۃ السائل، نواب صدیق حسن خان مرحوم)

نوح علیہ السّلام

ربّ العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوحؑ کی عمر ۶۰۰ سال کی تھی جب طوفان آیا۔ یعنی عمر نوحؑ سے ۶۰۰ کے دوسرے مہینے کی ۱۷ تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن چالیس رات تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اُچھلتا رہا۔ جو کشتی حضرت نوحؑ نے بنائی تھی اُس کا طول ۲۰۰ ہاتھ، عرض ۵۰ ہاتھ، بلندی ۳۰ ہاتھ تھی اور اس

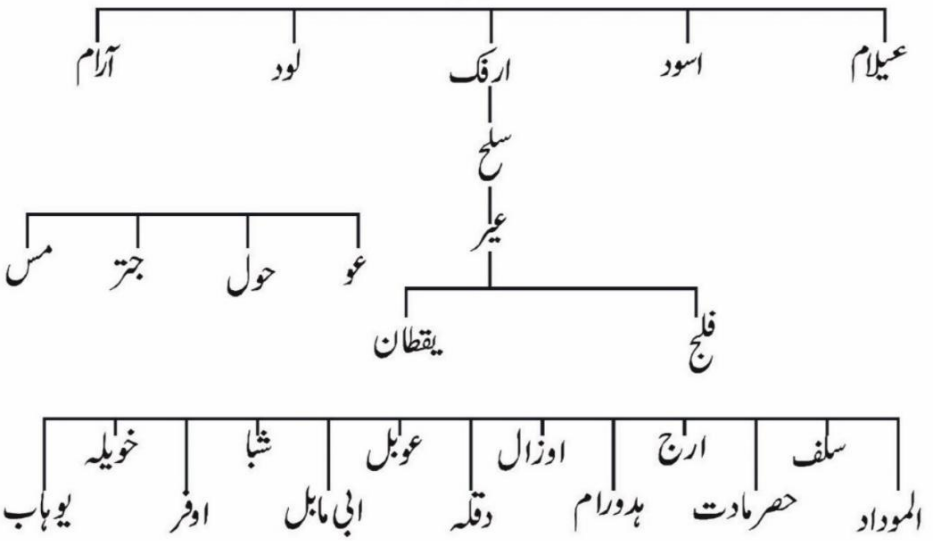
کے اندر تین طبقے تھے۔ ۱۵۰ دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوااور ۶۰۱ عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی ۲۷ تاریخ کو حضرت نوحؑ نے زمین پر قدم رکھااور بعد طوفان ۳۵۰ سال تک زندہ رہے۔(از کتاب پیدائش ملخصاً)

تاریخ اسلام میں حضرت نوحؑ کو آدمِ ثانی بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:

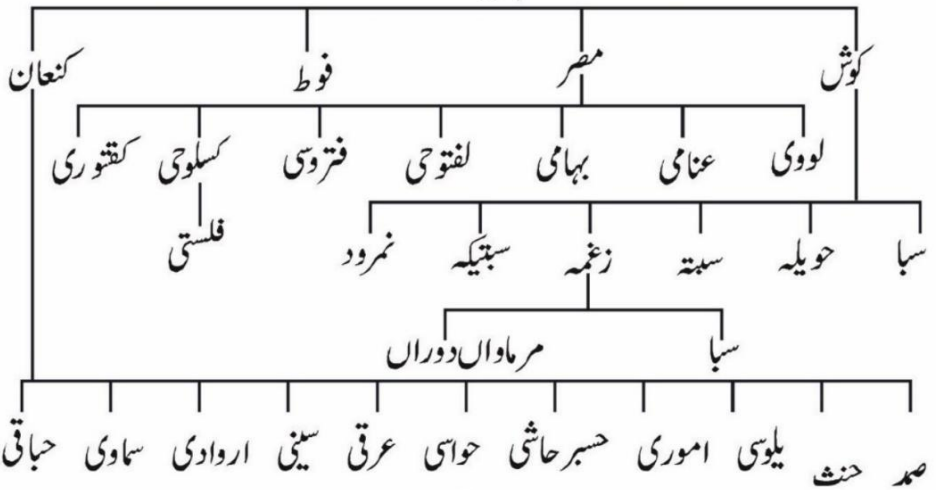
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ الصافات۷۷:۳۷ ہم نے نوحؑ ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔

حضرت نوحؑ کے تین فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔ حضرت نوحؑ کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

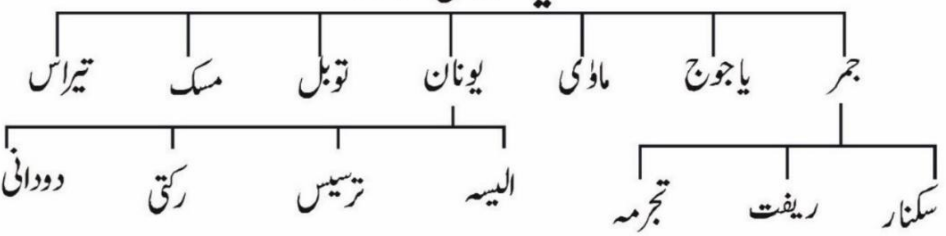
سام کی اولاد



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



[معلّمِ اَلسِنَہ حضرت] سام کا حال

سام (یاسم) حضرت نوحؑ کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوحؑ کی ۵۰۲ سال کی عمر تھی جب اُن کے مشکوئے نبوت میں یہ اوّلین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام اُن تمام اقوام کے پدر اور جملہ اَلسِنَہ کے معلّم نخستیں ہیں، جن کا نام یورپین مؤرخین نے سیمی ٹیک رکھ دیا ہے۔ تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، ارمیک، اسیرین، انتھی اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی اَلسِنَہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزائن علمی سے مالامال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخ سپرنیچر اور سکرید راپنے قدماء کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا میں مکہ کو اُمّ القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد اُن مؤرخین کی اس محققانہ جد وجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہوگئی ہے کہ قدیم تر زمانے میں کچھ قومیں ریگستانِ عرب سے نکل کر اُس کے گرد ونواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں سیمی ٹک کیریکٹر (سامی عادات واطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیوں کہ اُن کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

[عربی کی محفوظیت]

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی، جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں میشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشدوویوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی اپنی اصل حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے ارمیک بن گئی۔ جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی اَلسِنَہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقفیت اہل علم کو صرف ان کتبات سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیحؑ کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اِس قدر حجاب نسیان میں آچکی ہے کہ ان کتبات کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

اَرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگاہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ اِرَم جو قرآن میں بکسر اوّل و فتح ثانی اور تورات میں بفتحتین مستعمل ہوا ہے، اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان نیستی کے پردے میں پنہاں ہے۔

سامر کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی و عبرانی اور ارمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اسی لیے اوّل تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی دوسرے اب اس زبان کا تلفظ یا لغت بتانے سے کل دنیا گونگی ہے۔

سریک یا اڈیسن زبان اُن عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اُڈیسہ تھا، مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سامؑ کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے اور شام اور عراق و مصر اور فلسطین اور مراکو اور تیونس اب تک اس کے زیر نگیں ہیں اور اوکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیر گاہیں ہیں۔

[سامی زبانوں کا باہمی تعلق]

سامی زبانیں جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں، وہ یہ ہیں:

الف: سہ حرفی مصادر کا پایا جانا۔

ب: اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔

ج: اسماء ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔

د: تراکیب نحوی میں مشابہت۔

ہ: فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صَرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا، اور علمِ ادب کا دانا ہے اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ اُمور میں زبان عربی کیسی مکمل، مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبانِ عربی ہی ان تمام اَلسِنَہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی متمدّن

حصۂ عالم پر کبھی پائی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام اُن ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدرِ بزرگوار ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

سیدنا ابراہیمؑ ۷۵ سال کے تھے جب خدا کے حکم سے اپنی زادبوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقے میں پہنچے۔ سری [سارہ] زوجہ اور لوط برادر زادہ ساتھ تھے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور خدا کا قہر اُس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ پھر کنعان واپس آئے، تب لوطؑ ان سے جدا ہو کر دریائے یرون کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدر لاعمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ پادشاہ صدوم اور اس کے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتح یاب ہو کر حضرت لوطؑ کو بھی مع اُن کے عُمال کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ اطلاع ہوئی تو انھوں نے حوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے اُن کا تعاقب کیا اور لوطؑ کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ان کی واپسی پر صدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق[1] جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیمؑ کو ملے۔ حضرت ابراہیمؑ نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا

---

[1] ملک صدق کے متعلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پولوس عبرانیوں کا خط باب ۷ میں لکھتا ہے: یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر۔ ہمیشہ کا کاہن ہی رہتا ہے۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہ بتاتے ہیں۔

اور باقی سب مال بادشاہ صدوم کو واپس کر دیا۔ خود مالِ غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ اقوام انیر واسکال اور ہمری کے جو جنگجو لوگ ساتھ تھے اُن کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیلؑ جب پیدا ہوئے، اُس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال تھی۔[1] جب حضرت ابراہیم کی عمر ۹۹ سال کی ہوئی، تب خدا نے اُن سے رؤیا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ ۸ دن کا ہو، ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان خدا کے عہد کا اس کی نسل میں ہو گا۔ (پیدائش-۹:۱۷ ۱۵)

حضرت ابراہیمؑ ۹۹ سال کے تھے اور حضرت اسماعیلؑ ۱۳ سال کے جب اُن کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیمؑ قادس اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضے میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیمؑ کی عزت کی۔

حضرت ابراہیمؑ ایک سو سال کے تھے جب حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ پھر ابی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیمؑ سے معاہدۂ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیمؑ دیر تک فلسطیوں کے ملک میں رہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاق کی شادی ربقہ سے کی، جو ان کے بھائی نحور کی پوتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ۱۷۵ سال کے بعد انتقال فرمایا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری میں ۸۰ سال

[2] ۱۳۔ س ۸:۲۵۔ وہ مکفیلہ کے مغارہ میں جو ممرے کے آگے ہے، دفن کیے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی کنیت ابو محمد بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد انھی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے۔ اُن کی ذرّیت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ [العنکبوت۲۹: ۲۷] ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیمؑ ہی کی ذریت میں کر دیا۔

اس لیے حضرت ابراہیمؑ کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔ ان کے احوالِ مبارکہ آئندہ ابواب میں مذکور ہیں۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

اُمّ المسلمین ہاجرہ علیہا السلام [1]

سیدہ ہاجرہ بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

کبیرۂ مصر

زوج خلیل الرحمن ابراہیم صلوات اللہ علیہما والسلام

محدَّثۂ ملائک [2]

---

[1] سورۂ حج میں ہے: مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ [الحج۲۲:۷۸] اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ کے لیے استنباط کیا گیا ہے۔

[2] مُحَدَّثٌ بفتح دال اسے کہتے ہیں جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہؑ کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، تورات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس لیے ان کو محدَّثہ لکھا گیا ہے۔

والدۂ اسماعیلؑ

اُم العرب المستعربہ

بانیہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ

جدۃ النبی ﷺ ہیں۔

ان کا نام عبرانی میں (ہاغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سارہ کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ کو سارہ کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا۔ یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ اور حضرت ابراہیمؑ کو بادشاہ کے ظلم سے اُٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آکر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔[1]

سیدہ ہاجرہؑ کو سیدہ سارہؑ نے خود حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں دیا تھا۔ وہ نکاح سے پہلے ہی سال میں بارور ہوئیں۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آکر سیدہ ہاجرہ کو بشارت دی کہ وہ بیٹا جنے گی اور اُس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتادیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائے گی۔[2]

---

[1] یسعیاہ نبی کی کتاب، باب ۵۴ کے درس اول حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں: ''بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد خصم والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔''

[2] پیدایش [۱۶:۱۱]

ربّ العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنواسماعیلؑ کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے۔ اُس کی تقریب یہ ہوگئی کہ ہاجرہؑ کے حاملہ ہوتے ہی سارہؑ کی محبت اُس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہؑ اُسے حقیر سمجھتی ہے، خود اس کی تحقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہؑ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنواسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا۔ یہ مصلحت ابراہیمؑ کو وحی ربانی نے سمجھادی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوٹے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے: رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ [ابراھیم ۱۴:۳۷] اے رب! میں اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں، آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔

صحیح بخاری میں ہے: لَیۡسَ بِمَکَّۃَ یَوۡمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَیۡسَ بِھَا مَآءٌ۔[1] (مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔) جب حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہؑ کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں: اِلٰی مَنۡ تَتۡرُکُنَا؟ قَالَ: اِلَی اللّٰہِ۔ قَالَتۡ رَضِیۡتُ بِاللّٰہِ[2]

---

[1] بخاری، عن ابن عباس، کتاب الانبیاء، [باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۴]۔

[2] بخاری، عن ابن عباس، کتاب الانبیاء، [باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۴۔ بخاری میں مکالمے کے الفاظ یہ ہیں: فَقَالَتۡ: یَا إِبۡرَاهِیمُ أَیۡنَ تَذۡهَبُ وَتَتۡرُکُنَا بِهٰذَا الۡوَادِی الَّذِی لَیۡسَ فِیهِ إِنۡسٌ وَلَا شَیۡءٌ؟ فَقَالَتۡ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا یَلۡتَفِتُ إِلَیۡهَا. فَقَالَتۡ لَهُ: آللّٰهُ الَّذِی أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمۡ. قَالَتۡ: إِذًا لَا یُضَیِّعُنَا. حضرت ہاجرہؑ نے کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جارہے ہیں اور ہمیں اس وادی میں چھوڑ رہے ہیں جس میں نہ انسان ہے، نہ کچھ اور؟ یہ بات اس نے کئی بار کہی مگر ابراہیم علیہ السلام اس کی طرف مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ آخر کار وہ

ہاجرہؑ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟

حضرت ابراہیمؑ: خدا کے پاس۔

حضرت ہاجرہؑ: میں خدا پر راضی ہوں۔

تورات کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہؑ کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسماعیلؑ پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہؑ خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیلؑ کی نسل کی کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور اُن کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔ (پیدائش، ۱۵:۲۱-۱۹)

صحیح بخاری میں ہے: فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَإِذَا جِبْرِيلُ وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ۔[1] ہاجرہ نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا: اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ۔ جبریل آ گئے۔ انھوں نے زمین پر ایڑی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔ صحیح بخاری اور تورات کی اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہؑ [کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر اُن سے بات کرتا اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اہلِ کتاب ان فضائل سے

خود کہنے لگی کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ (مدوّن)

[1] [بخاری کتاب الانبیاء، باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۵]

آنکھیں بند کر لیتے اور سیدہ ہاجرہؑ کے درجے کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعونِ مصر نے حضرت ہاجرہؑ کو حضرت سارہؑ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ صحیح بخاری کتاب الہبۃ میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ بِسَارَةَ، فَأَعْطَوْهَا آجَرَ (هَاجَرَةَ)، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ (عَزَّ وَجَلَّ) كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً. وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ.[1] ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابراہیمؑ و سارہؑ ہجرت کر کے گئے تھے وہاں سارہؑ کو ہاجرہؑ ہبہ میں ملی اور سارہؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے آکر کہا: آپ کو خبر ہے کہ خدا نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی خدمت کے لیے دی۔ ابن سیرینؒ نے ابوہریرہؓ سے انھوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ (شاہِ مصر نے) ہاجرہؑ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔[2]

---

[1] [بخاری كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا، باب ۳۴، حدیث ۲۴۹۲]۔ حدیث شریف کا لفظ فَأَخْدَمَهَا عبرانی لفظ شفحۃ کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا۔ شفحۃ کا ترجمہ خادمہ ہے۔

[2] صحیح بخاری، عن ابن عباسؓ، کتاب الانبیاء۔ [اس حوالے سے متعلقہ عبارت محولہ بالا روایت میں مذکور ہے۔ یہ حوالہ کذبات ثلاثہ کی مشہور روایت کا ہے۔ اس میں بھی فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ کے الفاظ موجود ہیں، مگر یہ ابن سیرین کی روایت نہیں ہے۔ (مدوّن)]

کیا حضرت ہاجرہ لونڈی تھیں؟

مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہؓ لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراۃ ربیّ شلوموا سحاق نے کتاب پیدائش باب ۱۶ کی تفسیر میں حضرت ہاجرہؑ کی بابت مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کیے ہیں: ابث بزعه هابثا كثّر انسيّم شِغشُّوا ساره اموا طاب شِتّهَا بيّيْ شفحه بيت زِه ولو كبيره بيت اخير۔[1] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اُس نے کرامات کو دیکھا جو بوجہ سارہؑ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اُس کے گھر میں خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (۱) ہاجرہ شاہِ مصر کی دختر تھیں۔(۲) شاہِ مصر پر حضرت سارہؑ کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اُس نے اپنی بیٹی کو بطورِ خادمہ اُن کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔ مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمن علیہ السّلام کے گھر میں ہوئی۔

ربیّ شلوموفسر توراۃ کی مندرجۂ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس قدر ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لونڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں:

---

[1] براهين باهرة فی حرية هاجرة، مولوی غلام رسول چڑیا کوٹی

[شیبوت حرب:] وہ لونڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں ان کو 'شیبوت حرب، بولا جاتا ہے۔

[مقنت کسف:] وہ لونڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو 'مقنت کسف، بولا جاتا ہے۔

[یلید بایث:] ایسے بچے جو لونڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں ان کو 'یلید بایث، بولا جاتا ہے۔

اب تمام تورات کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہؑ کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت ہاجرہؑ کو حضرت سارہؑ نے (اَمَتِیْ) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ اَمَۃ کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لونڈی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہو گی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اُسے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعونِ مصر نے حضرت ہاجرہؑ کو حضرت سارہؑ کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ ممکن ہے کہ ہمارے [اہل کتاب] دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہؑ کے لونڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہٰذا مناسب ہے کہ وہ اوّل کتاب پیدائش کے باب ۳۰ کو پڑھ جائیں۔

۱- حضرت یعقوب کی بیوی مسماۃ لیاہ کی لونڈی کا نام زِلفہ ہے اور مسماۃ زِلفہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان سمی جد و آشر کی والدہ ہے۔

۲- حضرت یعقوبؑ کی بیوی مسماۃ راحیل کی لونڈی کا نام بلہہ ہے اور مسماۃ بلہہ حضرت یعقوبؑ کے فرزندان سمی دان و مسمّٰی نفتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جد، آشر، دوان، نفتالی، اسرائیل کے اُن بارہ فرزندوں میں سے ہیں، جن کو یعقوبؑ و موسٰیؑ و داؤدؑ و عیسٰیؑ نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور تورات کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کم تر نہیں بتایا گیا یا لونڈی بچہ نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور بلہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راخل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوبؑ کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول تورات حضرت یعقوبؑ کی جوروئیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لونڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں: ''راخل اور لیاہ نے جواب میں اُسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے۔ کیا ہم اُس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اُس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔''[1]

راخل اور لیاہ وہی خاتونیں ہیں، جن کے فرزند موسٰیؑ و داؤدؑ ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زر خرید ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہؑ کی شان میں زبان کھولنے کا رَہ جاتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ تورات میں موجود نہیں؟!

---

[1] کتاب پیدایش ۱۴: ۳۱-۱۵۲

اہلِ کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لونڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اُسے خاندانِ نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسفؑ کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیفار کے ہاتھ بیچا تھا۔[1]

اس کے بعد ہی کتاب پیدائش کے باب ۳۹ کے درس ۷ کو پڑھو۔ ''اُس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جورو کی آنکھ یوسفؑ پر لگی۔'، پھر باب بالا کے درس ۲۰-۱۹ کو پڑھو۔ ''جب اُس کے آقا نے ایسی باتیں، جو اس کی جورو نے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے یوں کہا، سُنیں تو اُس کا غضب اُس پر بھڑکا اور یوسفؑ کے آقا نے اس کو پکڑا۔''

ان ہر سہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسفؑ کا آقا بتایا گیا ہے اور درس ۱۹ میں ہے کہ ''فوطیفار کی عورت نے یوسفؑ کو غلام کہا تھا۔'، کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسفؑ غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسفؑ فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہؑ کے ساتھ آنے سے ہاجرہؑ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہؑ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہؑ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، جاریہ، اَمۃ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی۔ اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھی الفاظ سے مخاطب کرتا ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اس لیے کسی ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ

---

[1] پیدایش ۳۷:۳۶

دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہؑ کا فی الواقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے ، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی ﷺ کی زبانِ مبارک کے الفاظ میں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فَأَخْدَمَهَا ہیں۔ خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

نبی ﷺ کے دادا کا اصلی نام شیبہ تھا، لیکن وہ مدت العمر تک اپنے محسن چچا مطلب کی شکر گزاری میں اپنے آپ کو عبدالمطلب کہلاتے رہے، حتیٰ کہ یہی لقب اُن کے اصلی نام پر غالب آ گیا تھا، لیکن کوئی مؤرخ بھی ان کو مطلّب کا غلام نہیں جانتا۔

یعقوبؑ نے ننھیال سے واپس آ کر جب اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تحفے بھیجے تھے تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں: تیرے غلام یعقوب نے یہ تحفے بھیجے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔ غور کرو کہ ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب کو عیسو کا غلام وچاکر نہیں سمجھتا۔[1]

دہلی کے شریف گھرانوں میں بچی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد اُمید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

---

[1] پیدایش ۱۸: ۳۲-۲۰۲

سیدنا اسماعیل علیہ السّلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیمؑ کے پہلوٹے فرزند ہیں، جو ہاجرہ خاتون کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔ باپ نے اُن کا نام اسماعیل رکھا'[1] جو سمیع اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی تورات کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔[2] اُن کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیمؑ نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اُسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پُشت در پُشت میرے عہد کو نگاہ رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو۔ سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔[3] پس اسماعیلؑ وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔ افسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کی اس فضیلت پر غور نہیں کرتے۔

حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو حضرت ابراہیمؑ نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکّہ بستا ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ہی نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔[البقرۃ ۲:۱۲۷] (جب ابراہیم اور اسماعیلؑ

---

[1] پیدائش ۱۶:۱۵-۱۶۳

[2] پیدائش ۲۱:۱۷

[3] پیدائش ۱۷:۱۰۲

بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے) حضرت اسماعیلؑ کی شادی قبیلہ بنو جرہم[1] کے سردار مسمی مضاض کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا۔ ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کی وجہ صرف سیدہ ہاجرہؑ کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی، جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے، جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے، مخفی نہ رہ سکتی تھی۔[2] تورات میں ہے کہ حضرت ہاجرہؑ [نے حضرت اسماعیلؑ کی شادی مصر میں کی تھی۔ ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت بھی ہو، مگر یہ متحقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

ذبیح اللہ کا لقب

حضرت اسماعیلؑ ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ذبیح اللہ کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاقؑ ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحاقؑ کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنیاد پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔ اہل کتاب اسماعیلؑ کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمۂ مذہب سمجھتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسماعیلؑ و حضرت اسحاقؑ دونوں برابر ہیں۔ چچا کو صِنْوُ اَبْ [یعنی باپ کے برابر] حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری کے الفاظ ہیں: فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ [...] فَنَكَحَ فِيهِمُ امْرَأَةً. (كِتَابُ الْأَنْبِيَاءِ [باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۵])

[2] حضرت یوسفؑ کو عرب ہی کا ایک قافلہ مصر لے گیا تھا۔

اس سے بھی عام تر یہ ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی ﷺ پر۔ اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد و عناد سے کرے؟! نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.

چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحاقؑ کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا، انھوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور بایں ہمہ ایسے علما کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرومایہ لفظ کا استعمال نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (۹۹) رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۰۰) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ (۱۰۱) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (۱۰۲) فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (۱۰۳) وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (۱۰۵) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (۱۰۶) وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (۱۰۷) وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ (۱۰۸) سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (۱۰۹) كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (۱۱۰) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۱۱) وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۱۲) وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ (۱۱۳) (الصافات ۹۹:۳۷-۱۱۲)

ابراہیمؑ نے کہا: میں اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے خدا! مجھے نیک بیٹا عطا کر۔ تب ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابراہیمؑ اس لڑکے کو لے کر مقامِ سعی پر پہنچا اور اُسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے؟ بیٹا بولا: اے باپ! کر گزر، جو تجھے حکم ملا ہے، ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات کرنے والوں کو

بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا۔ پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیمؑ پر سلام۔ ہم احسانات کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں۔ اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق کی بشارت دی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے [پہلی] وجہِ استدلال یہ ہے کہ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اوّل ایک بردبار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اُس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اسحقؑ کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحقؑ ہیں تو وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں رہ سکتا۔ اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیات سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحاقؑ کی صفت بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیلؑ غلام حلیم تھے اور اسحقؑ غلام علیم تھے۔ استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر تورات سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحاقؑ کی پیدائش حضرت اسماعیل سے ۱۳ سال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحقؑ کو اکلوتا نہیں کہہ سکتے جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی، قبل از ولادت حضرت اسحقؑ وقوع میں آچکا تھا۔ چونکہ اس وقت اسماعیلؑ ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت اُن ہی پر صادق آتی ہے۔

دوسری وجہِ استدلال یہ ہے کہ وَالصّٰٓفّٰتِ کی آیات بالا نے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کیا ہے یعنی قربانی عظیم کو جسے پچھلی نسلوں میں ہمیشہ کے لیے جاری رکھا جانا ہے فدیہ ذبیح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے

موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے لگاتار چلی آتی ہے اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام ونشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں تورات ہی کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب [باب ۶۰] میں ہے:

"۶-اُونٹنیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفا کے اُونٹ۔ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے، وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔

۷- قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نبیت کے مینڈے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔

مدیان اور عیفا اور سبا بنی قطورہ ہیں۔ اسماعیلؑ کے برادر زادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور نبیت خاص اسماعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو خدا کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا، جو اسماعیلؑ کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد اُن کی اولاد قیدار اور نبیت کی نسلیں آباد ہوئی ہیں، اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز، یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیمؑ کے پہلوٹے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی۔ وہ سیدہ ہاجرہؑ کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شوہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیلؑ کا مسکن ایسی جگہ ہے جس

کے ایک طرف مصر ہے، جہاں اُن کے ننھیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے جہاں اُن کے ددھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں اُن کا بھائی اسحقؑ رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں اُن کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحق ان کا داماد ہے جو اٹلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔

اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیلؑ کی مادری زبان قبطی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔ اُن کے سسرال خالص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انھی سے حضرت اسماعیلؑ نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔[1]

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعتِ توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام بردار فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور خدا کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب 'رحمۃ للعالمین، مسلم ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اہلِ کتاب عموماً حضرت اسماعیلؑ کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیمؑ کا تسلیم کرتے ہیں اور اُن کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تورات پر غور نہ کرنے سے یا تورات کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں۔

---

[1] بخاری میں ہے: تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ. كِتَابُ الْأَنْبِيَاءِ۔ [باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۴]۔

اب ہم اہلِ کتاب اور اہلِ ایمان کی واقفیت کے لیے تورات سے اقتباس کرتے ہیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیلؑ ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاقؑ میں پائی جاتی ہے۔

ا)خدا نے درد و غم کو سُنا: ہاجرہ کے ۱۱:۱۶ کتاب پیدائش

سارہ کے ۱۴:۱۸ کتاب پیدائش

ب)خدا نے نام رکھا: ہاجرہ کے فرزند اسماعیلؑ کا ۱۱:۱۶ کتاب پیدائش

سارہ کے فرزند اسحاقؑ کا ۱۹:۱۷ کتاب پیدائش

ج)خدا نے برکت دی: ہاجرہ کے فرزند اسماعیلؑ کو ۲۰:۱۷ کتاب پیدائش

سارہ کے فرزند اسحاقؑ کو ۱۹:۱۷ کتاب پیدائش

د)خدا ساتھ تھا: اسماعیلؑ کے ۳۰:۲۱ کتاب پیدائش

اسحاقؑ کے ۲۴:۲۶ کتاب پیدائش

ھ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہو گا: اسماعیلؑ ۱۶:۲۵ کتاب پیدائش

اسحاقؑ ۶:۱۷ کتاب پیدائش

وَ كَفٰى بِمَا شَهِدَ كِتَابُ اللّٰهِ التَّوْرَاةُ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ تیر انداز تھے۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیلؑ کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس

وقت تیر کی نبل یعنی لوہے کی گھیا بنا رہے تھے، جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیلؑ صنعت حدّادی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اُن کی بہو زوجہ اسماعیلؑ نے بتایا تھا: طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَآءُ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلؑ نے اپنی تمام زیست کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (۵۴) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (۵۵) (مریم ۱۹:۵۴-۵۵)

ذکر کر کتاب میں اسماعیلؑ کا، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔

آیت بالا میں اسماعیلؑ کو وعدہ کا سچا بتلایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتہ لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۱۲۵) (البقرۃ ۲:۱۲۵)

ہم نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

---

[1] [بخاری، کتاب الانبیاء، باب ۱۲، حدیث ۳۱۸۵]

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیلؑ سے لیا تھا اُسے اُنھوں نے پورا کیا اور عبادتِ الٰہی کرنے والوں کو اعتقادِ صحیح، اعمالِ صالح، ارکانِ محکم، شرع روشن اور ہدی واضح کی تعلیم فرمائی اور امثال و تفہیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انھی کی شانِ عالیہ کے شایاں تھے۔

تورات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاقؑ کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیلؑ کی سکونت عرب میں تھی۔ تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیمؑ کا جب انتقال ہوا تو اُن کو اِن ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا۔ (پیدائش ۹:۲۵)

حضرت اسماعیلؑ و حضرت اسحاقؑ کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے یعنی حضرت اسماعیلؑ کے فرزندِ دوم قیدار کی نسل میں نورِ نبوت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت اسحاقؑ کے بھی فرزندِ دوم یعنی حضرت یعقوب کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیلؑ کے فرزندِ اوّل نبیت اور حضرت اسحاقؑ کے فرزند اوّل عیسو اس شرف سے معراء ہے۔

توراۃ میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ نے ۱۳۷ سال کی عمر پائی (پیدائش ۱۷:۲۵) اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ اپنی والدہ کے پہلو میں مطافِ کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر، حضرت ابراہیمؑ کی دعا: رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ [ابراھیم ۱۴:۳۷] (اے خدا میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے) کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مرِ کر بھی ان نفوس قدسیہ نے جوارِ بیت اللہ یعنی ہمسائیگیِ خانۂ خدا کو ترک نہیں کیا۔

تورات سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے بارہ فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: نبیت، قیدار، اوبئیل، مبسام، دومہ، سمعا، مشا، حدر، تیمہ، وطور، نفیس، قدمہ۔(پیدائش ۲۵:۱۵)

تورات میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی اُن ہی کے نام پر ہیں۔(پیدائش ۲۵:۱۶) ہم یقین کرتے ہیں کہ جب تورات میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے اُس وقت ابنائے اسماعیلؑ کی بستیاں اور قلعے اُن ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج اُن سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح تورات کے اس فقرہ سے کہ اسماعیلؑ فاران کے بیابان میں رہا(پیدائش ۲۱:۲۱) اُن کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

ینبوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام نبیت ہے۔ یقین ہے کہ یہ نبیت ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر الحضیر ہے جس کا تلفظ دال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القیدر تھا۔ مبسامؔ کے نشانات نجد میں ملتے ہیں۔ دومہؔ شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومۃ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔ مساؔ غالباً یمن میں گیا، وہاں موسٰی نام کی بستیاں موجود ہیں۔ حدرؔ کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدر بڑا قبیلہ ہے۔

تیماؔ، اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں انھوں نے اہلِ فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہِ خیبر کے قریب واقع ہے۔ قیدماہؔ، غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قدمان کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح پتہ معلوم نہیں ہوا (ملخصاً از خطبات احمدیہ)۔ لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعیدی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیلؑ کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں، والحمدللہ!

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں پشت میں ہیں۔ ان کا، من جانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا، برخیا نے بخت نصر کو بتادیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے، دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے من جانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا، نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور وادی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انھی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔[1] عدنان کے دو بیٹے تھے:

معد، جن کا نام عمود نسب نبوی میں آتا ہے۔

عکّ، انھوں نے حجاز سے اُٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتبات سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۱۸۳۴ء میں حصن الغرائب سے ملے تھے۔[2]

---

[1] تاریخ العرب از پروفیسر سیڈیو، ص ۲۳۲۔

[2] خطبات احمدیہ

معَدُ

بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو بنو عدنان یمن چلے گئے، مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اُٹھ گیا تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے۔ انھوں نے بنو جرہم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرہم بن جلہمہ باقی ہے۔ تب اُنھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی، جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہؑ (ارمیاہ) کا زمانہ ۵۸۸ سال قبل مسیح ہے۔ چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر و دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان ۱۱۵۸ سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک ۲۱ پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط ۸۵ سال نکلا۔ چونکہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہؑ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سر سید نے 'خطبات احمدیہ، میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے ۳۳ سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط اس حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے۔[1]

---

[1] ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قناصہ، سنام، عرف، عوف، شک، حیدان، حیدہ، عبید الرماح، جنید، جنادہ۔

معد

نزار[1]

قیص

ان کی کنیت ابوایاد ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کا نسب اِن سے ملتا ہے۔اولاد کا شجرہ یہ ہے:

نزار

مضر

ایاد ربیعہ انمار

نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضرؔ کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسپ و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضرؔ ور ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں، اور ایاد کی اولاد ثغور و اطراف میں پائی جاتی ہے۔[2]

[1] عمود نسب نبوی میں جو نام آتا ہے اسے سب سے پہلے لکھا گیا ہے اور Q شکل بنادی گئی ہے۔اس سلسلے میں یہی طریقہ سردار عبداللہ تک ملے گا۔

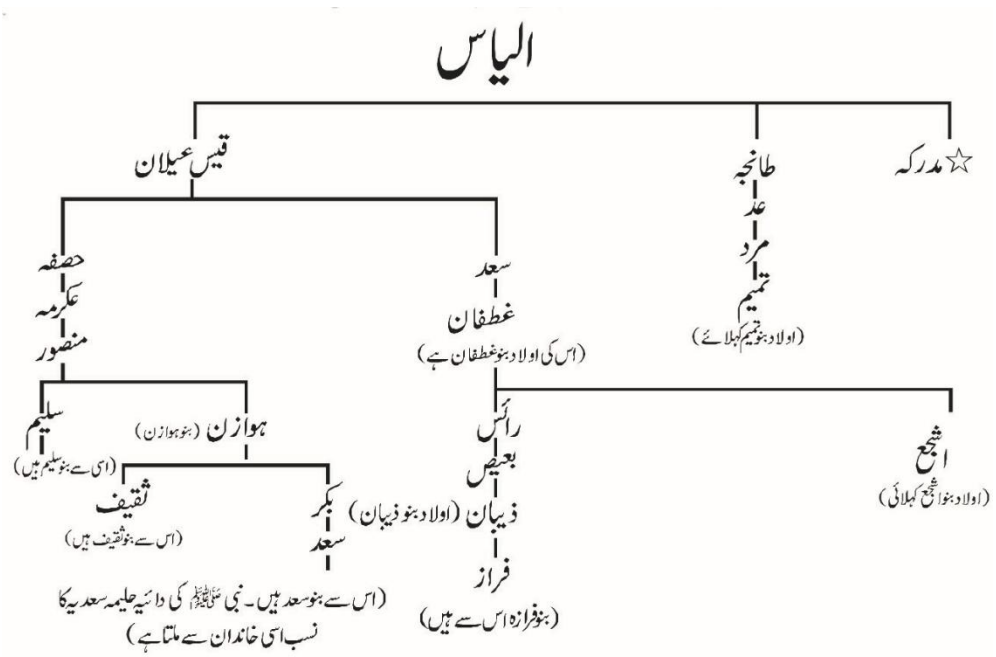
[2] مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عک ہے اور ربیعہ و انمار کی والدہ خدالہ بنت دحلان جرہمی ہے۔(کتاب بکر تغلب، محمد بن اسحاق، مطبوعہ نخبۃ الاخبار، مصر ۱۳۰۵ھ)

مضر

اُونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چونکہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں اس لیے تاریخ میں ان کا نام مضرالحمراء مشہور ہے۔ مضر دین حنیف پر تھا۔

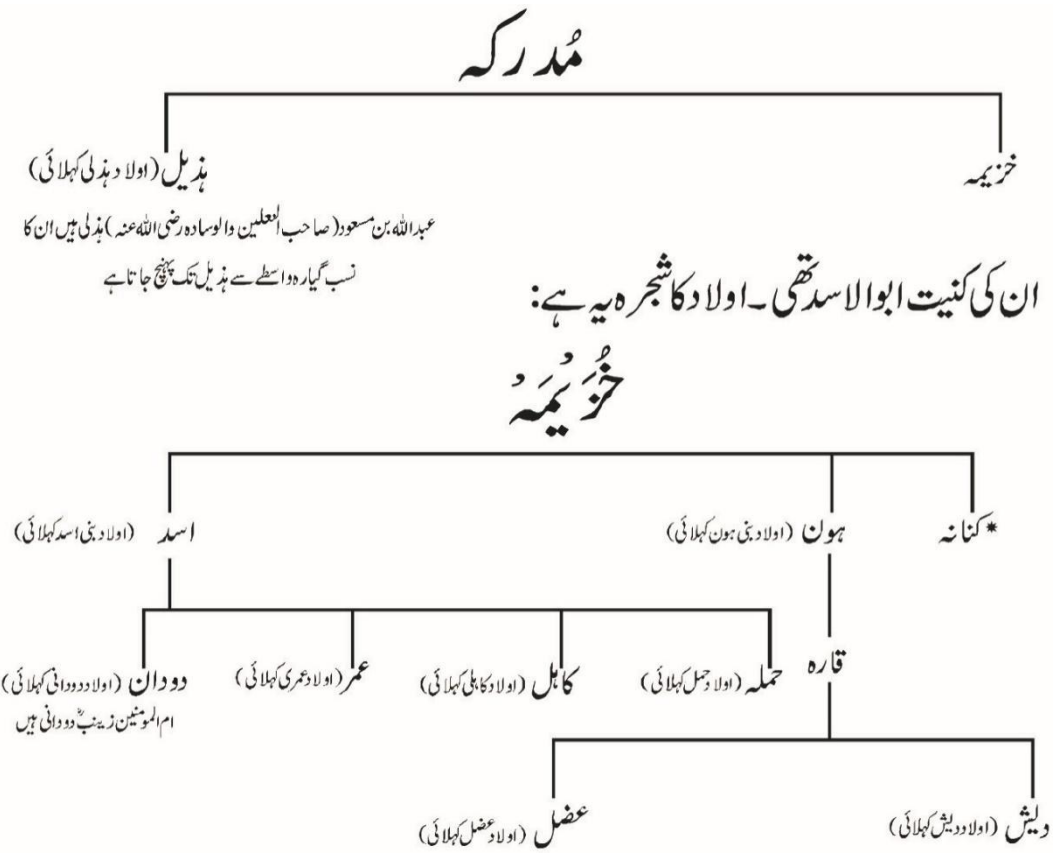
الیاس

ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر مدت العمر سایے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بکسر اوّل [اِلیاس] بھی پڑھا گیا ہے اور بفتح اوّل [اَلیاس] بھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:



مُدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ یہ اور اُن کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اُونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دُور تک گئے اور اُونٹوں کو جالیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا۔ باپ نے اُن کو مُدرکہ اور چھوٹے کو طابخہ کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آگیا۔



کنانہ

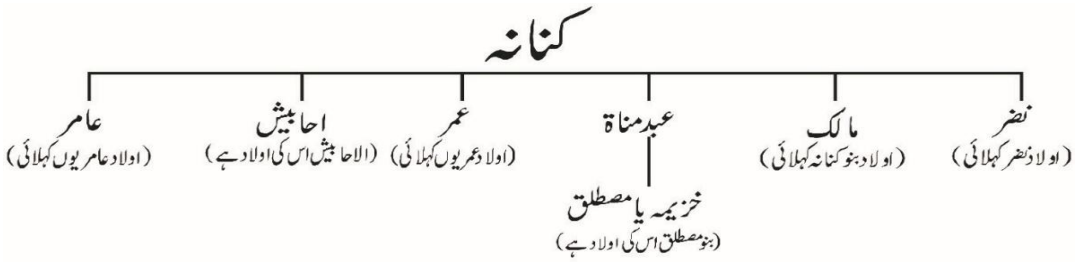
ان کی کنیت ابوالنصر تھی۔

صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے [کہ] نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَّاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔[1]

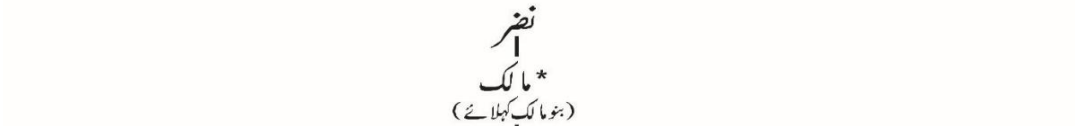
اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسماعیلؑ کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔

شجرۂ اولاد یہ ہے:



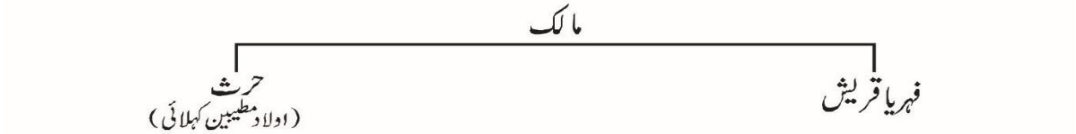
نضر

نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن و جمال کی وجہ سے عرب ان کو نضر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔



مالک بن نضر

ان کی کنیت ابوالحارث تھی، مالک کا سلسلہ نسل یہ ہے:



فہر

ان کے وقت میں حسان حاکمِ یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع برادرانِ خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا، پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن کو واپس جا رہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر) اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکّہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

فہر ہی کا لقب قریش ہے۔ قریش لغتِ حجاز میں وہیل مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولادِ فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت ور اور عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

وَقُرَيْشٌ هِيَ الَّتِي تَسْكُنُ الْبَحْرَ بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا

سَلَطَتْ بِالْعُلُوِّ فِي لُجَّةِ الْبَحْرِ عَلَى سَاكِنِي الْبُحُورِ جُيُوشًا

تَأْكُلُ الْغَثَّ وَالسَّمِينَ وَلَا تَتْرُكُ يَوْمًا لِذِي الْجَنَاحَيْنِ رِيشًا

هٰكَذَا فِي الْبِلَادِ حَيُّ قُرَيْشٍ يَأْكُلُونَ الْبِلَادَ أَكْلًا كَشِيشًا[1]

---

[1] [معجم الشعراء، حرف المیم۔ سبل الہدی والرشاد، ج ۱، ص ۲۸۲۔ ترجمہ: قریش وہ لوگ ہیں جو سمندر میں رہتے ہیں۔ اسی سے ان کا نام قریش پڑ گیا ہے۔ اپنے بلند مرتبے کی بنا پر انھوں نے سمندر کی تہ میں رہنے والوں پر لشکر مسلط کر دیے۔ وہ موٹا اور کمزور سب کھا جاتے ہیں۔ وہ کسی پرندے کا پر بھی نہیں چھوڑتے۔ انسانوں میں قریش کی بستی ایسی ہی ہے۔ وہ شہروں کو ایسے کھاتے ہیں جیسے کالا سانپ۔

سلسلہ اولاد یہ ہے:

فہر:

غالب _____ محارب (اس کی اولاد بنو محارب کہلائی)

غالب:

ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

غالب:

لویّ _____ تیم (اس کی اولاد بنو تیم یا بنو الادرم کہلائی)

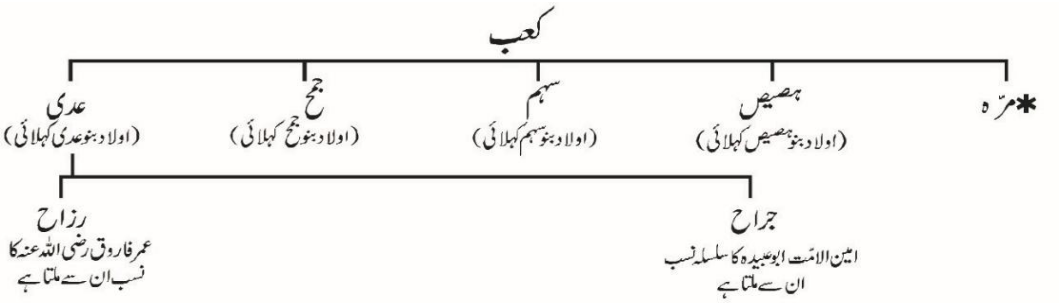
لویّ:

ان کی کنیت ابو کعب تھی۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے:

کعب _____ عوف (اسکی اولاد بنو عوف کہلائی)، عامر (اسکی اولاد بنو عامر کہلائی)، حرث (اسکی اولاد بنو حرث کہلائی)

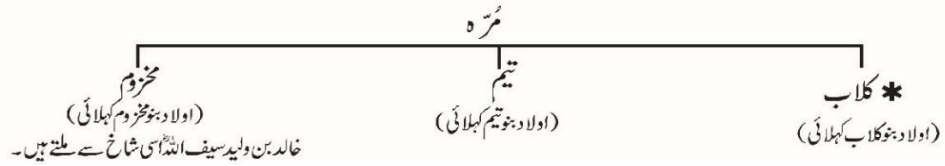
کعب

کعب اپنے اسم کے موافق علو شان اور بلندیٔ جاہ میں مسلم تھا۔ عرب میں ان کا سنِ پیدائش جاری ہو گیا تھا۔ یہ سنہ واقعہ فیل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابو ہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:



مُرّہ

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:



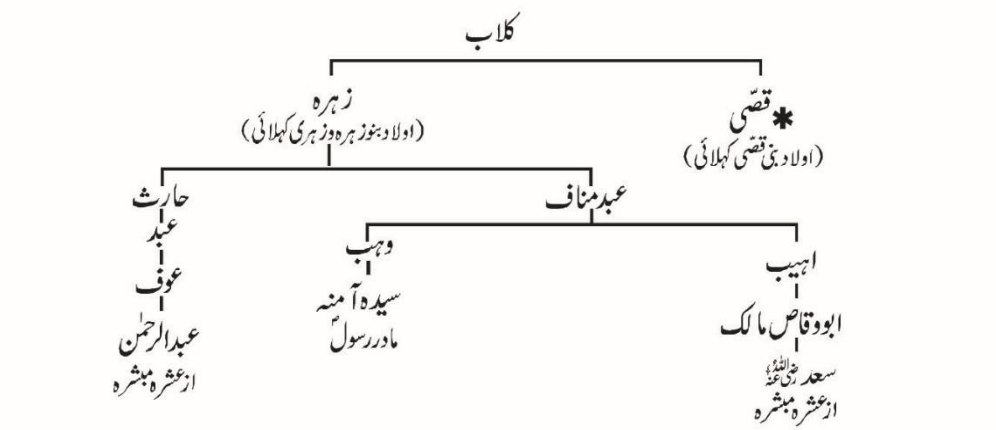
کلاب

ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے:

حَكِيمُ ابْنُ مُرَّةَ سَادَ الْوَرَىٰ بِبَذْلِ النَّوَالِ وَكَفِّ الْأَذَىٰ

أَبَاحَ الْعَشِيرَةَ أَفْضَالَهُ وَجَنَّبَهَا طَارِقَاتِ الرَّدَىٰ

اولاد کا شجرہ یہ ہے:



قُصَیٰ

ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن حزام الخذری سے کر لیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصَی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی۔ جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، اُن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہ پا کر اُنھوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائیداد تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکّہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حُلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماۃ حُبّیٰ، قصَی سے بیاہ دی اور جہیز میں تولیّت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابوغبشان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔ حُلیل کے مر جانے کے بعد ابوغبشان نے حق وکالت قصَی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قصَی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصَی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے۔ آخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ یعمر نے فیصلہ کیا کہ:

۱- بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں، قصَی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

۲- بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قصَی کرے۔

اس فیصلہ پر عمل ہوا۔[1] شہر پر حکومت ہو جانے کے بعد قصی نے اولادِ فہر کو جابجا سے طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اُس وقت اولادِ فہر کی بارہ شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آبسے اور قریش (اولادِ فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلم ہو گئی۔

قُصَی کو قُصَی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طفولیت میں اپنے وطن سے دُور جا پڑے تھے۔ اس کو مجمّع اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکّہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حُذافہ بن غانم کا شعر ہے:

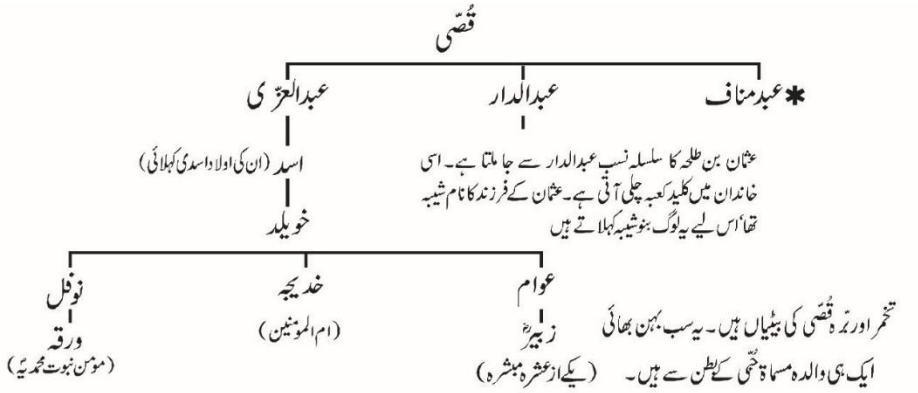
---

[1] حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ پر بنو جرہم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو جرہم حضرت اسمٰعیلؑ کے سسرال تھے، صدیوں تک انھیں کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر عمالقہ کا قبضہ ہوا۔ مکر ربن جرہم نے قبضہ لے لیا۔ جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لحہ خزاعی نے جو بنو جرہم کا ہمشیرہ زاد تھا، ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جراہمہ کا ظلم تو جاتا رہا مگر ابن لحہ نے ۲۰۷ء میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھالایا تھا۔ اس کا نام ہبل تھا۔ اس بت کو خانہ کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیلؑ پر نظرِ التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خانہ کعبہ کی تولیت قریباً ۴۴۰ء میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ پھوڑ کر پھینک دیے گئے۔

قُصَیٌّ لَعَمْرِیْ کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعًا بِہٖ جَمَعَ اللّٰہُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِہْرٍ[1]

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مؤرخ، قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب درپردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انھی اصول کی شرح ٹھہرائیں۔ لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیمِ ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور مخالفتیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دُور تھا۔

قُصی کی اولاد کا شجرہ حسب ذیل ہے:



---

[1] [البدایۃ والنہایۃ، ج۲، ص۲۶۴] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالمطلب کی مدح میں لکھا تھا۔ قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے: بَنُو شَیْبَۃَ الْحَمْدِ الَّذِیْ کَانَ وَجْھُہٗ یُضِیْءُ ظَلَامَ اللَّیْلِ کَالْقَمَرِ الْبَدْرِ

عبدِ مناف

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل مناۃ بُت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا، اس لیے عرفِ عام میں عبد مناف مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب قمر البطحا پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار ابو بکر صدیقؓ نے نبی ﷺ کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سُن کر حضور متبسم و مسرور ہوئے تھے:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمُحَوِّلُ رَحْلَهُ أَلَّا نَزَلْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافِ

هَبَلَتْكَ أُمُّكَ لَوْ نَزَلْتَ بِرَحْلِهِمْ مَنَعُوكَ مِنْ عَدَمٍ وَمِنْ إِقْرَافِ

الْخَالِطِينَ غَنِيَّهُمْ وَفَقِيرَهُمْ حَتَّى يَعُودَ فَقِيرُهُمْ كَالْكَافِ

او گٹھڑی اُٹھا کر جانے والے تو عبد مناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اُترا۔ اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری و تنگدستی کو دُور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبد مناف کی اولاد کا شجرہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
عاتکہ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبد الشمس	تماضر، برہ، حنّہ، ہالہ، قلابہ
واقد بنت عامر بن عبد	نوفل، ابو عمرو، ابو عبیدہ	---
ثقیفہ	---	ریطہ

مُطَّلِبْ باپ کے پہلوٹے بیٹے تھے،ان کی اولاد مطلبی کہلاتی ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔عبیدہ ابوالحارث جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل اور حصین ہر دو کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں،ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبدالشمس کا بیٹا امیّہ ہے، جس کی اولاد بنوامیّہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل،ان کی اولاد نوفلیون کہلائی۔ حضرت جُبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اُس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر ہرقل سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابو عمرو وابوعبیدہ کے حالات سے تاریخ ساکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مؤرخین نے ان کے نام بھی بیان نہیں کیے۔ صحیح بخاری کی روایت عن جُبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی ﷺ نے خُمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذوی القربیٰ میں سے بنی ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔امام شافعیؒ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہے۔[1]

---

[1] کتاب الام، ج۴، ص۱۷، مطبوعہ مطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ ببولاق مصر۔ واصول الکافی، مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۲ھ میں بنو عبدالمطلب کو ذوی القربیٰ تحریر کیا گیا ہے۔

ابوداؤد ونسائی کی روایت میں ہے کہ بنونوفل اور بنوامیّہ نے بھی اس حصے میں سے ملنے کی درخواست اس بنیادپر کی کہ جب بنومطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم کو بھی (کہ ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ، هٰكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ. [1] بنوہاشم اور بنومطلب تو ایک ہی چیز ہیں۔ پھر ایک پنجہ کی انگلیوں کو دوسرے پنجہ میں ڈال کر فرمایا: اس طرح۔

[حقوق ذوی القربیٰ]

واضح ہو کہ اِمرت [حاکمیت] اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔ [2]

اوّل: زکوٰۃ جن کی نسبت سورۃ توبہ آیت ۶۰ میں مدّاتِ ذیل کے آٹھ مصارف بتائے گئے ہیں:

---

[1]-[بعض] محدثین نے شَيْءٌ کو سِيْءٌ پڑھا، جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ [قربت یا مساوات کی وجہ یہ ہے کہ] ہاشم اور عبدالشمس میں بھی جھگڑے ہوئے اور نوفل اور عبدالمطلب میں بھی جھگڑے ہوئے، مگر ہاشم اور مطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبدالمطلب کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم محصور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔ [یہ حدیث بخاری میں بھی ہے، مگر اس میں آخری فقرہ وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ نہیں ہے۔ دیکھیے: کتاب المناقب، باب مناقب قریش، حدیث ۳۳۱۱، نیز کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث ۳۹۸۹۔ هٰكَذَا کا لفظ ابوداؤد ونسائی میں بھی نہیں ہے۔ دیکھیے: ابوداؤد، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب ۲۰، حدیث ۲۹۷۸۔ نسائی، کتاب قسم الفیء، حدیث ۴۱۳۷]

[2] چوں کہ حقوق ذوی القربیٰ کے مستحق وغیر مستحق کی بحث اور تفریق اولاد عبد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ [1]

دوم: غنیمت، سورۃ انفال آیت ۴۱ میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ [2]

اس آیت میں چار حصے غانمین کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: لِلّٰهِ خُمُسَهٗ۔ پھر اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا: رسول اللہ (ﷺ)، ذوی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین، مسافر۔ ان پانچ میں ذوی القربیٰ بھی ایک ہیں اور اسی سے خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تقسیم خمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ صدیقؓ اور فاروقؓ کے عہد میں بھی یہ اہتمام حضرت علیؓ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَىٰ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُوَلِّيَنِي حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَأَقْسِمَهُ فِي حَيَاتِكَ كَيْلَا يُنَازِعَنَا أَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ. فَفَعَلَ. قَالَ: فَوَلَّانِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

[1] [یقیناً صدقات، فقیروں، مسکینوں، عاملین زکوٰۃ، تالیف قلب کیے جانے والوں، گردنیں چھڑانے، قرض داروں، اللہ کی راہ میں [لڑنے والوں] اور مسافروں کے لیے ہیں۔ (مدوّن)]

[2] [جان لو کہ تم نے جو کچھ بھی مالِ غنیمت میں حاصل کیا تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول، ذوی القربیٰ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ (مدوّن)]

فَقَسَمْتُهُ حَيَاتَهُ، ثُمَّ وَلَّانِيهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ، فَقَسَمْتُهُ حَيَاتَهُ، ثُمَّ وَلَّانِيهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ، فَقَسَمْتُهُ حَيَاتَهُ.

[ابن] ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا [وہ کہہ رہے تھے] کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر حضور ﷺ کی رائے ہو تو خمس میں جو حصہ ہم ذوی القربیٰ کا ہے حضور ﷺ اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولّی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا رہوں تاکہ کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا متولّی ٹھہرایا اور میں حضور ﷺ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے بھی مجھے ہی متولّی ٹھہرایا اور میں ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا پھر عمر فاروقؓ نے مجھے اس کا متولّی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔

نبی ﷺ اپنے حصہ من جملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کنبہ کا خرچ بقدر گزران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذوی القربیٰ کا حصہ بوجہ قرابت [1] تھا (نہ بوجہ غربت)، اس لیے امیر اور غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا۔ باقی تین حصص یتامیٰ، مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا تھا۔

---

[1] - [المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۴، ۲۵۹۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس خوش قسمت آدمی پر، جو بنو مضر میں سب سے بہتر شخص ہے۔ اس کا ہر کام بابرکت ہے، اس کے ذریعے بادلوں سے پانی مانگا جا سکتا ہے۔ پوری کائنات میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، بلکہ کوئی اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔]

سوم: فَے، فے کی تعریف قرآن مجید کی سورۃ حشر آیت ۶ میں ہے اور اسی سورۃ کی آیت ۷ میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔ فَے کی تعریف میں فرمایا:

فَمَآ اَوۡجَفۡتُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ خَيۡلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ

وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔

تقسیم فَے

سورۂ حشر ے میں فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فَے میں دیا، وہ اللہ کا اور رسول ﷺ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔

پھر اس تقسیم کے متعلق یہ اصول بیان فرمایا ہے:

كَىۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ

کہ اغنیا کے اندر متداول نہ ہو گا۔

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات وغنیمت وفَے مع آیات قرآنِ مجید

حوالہ نمبر شمار	آیت متعلق زکوٰۃ و صدقات سورۂ توبہ آیت 60	آیت متعلق غنیمت سورۂ انفال آیت 41	آیت متعلق فے سورۂ حشر آیت 7
1.	إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ	---	---
2.	---	وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ وَابْنِ السَّبِيلِ	مَّآ أَفَآءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ
3.	---	فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ	فَلِلَّهِ
4.	---	وَلِلرَّسُولِ	وَلِلرَّسُولِ
5.	---	وَلِذِي الْقُرْبَىٰ	وَلِذِي الْقُرْبَىٰ
6.	---	وَالْيَتَٰمَىٰ	وَالْيَتَٰمَىٰ
7.	وَالْمَسٰكِينِ	وَالْمَسٰكِينِ	وَالْمَسٰكِينِ
8.	وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا	---	---
9.	وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ	---	---
10.	وَفِي الرِّقَابِ	---	---
11.	وَالْغٰرِمِينَ	---	---
12.	وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ	---	---
13.	وَابْنِ السَّبِيلِ		وَابْنِ السَّبِيلِ
14.	---	---	لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِينَ

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی، جو مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الفئی میں ہے، پڑھ لینی چاہیے۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: قَرَأَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾، [قَالَ:] هٰذِهِ لِهٰؤُلَاءِ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿وَابْنِ السَّبِيلِ﴾، ثُمَّ قَالَ: هٰذِهِ لِهٰؤُلَاءِ. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ﴾ حَتَّى بَلَغَ: ﴿لِلْفُقَرَاءِ﴾، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾، ثُمَّ قَالَ: هٰذِهِ اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِينَ۔۔۔ یعنی حضرت عمر فاروقؓ نے إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ کی آیت علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا کہ یہ آیت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگئے۔ پھر انہوں نے آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ کو وَابْنِ السَّبِيلِ تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ غنیمت انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام آیت میں آگئے ہیں۔ پھر انہوں نے آیت مَا أَفَاءَ اللهُ کو وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ تک پڑھا اور فرمایا کہ اس کے اندر تو سب ہی مسلمان آگئے۔

	وَالَّذِينَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيمَٰنَ	---	---	15.
	وَالَّذِينَ جَاءُو مِنْ بَعْدِهِمْ	---	---	16.
	فے اللہ اور رسول اور قرابت والوں، یتامیٰ، مساکین، مسافروں، مہاجروں، اور انصار کے فقراء اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔	غنیمت 1/5 اللہ کا ہے اور رسول، اور قرابت والوں اور یتامیٰ، اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔	صدقات، فقیروں، مسکینوں، عمال، تالیف قلوب، آزادیٔ غلاماں، مقروضان، براہ خدا، اور مسافروں کے لیے ہے۔	ترجمہ آیات

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ مساوی مدّات پر تقسیم فرمایا گیا۔ ان آٹھ میں دو (مساکین و ابن السبیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فَے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ وہ ہیں جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے، غنیمت و فَے میں نہیں۔ وہ چھ یہ ہیں: فقراء، تحصیل دارانِ صدقات، تالیفِ قلوب کے مستحقین، آزادیِ غلاماں، ادائے قرض مدیوناں، فی سبیل اللہ دیگر اُمور۔

غنیمت کو پہلے دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: اول لشکر کو ۴/۵ کل غنیمت سے دیا۔ دوسرا حصہ جو ۱/۵ تھا اُسے اللہ تعالیٰ نے اوّل اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین وابن السبیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: رسول ﷺ، اقرباءِ رسول ﷺ، یتامیٰ۔

فَے کو اوّل خدا تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدّاتِ مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ تو وہی ہیں جو آیت غنیمت میں ۱/۵ سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقراء، مہاجرین، فقرائے انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فَے میں بمقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیاء کو نہ ملے گی: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (۵۹:۷)

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول ﷺ کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فَے ہی کے متعلق ہیں۔ خدا کرے کہ قرآن مجید کا تدبّر اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تقسیم فَے کا اہتمام حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کے سپرد فرمایا تھا، جیسا کہ خمس الخمس کی تقسیم کا اہتمام عہدِ نبوی ﷺ و صدیقیؓ و فاروقیؓ میں حضرت علی مرتضیٰؓ ہی کے متعلق رہا تھا۔

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلا کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے برادر زادہ امیّہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار سنا کہ مکّہ میں آٹا کم یاب ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں

اور آٹا لاد لائے اور مکہ پہنچ کر دعوتِ عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسمِ حج میں وہ زوّارِ کعبہ کو عام دعوت دیا کرتے اور یہی کھانا جسے لغتِ عرب میں ثرید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیرکی و حزم کا اس واقعہ سے پتہ لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مالِ تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا رہے۔

امیّہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع میں ہو گیا تھا۔ وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہر دو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وجود باجود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور كُنْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد ۱۳۳ھ تک بنو اُمیّہ اور بنو عباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے:

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سلمیٰ بنت عمرو بن زید نجاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی،
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	اباصیفی	---
قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزعہ	اسد	---
امیمہ بنت عدی بن عبداللہ بن دینار (من قضاعہ)	نضلہ	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	---	ضعیفہ - خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	---	حنّہ

تاریخ میں ابا صیفی، اسد اور نضلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نضلہ کا فرزند ارقم اور ابی صیفی کے فرزند ضحاک اور عمرو بھی چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رُقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنَّا مِنَ اللهِ بِالْمَيْمُوْنِ طَائِرُهٗ وَخَيْرُ مَنْ بُشِّرَتْ يَوْماً بِهٖ مُضَرُ

مُبَارَكُ الْاَمْرِ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِهٖ مَا فِي الْاَنَامِ لَهٗ عِدْلٌ وَّلَا خَطَرُ [1]

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاؤل کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چُندیا میں چند بال سفید موجود تھے۔ جب ان کے والد 'ہاشم، کا انتقال ہوا، یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو یثرب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ناز و نعم سے ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر عبدالمطلب 'مطلب کا غلام، کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آگیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصلی نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو شیبۃ الحمد اور فیاض اور مُطْعِمُ طَيْرِ السَّمَاءِ بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص

---

[1] [المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۴، ۲۵۹۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس خوش قسمت آدمی پر، جو بنو مضر میں سب سے بہتر شخص ہے۔ اس کا ہر کام بابرکت ہے، اس کے ذریعے بادلوں سے پانی مانگا جاسکتا ہے۔ پوری کائنات میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، بلکہ کوئی اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔]

ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک 'محمد'، (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا او رحضور ﷺ کی تربیت تا ہشت سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔

عبدالمطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی: ''ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو''۔ عبدالمطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہ زم زم، جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور امتدادِ زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالمطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو، پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالمطلب اور ان کے فرزند اکبر 'حارث'، نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں، شاخہائے آہو وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالمطلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرادیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدالمطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوّار اور صادر و وارد سیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تَعَاظَمَ وَ تَعَالٰی نے سیدنا اسماعیلؑ کے لیے ظاہر فرمایا تھا، عبدالمطلب کی بھی یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں اُن کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے:

نقشہ اولاد عبد المطلب

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1۔صفیہ بنت جیندب بن حجیر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو نمبر 13 شجرہ نسب نبوی	حارث	---
2۔ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ۔ دیکھو نمبر 7 شجرہ نبوی	زبیر، ابو طالب، عبد الکعبہ، عبد اللہ	ام حکیم، بیضاء، امیمہ، اروٰی، برہ، عاتکہ
3۔ لبنیٰ بنت ہاجر (از بطن خزاعہ)	ابو لہب (عبد العزیٰ)	---

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد المطلب ۱۵ بیٹوں اور ۶ بیٹیوں کا والد تھا، مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام خجل ہے اور عبد الکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوّم ہے اور قثم کوئی بھی نہ تھا۔ اندریں صورت عبد المطلب کے نرینہ فرزندوں کی تعداد بارہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے چچا گیارہ ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبد المطلب ۱۲ تھے۔ ان میں سے ہم کو دس کے حالات ملے ہیں اور سات کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، فتیانِ قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور، آغازِ بعثت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

۹۔ مقوّم اولاد صُلبی تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوّم کے پسر عبد الرحمن بن ابی عمرو کا ذکر علامہ ذہبی نے کیا ہے۔

۱۰۔ خجل کے فرزند قسرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں جس میں اُس نے اپنے دوازدہ اعمام کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق، قثم، عبد الکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں۔ ممکن ہے کہ مقوّم ہی کا نام عبد الکعبہ ہو۔

عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر پائی۔ ان کا سالِ ولادت ۴۹۷ء اور سالِ وفات ۵۷۹ء اندازہ کیا گیا ہے۔

[اعمام النبی ﷺ]

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام و عمات ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عہد نبوی ﷺ سے ان کا قریبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اہل بیت نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی ﷺ

[حارث] عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے مگر ان کے چار فرزند نوفل، عبداللہ، ربیعہ وابوسفیان مغیرہ جو نبی ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے:

(الف) نوفل بن حارث

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے، پھر جنگ خندق یا فتحِ مکّہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ ۲۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے تینوں فرزند مغیرہ، عبداللہ، حارث بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمانؓ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ابن ملجم شقی نے جب سیدنا علیؓ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا، مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ اُمامہ بنتِ زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علیؓ ان ہی کے ساتھ حسبِ وصیت مرتضویؓ ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔

عبداللہ بن نوفل کو حضرت عمرؓ نے حاکمِ کوفہ کیا تھا۔ان کا چہرہ کسی قدر نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل کو عمر فاروقؓ نے حاکمِ مکّہ کر دیا تھا۔آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔یزید پلید کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔۶۳ھ میں انتقال ہوا۔ان کا فرزند عبداللہ المعروف بَبَّہ بھی صحابی ہے۔

(ب)عبداللہ بن حارث

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب 'سعید، سے مشرف فرمایا تھا۔

(ج)ربیعہ بن حارث

ابوارویٰ کنیت تھی۔ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکّہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا: وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُهٗ دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ''پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیامیٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے۔'، اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا ایک فرزند شیر خوار دشمنوں نے مار ڈالا تھا۔ نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیامیٹ کر دیا اور اس کا خون بہانہ

دلایا۔ ان کا انتقال ۲۳ھ میں ہوا۔ ان کے دو فرزند عبدالمطلب اور مطلب بھی صحابی ہیں۔ عبدالمطلب نے دمشق میں بعہدِ حکومت یزید وفات پائی۔ مطلب حیاتِ نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

(د)ابوسفیان مغیرہ بن الحارث

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیونکہ انھوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء وصحابہ میں سے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے، مگر فتح مکّہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیقِ ربانی سے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔ جنگِ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تو رکابِ نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔ قبولیتِ اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ للعالمین کی جلد اوّل میں درج کیے جا چکے ہیں [دیکھیے، اسی جلد کا صفحہ ۱۳۰]۔ وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر دردِ دل کا اظہار کیا کرتے تھے۔

اَرِقْتُ فَبَاتَ لَیْلِیْ لَا یَزُوْلُ وَلَیْلُ اَخِی الْمُصِیْبَۃِ فِیْہِ طُوْلُ

میں جاگ رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ ہاں! مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے

فَاَسْعُدُ فِی الْبُکَاءِ وَذَاکَ فِیْمَا اُصِیْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِہٖ قَلِیْلُ

میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو اس مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے

لَقَدْ عَظَمَتْ مُصِيْبَتُنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةَ قِيْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْلُ

اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہانہ رہ گئی، جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بلائے گئے

وَاَضْحَتْ اَرْضُنَا مِمَّا عَرَاهَا تَكَادُ بِنَا جَوَانِبُهَا تَمِيْلُ

معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آگیا، اور زمین دھنس جائے گی۔

فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيْلَ فِيْنَا يَرُوْحُ بِهٖ وَيَغْدُوْ جبريل

آج ہم اس [وحی] سے محروم ہو بیٹھے، جس کو لے کر صبح وشام جبریلؑ ہم میں آیا کرتے تھے۔

وَذَاكَ اَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ نَفُوْسُ النَّاسِ اَوْ كَادَتْ تَسِيْلُ

یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مر جانا یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے۔

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوا الشَّكَّ عَنَّا بِمَا اَوْحٰى عَلَيْهِ وَمَا يَقُوْلُ

نبی ﷺ اس شان کے تھے کہ دل سے شک کو صاف کر دیتے تھے، کبھی بذریعہ کلام وحی اور کبھی بذریعہ ارشاداتِ خود۔

وَيَهْدِيْنَا فَلَا نَخْشٰى ضَلَالًا عَلَيْنَا وَالرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلُ

وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے اور ہم کو کبھی بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا؛ کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا راہنما ہے۔

اَفَاطِمُ اِنْ جَزَعْتِ فَذَاكِ عُذْرٌ وَاِنْ لَّمْ تَجْزَعِيْ ذَاكِ السَّبِيْلُ

اے فاطمہ! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے، اور اگر تو صبر کرے گی تو بہتر ہے کیوں کہ یہی بہتر طریق ہے۔

فَقَبْرُ اَبِیْكِ سَیِّدُ كُلِّ قَبْرٍ وَفِیْهِ سَیِّدُ النَّاسِ رَسُوْلُ

تیرے باپ ﷺ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے، اور اس قبر میں نوعِ انسانی کا سردار خدا کا رسول ﷺ آسودہ ہے۔

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

أَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ مِنْ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔

یا

سَيِّدُ فِتْيَانِ أَهْلِ الْجَنَّةِ بہادرانِ بہشتی کا سردار ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

اَبُوْ سُفْيَانَ خَيْرُ اَهْلِیْ۔ ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے۔

یا

مِنْ خَيْرِ اَهْلِیْ۔ میرے اچھے اہل میں سے ہے۔

علماء کا قول ہے کہ كُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الْفَرَاءِ کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔ ۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے فرزند عبداللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابوسفیان غزوۂ حنین میں بھی شامل تھے، اور عہدِ سلطنت امیر معاویہؓ میں وفات پائی۔

ابو طالب عم النبی ﷺ

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے، مگر کنیت نام پر غالب آگئی تھی۔ ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور تادمِ زیست (۱۰ نبوت) یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔ ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور باستثناء طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی جائے وفات کا بھی پتا نہیں لگا۔

(الف) عقیل بن ابی طالبؓ

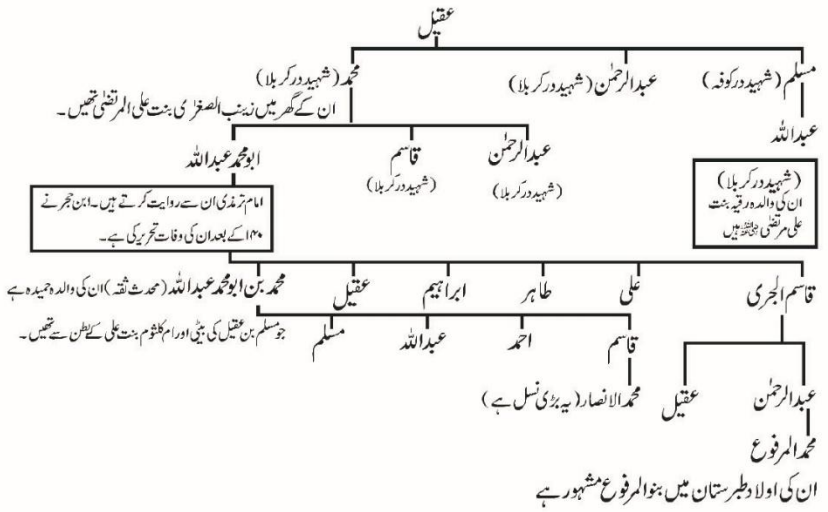
[عقیل] طالب سے دس برس چھوٹے اور جعفر سے دس برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ عقیل واقعات اور انسابِ عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس علم میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا:

يَا اَبَا يَزِيْدٍ اِنِّيْ اُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَحُبًّا لِمَا كُنْتُ اَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّيْ اِيَّاكَ

اے ابو یزید! میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہوں۔ ایک تو محبتِ قرابت، دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنتِ امیر معاویہؓ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل جو امام حسینؓ کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پنجشنبہ ۳ ذی الحجہ ۵۹ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل ابن ابی طالب کا شجرۂ نسب



(ب) جعفر (طیار) بن ابی طالبؓ

علی مرتضیٰؓ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اوّل ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعتِ اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انھوں نے بادشاہِ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمۃ للعالمین [کی اسی جلد کے صفحہ ۶۵ پر] درج ہے۔ ۷ھ میں حبش سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ غزوۂ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جعفرؓ بھی خیبر ہی میں جا ملے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نہیں کہہ

سکتا کہ مجھے خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی۔[1] ۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوّے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔ دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔[2] نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا:

اَشْبَهْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ[3] جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بوقت شہادت ۴۱ سال کی تھی۔ ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیارؓ سب سے بہتر ہے۔ وہ اہل صفّہ کی خبر رکھا کرتے تھے اور انھیں کھلایا کرتے تھے، جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس عکہ ہی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا ہم اس میں سے [لعق] کر جاتے۔[4] ان کے چار فرزند تھے:

(الف) عبداللہ یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخاو کرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے۔ ۸۰ھ میں بعمر ۹۰ سال مدینہ

---

[1] [پیش نظر نسخے میں اس روایت کے لیے اگلے نمبر کا حاشیہ دیا گیا ہے، مگر وہ درست نہیں۔ یہ روایت المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، [باب] ذکر مناقب ابی جعفر بن ابی طالبؓ میں حدیث ۴۹۳۱ پر موجود ہے۔ (مدوّن)]

[2] صحیح بخاری، [کتاب المغازی]، باب غزوۃ موتہ بروایت [ابن] عمر رضی اللہ عنہ [حدیث ۴۰۱۲، اس روایت میں ہاتھ کٹنے کا ذکر نہیں ہے۔]

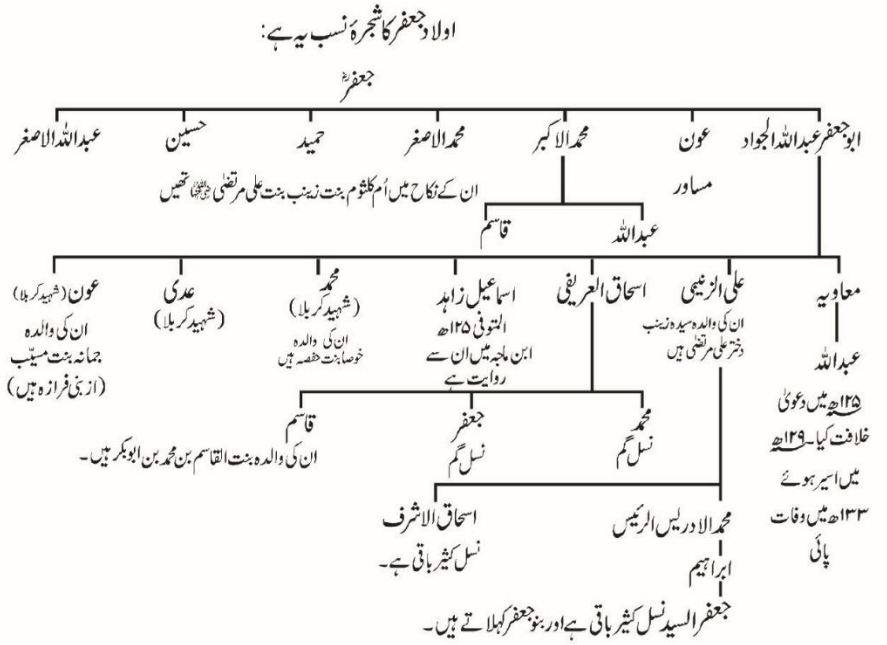
[3] صحیح بخاری، [کتاب المناقب] باب مناقب جعفر [حدیث ۳۵۰۵]

[4] [حوالہ: ایضاً۔ رحمۃ للعالمین کے پیش نظر نسخے میں یہاں 'علق کر جاتے' کے الفاظ ہیں، مگر درست لعق ہے' یعنی چاٹنا۔ عکہ ایک برتن کو کہتے ہیں' جس میں گھی ڈالتے ہیں۔ (مدوّن)]

منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰؓ کی دختر سیدہ زینب کبریٰ ان ہی کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبداللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ابن نہشل تیمی نے ان کو شہید کیا تھا۔

(ب) عون بن جعفر (ج) محمد بن جعفر (یہ دونوں تُستر میں شہید ہوئے۔)

اولاد جعفر کا شجرۂ نسب یہ ہے:



(ج) سیدنا علی بن ابی طالبؓ

اِس امام ہادیٔ اَنام ابوالائمۃ العظام کے محاسن و فضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیاتِ مستعار باقی ہے تو ان شاءاللہ تعالیٰ ان کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔ ابن عباسؓ اور سلمان پارسیؓ کا مذہب ہے کہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰؓ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک ۸ سال کی تھی۔

حضورؐ کے شاندار کارنامے شبِ ہجرت، بدر، اُحد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فصل قضایا میں بین الاماثل ممتاز تھے۔ سیدۃ النساء فاطمہ زہراءؓ کے زوج اور حسنؓ و حسینؓ کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی ﷺ ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد بماہ ذی الحجہ ۳۵ھ خلیفہ ہوئے اور بامداد جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اشقی الناس ابن ملجم کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔ امام حسنؓ و حسینؓ کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ فرزند تھے۔

زخم کہ جس پر شہادت ہوئی، کثیر بن عمر والسکونی نے، جو شاہانِ ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا، نے بتایا کہ زخم ام دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحت محال ہے۔ بکر بن حماد القاہری نے ہائلہ شہادت پر [یہ] اشعار کہے ہیں:[1]

قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَالْاَقْدَارُ غَالِبَةٌ هَدَمْتَ وَيْلَكَ لِلْاِسْلَامِ اَرْكَاناً

ابن ملجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا۔

قَتَلْتَ اَفْضَلَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى قَدَمٍ وَاَوَّلَ النَّاسِ اِسْلَامًا وَاِيْمَاناً

وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اوّل۔

---

[1] [الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حرف العین، ۱/۳۴۸۔]

وَاَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ بِمَا سَنَّ الرَّسُوْلُ لَنَا شَرْعًا وَتِبْيَاناً

اور قرآن اور سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا تو نے اُسے قتل کیا ہے۔

صِهْرَ النَّبِيِّ وَمَوْلَاهُ وَنَاصِرُهٗ اَضْحَتْ مَنَاقِبُهٗ نُوْرًا وَبُرْهَاناً

وہ دامادِ نبی ﷺ اور ان کا دوست اور ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور بُرہان روشن ہیں۔

وَكَانَ مِنْهُ عَلٰى رَغْمِ الْحُسُوْدِ لَهٗ مَا كَانَ هَارُوْنُ مِنْ مُّوْسَى بْنِ عِمْرَاناً

جو علی رغم حسود نبی ﷺ کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ۔

وَكَانَ فِي الْحَرْبِ سَيْفًا صَارِمًا ذَكَرًا لَيْثًا اِذَا لَقِيَ الْاَقْرَانُ اَقْرَانًا

جو لڑائی میں شمشیر برندہ اور دلیر شیر تھا جب خوب گھمسان کا رَن پڑ جاتا ہو۔

ذَكَرْتُ قَاتِلَهٗ وَالدَّمْعُ مُنْحَدِرٌ فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَاناً

میں اس کے قاتل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے خدا! تو پاک ہے تیری قدرت عجیب ہے۔

اِنِّيْ لَاَحْسِبُهٗ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ يَخْشَى الْمَعَادَ وَلٰكِنْ كَانَ شَيْطَاناً

میں تو اُس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ یہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ تو شیطان ہے۔

اَشْقٰى مُرَادًا اِذَا عُدَّتْ قَبَائِلُهَا وَاَخْسَرَ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مِيْزَاناً

اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بدبخت اور میزان اعمال میں سب سے زیادہ زیاں کار۔

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِيْ جَبِلَتْ عَلٰى ثَمُوْدَ بِأَرْضِ الْحِجْرِ خُسْرَاناً

(وہ تو) عاقر ناقہ جیسا تھا جس نے صالح کے ناقہ کو مارا اور قومِ ثمود پر ملک حجر میں تباہی لانے کا سبب ٹھہرا۔

كَأَنَّهٗ لَمْ يَرَ قَصْدًا بِضَرْبَتِهٖ اِلَّا لِيَصْلٰى عَذَابَ الْخُلْدِ نِيْرَاناً

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہو گا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔

حضرت علیؓ و جعفرؓ و عقیلؓ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ نبی ﷺ نے ان کے کفن میں اپنا کُرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اُتارا گیا تو آنحضرت بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے۔ فرمایا: میں نے قمیص اس لیے دیا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو حُلہ جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لیٹا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔ نبی ﷺ ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابو طالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

۱۸ بیٹے اور ۱۸ بیٹیاں تھیں۔

۱۹ بیٹے تھے جن میں سے ۶ والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی ۱۳ میں سے ۶ کربلا میں شہید ہوئے۔ دنیا میں اس وقت صرف ۵ بیٹوں امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف کی نسل موجود ہے۔[1]

ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے:

نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1۔سیدۃ نساء العالمین فاطمہ الزہراؓ	حسنؓ، و حسینؓ[2]	زینب، کلثوم
2۔ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر، عبید اللہ، عثمان	---
3۔لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم)	عبید اللہ، ابو بکر	---
4۔اسماء [الخثعمیہ]	عون، یحییٰ	---
5۔امامہ بنت ابو العاص (از بطن سیدہ زینب)	محمد، اوسط	---
6۔خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد (اکبر)	---
7۔ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	---	ام الحسن، رملہ الکبریٰ

---

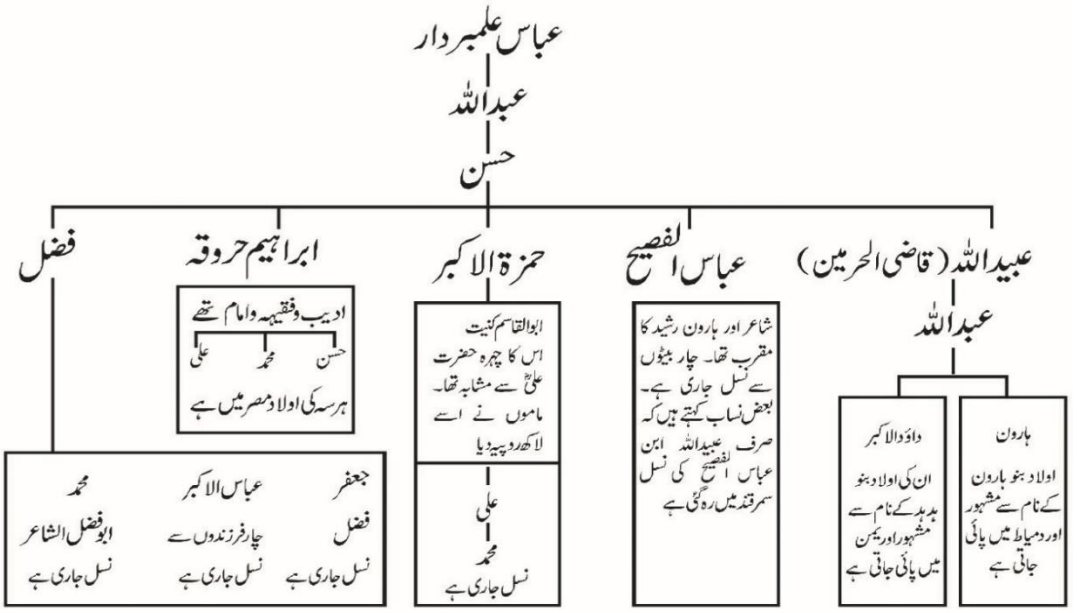
[1] عمدۃ الطالب فی نسل ابی طالب

[2] ایک تیسرے فرزند محسن کا نام کتب الاربعۃ فی اسماء الصحابہ میں سے صرف ابو [اسحاق] نے لکھا ہے۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں: تَفَرَّدَ بِذِكْرِهِ أَبُو إِسْحَاقَ بْنُ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ ۔۳۔ [علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ یہ خاتون پہلے حضرت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں۔ غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے شادی کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے ہاں جعفر کے بیٹے عبد اللہ، محمد اور عون، پیدا ہوئے، ابو بکر کا بیٹا، محمد، اور حضرت علیؓ کا بیٹا یحییٰ۔ دیکھیے: تہذیب الاسماء واللغات، ۲، ۲۲۵۔ (مدوّن)]

دخترانِ جواری: ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ، جمانہ، نفیسہ، ام جعفر۔[1] سیدہ فاطمہ [کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی ﷺ میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰؓ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے:

عباس بن علی مرتضیٰؓ

میدانِ کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقّائے اہل بیت بھی ہے۔ ۳۴ سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ اولاد یہ ہے:

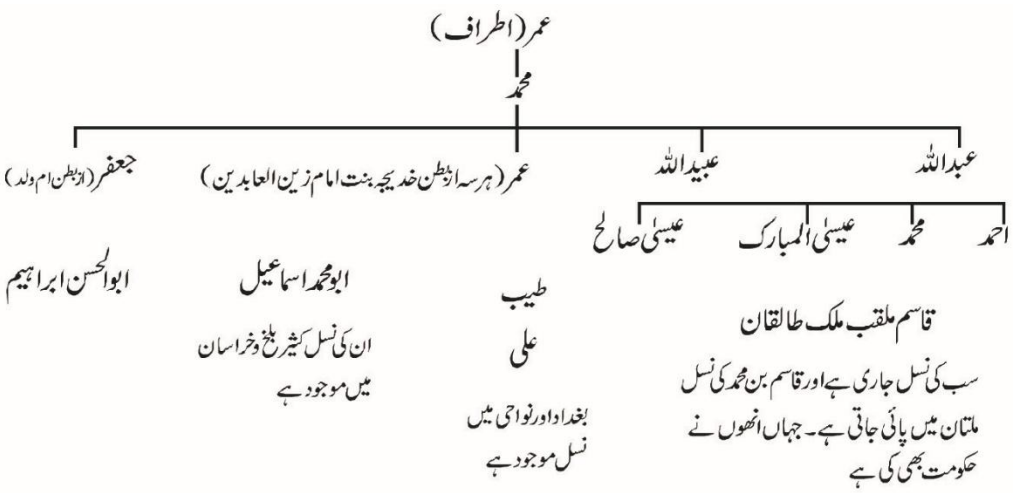


---

[1] [تاریخ الامم والملوک] الطبری، جزء۶، ص۸۹۔ [طبع جدید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۰۷ھ، ج۳، ص۱۶۲]

عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

[عمر اطراف] عباس علمبردار کے برادرِ حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض کا بیان ہے کہ مصعب بن زبیرؓ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:



حضرت عباس علمدار کے باقی تین بھائی جعفر، عبیداللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

ابوالقاسم محمد بن علی مرتضیٰؓ

ان کی والدہ خولہ ملقب حنفیہ قبیلہ حنیفہ بن لُجَیم سے ہیں۔ اس قبیلے نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰؓ کو ملیں۔ محمد بن علی ۲۱ھ/۸ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم ۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زُہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہُوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ

کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجتے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا: وہ علیؓ کی آنکھیں ہیں اور میں علیؓ کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین کے بعد امامت ان کو ملی۔ پھر ہر دو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوئی۔

مختار ثقفی جس نے قاتلانِ حسینؓ سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انھی کا مختار بتایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے۔ کیسانیہ کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی مرتضیٰ کوہِ رضوی[1] پر رہتے ہیں، شیر و پلنگ ان کے پہرہ دار ہیں، شہد اور پانی کے چشمے اُن کے متصل جوش زن ہیں، قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔ ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ کی اولاد کی تعداد ۲۴ ہے، جن میں سے ۱۴ نرینہ فرزند تھے۔ تین سے نسل جاری ہے۔

اولاد کا شجرہ یہ ہے:

[ابوالقاسم] محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ابوہاشم	جعفر	علی (نسل کثیر موجود ہے)
عبداللہ	یوم الحرہ کو شہید ہوئے تھے	ابومحمد حسن (ان کو [فرقہ] کیسانیہ امام تسلیم کرتا ہے)
	ان کی اولاد کثیر موجود ہے	علی (نسل کثیر موجود ہے)

[1] بندر گاہِ ینبوع سے کوہِ رضوی کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

محمد بن علی مرتضیٰؓ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی ﷺ ہیں۔ کربلا میں قبیلہ بنی ابان بن دارم [کے ایک شخص] کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابو بکر بن علی مرتضیٰؓ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰؓ کے دیگر فرزندوں عبداللہ و عون و یحییٰ و عمر (فرزند حبیبہ) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو علوی بھی کہتے ہیں۔

(د)ام ہانیؓ دخت ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابوطالب کی سب اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ، ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔ ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاختہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم سے ہُوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اُس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔ ہبیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے:

لَعَمْرُكَ مَا وَلَّيْتُ ظَهْرِي مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ جُبْنًا وَلَا خِيفَةَ الْقَتْلِ

وَلَكِنَّنِي قَلَّبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ لِسَيْفِي غَنَاءً إِنْ ضَرَبْتُ وَلَا نَبْلِي

وَقَفْتُ فَلَمَّا خِفْتُ ضَيْعَةَ مَوْقِفِي رَجَعْتُ لِعَوْدٍ كَالْهَزَبْرِ إِلَى الشِّبْلِ[1]

ترجمہ: سچ سمجھو تو میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے بوجہ نامردی یاخوف قتل پیٹھ نہیں دی بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام اُلٹ گیااور میری تلوار، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا، لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے، تب لوٹ کر چلا جیساکہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔

(ھ) جمانہؓ دخت ابی طالب

اولادِ ابی طالب میں جمانہ کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام اہل السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوارِ خیبر میں سے تیس وسق خرما، جمانہ دخت ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعتِ اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حمزہ عم النبی ﷺ

امیر المومنین اور اَسَدُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ان کے خطاب ہیں۔ ٦ نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصرِ اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادرِ رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثُویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابو عمارہ ابو یعلیٰ کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ اُحد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے،

---

[1] [عیون الاثر، باب فضل من شهد بدراً، ما قیل من الشعر فی بدر، ج۱، ص۴۳۶]

جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بُزدلانہ حملہ کیا تھا، شہید ہوئے۔ نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔اُن کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

رَحِمَكَ اللهُ يَا عَمِّ، فَلَقَدْ كُنْتَ وَصُولًا لِلرَّحِمِ، فَعُولًا لِلْخَيْرَاتِ.[1]

چچا، خدا تم پر رحم کرے، تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوہ گین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔ کعب بن شرف (یا عبداللہ بن رواحہ) نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بَكَتْ عَيْنِي وَحُقَّ لِهَا بُكَاؤُهَا، وَمَا يُغْنِي الْبُكَاءُ وَلَا الْعَوِيلُ

میری آنکھ روتی ہے یہ رونا ٹھیک بھی ہے گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں

عَلَى أَسَدِ الْإِلٰهِ غَدَاةَ قَالُوا الِحَمْزَةُ ذَاكُمُ الرَّجُلُ الْقَتِيلُ

رونا اس شیرِ خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی کہ حمزہ مرے پڑے ہیں۔

أُصِيبَ الْمُسْلِمُونَ بِهِ جَمِيعًا هُنَاكَ، وَقَدْ أُصِيبَ بِهِ الرَّسُولُ

سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقع کو مصیبت سمجھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی

أَبَا يَعْلَى لَكَ الْأَرْكَانُ هُدَّتْ، وَأَنْتَ الْمَاجِدُ الْبَرُّ الْوَصُولُ

---

[1]-[المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، حدیث ۴۸۹۴، ج۳، ص۲۱۸]

ابو یعلیٰ (حمزہ) گو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے اور قرابتیوں سے احسان کرنے والے تھے

عَلَيْكَ سَلَامُ رَبِّكَ فِي جِنَانٍ يُخَالِطُهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ

حمزہ پر خدا کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ہیں جہاں کی نعمتوں کو زوال نہیں

أَلَا يَا هَاشِمُ الْأَخْيَارِ صَبْرًا، فَكُلُّ فَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيلٌ

آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ان کے کام تو سبھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔

رَسُولُ اللهِ مُصْطَبِرٌ كَرِيمٌ، بِأَمْرِ اللهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُولُ

برگزیدہ رسولِ خدا سراپا صبر ہیں وہ جب بولتے ہیں تو حکمِ خدا سے بولتے ہیں۔

أَلَا مِنْ مُبْلِغٍ عَنِّي لُؤَيًّا، فَبَعْدَ الْيَوْمِ دَائِمَةٌ تَدُولُ

کوئی ہے جو قریش سے جا کر کہہ دے کہ آج کے بعد تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا۔

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا ذَاقُوا وَقَائِعَنَا بِهَا يَشْفِي الْغَلِيلُ

ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں جن کو سُن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

نَسِيتُمْ ضَرْبَنَا بِقَلِيبِ بَدْرٍ، غَدَاةَ أَتَاكُمُ الْمَوْتُ الْعَجِيلُ

وہ بدر کا کنواں وہ مار وہ ناگہانی موت تم آج بھول گئے؟

غَدَاةَ ثَوَىٰ أَبُو جَهْلٍ صَرِيعًا، عَلَيْهِ الطَّيْرُ حَائِمَةٌ تَجُولُ

جب ابو جہل چاروں شانے چت گرا پڑا تھا گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔

وَعُتْبَةُ وَابْنُهُ خَرَّا جَمِيعًا، وَشَيْبَةُ عَضَّهُ السَّيْفُ الصَّقِيلُ[1]

اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی اسی طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی تکّا بوٹی کر دی تھی۔

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلی۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے، مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو لڑکیاں تھیں: اُمّ الفضل اور اُمامہ۔ ام الفضل دختر حمزہؓ سے ایک حدیث عبداللہ بن شدّاد نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں: ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا، اس کے ایک بیٹی، ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصفا نصف ورثہ دلایا تھا۔

اُمامہ وہی ہے جن کے حقِ حضانت کی بابت حضرت زید اور جعفر طیار اور علی مرتضیٰ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔ حضرت زید کہتے تھے: حمزہ مواخات میں میرے بھائی تھے، اس لیے لڑکی پرورش کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علیؓ کہتے تھے: لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مکہ سے مدینہ تک ہودجِ فاطمہؓ میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیار کہتے تھے کہ لڑکی میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ واقعہ ۶ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ اُمامہؓ کا نکاح ام المومنین ام سلمہؓ کے فرزند سلمہؓ کے ساتھ ہوا تھا۔

---

[1] [الوافی فی الوفیات، بیان ابن عبداللہ بن عمر، ج ۱، ص ۱۸۲۴]

ابو لہب عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے تھے تب ابو لہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا، لوگو! اس کی نہ سنو، دیوانہ ہے۔ ابو لہب جنگ بدر سے ۸ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جثّہ سڑتا رہا، لیکن جب سڑاند ھ سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اُس کی لاش کو لمبی لمبی بلیوں سے چارپائی سے نیچے گرادیا اور دیوار کے اُوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جُثّہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں نار کو مل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو بحالتِ کفر بُری طرح تباہ ہوئے اور دو عتبہ اور معتب عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معتب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔ درّہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب کے نکاح میں آئی۔ عتبہ اور ولید اور ابو مسلم درّہ ہی کے بطن سے ہیں۔ درّہ نے [یہ] حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے:

إِنَّهُ سُئِلَ: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: أَتْقَاهُمُ اللهَ وَأَمَرَّهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلَهُمْ لِرَحِمِهِ.[1]

---

[1] [مسند احمد، ج ٦، ص ٦٨۔ مسند احمد کے محقق شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ 'شریک' کی وجہ سے اس حدیث کی روایت میں ضعف ہے۔]

[آپ ﷺ] سے پوچھا گیا: لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: وہ جسے خدا کا تقویٰ زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا، بُرے کاموں سے روکتا اور قرابت داروں سے سلوک کرتا ہے۔

یہ حدیث بھی درّہ بنت ابی لہب سے مروی ہے: لَا يُؤْذَىٰ حَيٌّ بِمَيِّتٍ[1]

"کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی۔"

عباسؓ عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال آگے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عرب خاتون تھیں جنھوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا لباس پہنایا۔ حضرت عباسؓ جاہلیت میں بھی رئیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقایہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقایہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا)، مگر عمارۃ سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بے ہودہ بات زبان پر نہ لا سکتا تھا۔[2]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے، ان کی مشک بندی زور سے کر دی گئی تھی، جس کی تکلیف سے وہ ہائے پکار کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے سمع مبارک تک آتی

---

[1] [ان الفاظ میں کوئی حدیث تو نہیں ملی، البتہ مسند احمد اور المعجم الکبیر وغیرہ میں اس سے ملتے جلتے مفہوم کی احادیث موجود ہیں۔]

[2] الاستیعاب [ج ۱، ص ۲۴۴]

تھی اور آپ ﷺ اِدھر سے اُدھر کروٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا: حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا: عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سُنی۔ فرمایا: عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی مشک بندی کھول دی ہے۔ فرمایا: جاؤ سب اسیروں کے ساتھ یہی برتاؤ کرو۔

حجاج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس قدیم الاسلام تھے، لیکن انھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکمِ نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبارِ کفار حضور ﷺ تک پہنچایا کرتے اور غریب مسلمانانِ مکّہ کی امداد فرمایا کرتے۔ اظہارِ اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔ اظہارِ اسلام سے پیشتر بیعتِ عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیّت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادر زادوں اور حارث برادرِ خود کا فدیہ انھوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگِ حنین میں حضرت عباسؓ برابر ملتزم رکاب نبوی ﷺ رہے۔ اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حُرمت و عزت فرمایا کرتے اور ارشاد فرماتے: هَذَا عَمِّي وَ صِنْوُ أَبِي[1] (یہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں۔)

حضرت عباسؓ جواد و مطعم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔ انھوں نے ۱۲ رجب (یا رمضان) ۳۲ھ میں بعمر ۸۸ سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے نمازِ جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کے فرزند یہ ہیں: فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمن، اُم حبیب (دختر) یہ سب تو اُم الفضل کے بطن سے

---

[1] [المعجم الکبیر، ج۱۹، ص۲۶۳، باب المیم]

ہیں اور عون بن عباس ایک دوسری ماں سے، اور تمام و کثیر ایک اور ماں سے، اور حارث ایک اور ماں سے ہیں۔

۱- فضل بن عباس سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابوالفضل اور ان کی ماں (لبابۃ الصغریٰ) کی کنیت اُم الفضل انھی کے نام پر ہے۔ یہ غزوۂ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ خلافت صدیقی ۱۳ھ یا فاروقی ۱۸ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی اُم کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسنؓ کے ساتھ پھر ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ نے ان سے روایت کی ہے۔

۲- عبداللہ بن عباس حضرت عباس کے فرزندوں میں سب سے زیادہ مشہور، حبر اُمت اور رِبی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ ۶۸ھ میں ستر سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيلَ الْقُرْاٰن[1] ایک حدیث میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَانْشُرْ مِنْهُ وَاجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ.[2]

---

[1] [بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ذکر ابن عباس، حدیث ۳۵۴۶۔ اس روایت میں، بلکہ کسی بھی روایت میں وتأویل القرآن کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ البتہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں وتأویل الکتاب کے الفاظ مل سکے ہیں۔ دیکھیے: ابن ماجہ، افتتاح الکتاب، باب فضل ابن عباسؓ، حدیث ۱۶۶۔ (مدوّن)]

[2] [حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۳۱۵]

مسروق کہتے ہیں: ابن عباسؓ کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سُن کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کو حاکمِ بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگِ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی خدمت میں مع اپنے فرزندانِ حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار ہیں:

إِنْ يَأْخُذِ اللهُ مِنْ عَيْنَيَّ نُورَهُمَا، فَفِي لِسَانِي وَقَلْبِي مِنْهُمَا نُورٌ

قَلْبِي ذَكِيٌّ، وَعَقْلِي غَيْرُ ذِي دَخَلٍ، وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَّيْفِ مَأْثُورٌ[1]

علوم شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاے عباسیہ انھی کی اولاد ہیں۔ ابن عباسؓ نے ڈیڑھ ہزار سے کچھ زائد احادیث کی روایت کی ہے۔[2] خلفاے بغداد، جن کی حکومت ۱۳۲ھ سے ۶۵۰ھ تک رہی، انھی کی نسل سے تھے۔ عالی جناب والا دودمان نواب صاحب بہاولپور اسی شاخِ عالی سے ہیں۔

---

[1] [الوافی فی الوفیات، ج۱، ص۱۷۵۔ ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو ہماری زبان اور ہمارے دل میں اس کا متبادل نور موجود ہے۔ میرا دل ذکاوت والا اور میری عقل خرابی سے پاک ہے۔ میرے منہ میں تلوار کی طرح اثر ہے۔]

[2] کتاب الفصل لابن حزم، ج۴، ص۱۳۸۔

۳-عبید اللہ بن عباس، یہ اپنے بھائی عبد اللہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰؓ نے ان کو اپنے عہدِ خلافت میں حاکمِ یمن بنایا تھا اور ۳۶ھ و ۳۷ھ میں یعنی دو سال تک حضرت علی مرتضیٰؓ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ اَجْوَدُ النَّاسِ مشہور تھے۔

۴-معبد، عہد نبوی میں پیدا ہوئے اور ۳۵ھ میں بعہدِ خلافت عثمان غنیؓ ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

۵-قثم بن عباس، عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ میں، عبید اللہ اور قثم کھیل رہے تھے، نبی ﷺ وہاں سے گزرے، مجھے آگے اور قثم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا فرمائی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کو اپنے عہدِ خلافت میں حاکمِ مکّہ کر دیا تھا اور شہادتِ مرتضویؓ تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ قثم، سعید بن عثمان غنیؓ کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے، وہیں شہید ہوئے۔ ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

كَمْ صَارِخٍ بِكَ مَكْرُوبٍ، وَصَارِخَةٍ يَدْعُوكَ يَا قُثَمُ الْخَيْرَاتِ يَا قُثَمُ[1]

بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں قثم سخی قثم کو پکارا کرتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبی ﷺ سے یہی الگ ہوئے تھے۔ یعنی لحد مبارک میں حضور ﷺ کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

---

[1] [عیون الاثر، ج ۲، ص ۳۹۰]

۶- کثیر، وفات نبوی ﷺ سے چند ماہ پیشتر ۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہہ، ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (یورپین) تھیں۔

۷- تمام، کثیر کے مادر زاد بھائی، اولادِ عباسؓ میں سب سے چھوٹے ہیں۔ بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علیؓ کی جانب سے حاکمِ مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

۸- عبدالرحمن، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹- اُم حبیب، دخترِ عباسؓ کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان اُم المومنین اُم سلمہؓ کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر عم النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ ۳۴ سال کے تھے جب ان کا انتقال ہوا۔[1] حِلف الفضول[2] کے قیام میں انھوں نے بہت سعی کی تھی۔ اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر شاعر

---

[1] آسان العیون، ج ۱، ص ۱۳۵

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: رحمۃ للعالمین [کی اسی جلد کا صفحہ ۴۵، عنوان: قیامِ امن وانعقادِ انجمنِ حقوقِ انسانی]

فصیح البیان تھے۔اپنے والد کے وصی تھے۔[1] ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں ضُباعہ اور اُم حکم صحابی ہیں۔[2]

عبداللہ ابن زبیرؓ

جنگ اجنادین میں جو بعہدِ خلافتِ صدیق ہوئی، شہید ہوئے تھے۔ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کیسی شجاعت کے بعد انھوں نے جان بجان آفریں دی تھی۔ نبی ﷺ ان کو اِبْنُ عَمِّیْ وَ حِبِّیْ[3] میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] طبقات کبیر، ج ا، [ص ۸۶]

[2] الاستیعاب، [ج ا، ص ۲۷۳]

[3] [الاستیعاب، ج ا، ص ۲۷۳]

عمات النبی ﷺ

اُم حکیم بیضاء عمۃ النبی ﷺ

حضرت عبداللہ وابو طالب وزبیر کی حقیقی بہن ہیں۔ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے جسے حضرت عثمان غنیؓ نے والیِ خراسان بنایا تھا۔اُم حکیم کی دختر اروی ہیں جو عثمان ذوالنورین کی والدہ ہیں۔[1]

امیمہ عمۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔اُم المومنین زینبؓ اور اُم حبیبہؓ اور حمنہؓ دختران اور عبداللہ بن جحشؓ ان کے پسر ہیں۔اُم حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف ہیں۔حمنہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیرؓ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ سے ہوا۔اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے تھے، جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔عبداللہ بن جحش یوم اُحد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

---

[1] الاستیعاب، [ج ا، ص ۲۷۳]، زرقانی۔

عاتکہ عمّۃ النبی ﷺ

انھوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا۔ کافروں نے یہ خواب سُنا تو خوب ہنسی اڑائی، کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں۔ لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اُس نے کوہِ بو قبیس سے ایک پتھر اُٹھایا ہے اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرّہ ذرّہ ریزے ہو گئے۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا۔ البتہ بنو زہرہ کے بچے رہے۔[1] عاتکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

صفیہ عمّۃ النبی ﷺ

امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیّہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجہؓ کے برادرِ حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیرؓ پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یعنی حضرت زبیرؓ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے اور نبی ﷺ کے پھپھیرے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہؓ حضرت حمزہ کی حقیقی بہن ہیں۔ انھوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے اپنی قوتِ ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ اُحد میں دیا تھا۔ حمزہؓ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حُرمت شدہ پایا۔ پھر بھی نہ روئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

---

[1] الاستیعاب ص ۷۲۳۔ [کتاب النساء، ج ۱، ص ۵۷۳] بنو زہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔

برّہ عمّۃ النبی ﷺ

ان کا نکاح عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابو سلمہؓ عبد اللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اوّل ہیں۔ ابو سلمہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارہواں ہے۔ ابو سلمہ کا حال امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

اروىٰ عمّۃ النبی ﷺ

نبی ﷺ کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد اور ابن قیّم نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طُلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اروىٰ خاتون نے کہا: إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَازَرْتَ وَعَضَدْتَ ابْنَ خَالِكَ، لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَىٰ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ لَمَنَعْنَاهُ وَذَبَبْنَا عَنْهُ.[1] تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ بخدا اگر ہم عورتوں کو مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔

اروىٰ نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

أَلَا يَا رَسُولَ اللهِ كُنْتَ رَجَاءَنَا، وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا، وَلَمْ تَكُ جَافِيًا

---

[1] [المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر ابی کبشۃ، ج ۳، ص ۲۶۶]

كَانَّ عَلَىٰ قَلْبِي لِذِكْرِ مُحَمَّدٍ، وَمَا جَمَعَتْ مِنَ النَّبِيِّ الْمَحَاوِيَا[1]

اروی کا نکاح عمیر بن وہیب بن قصی سے ہوا تھا۔ اُن کے فرزند طُلیب قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اوّل میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اوّل ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طُلیب پہلے شخص تھے جنھوں نے راہِ خدا میں خون بہایا۔ بعض کے نزدیک سعدؓ بن ابی وقاص ہیں۔ جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اولاد نہیں چھوڑی۔

عبداللہ والد النبی ﷺ

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منّت مانی تھی کہ اگر خدا تعالیٰ اُسے دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الٰہی کے لیے ذبح کرے گا۔ جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انھوں نے اپنی منّت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا۔ عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاتِ الٰہی کے لیے قربان ہونا منظور کر لیا، لیکن ابو طالب نے اپنے برادرِ شفیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا۔

كَلَّا وَرَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْأَنْصَابِ، مَا ذُبِحَ عَبْدُ اللهِ بِالسِّلْعَابِ

يَا شَيْبُ إِنَّ الرِّيحَ ذُو عِقَابٍ، إِنَّ لَنَا جَرَّهُ فِي الْخِطَابِ

---

[1] سیرت مولوی کرامت علی دہلوی [دوسرا شعر اُن الفاظ میں نہیں ملا جو یہاں درج ہیں۔ تفسیر قرطبی، ج ۴، ص ۲۱۸، تفسیر سورۃ آل عمران، آیت ۱۴۴ میں اس کے الفاظ كَانَّ عَلَىٰ قَلْبِي لِذِكْرِ مُحَمَّدٍ، وَمَا خِفْتُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ الْمَكَارِيَا ہیں۔ المعجم الکبیر، مسند النساء، باب الصاد اور مجمع الزوائد، کتاب علامات النبوۃ، ابواب فی مابعد وفاتہ، باب ۲ میں اس کے الفاظ یہ ہیں: كَانَّ عَلَىٰ قَلْبِي لِفَقْدِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ حُبِّهِ مِنْ بَعْدِ ذَاكَ الْمَكَاوِيَا.

أَخْوَالُ صِدْقٍ كَأُسُودِ الْغَابِ[1]

حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَذَبْحِهِ ابْنًا كَتِمْثَالِ الذَّهَبِ

كُلَّا وَبَيْتِ اللهِ مَسْتُورِ الْحُجُبِ، مَا ذُبِحَ عَبْدُ اللهِ فِينَا بِاللَّعِبِ[2]

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے، اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا، پھر بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسّی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبداللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا، اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منّت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیے۔

---

[1] سیرت مولوی کرامت علی دہلوی [یہ اشعار بھی ہو بہو الفاظ میں کسی ایک جگہ دستیاب نہیں ہو سکے۔ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ان مقامات پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں: سیرت ابن اسحاق، ج ۱، ص ۱۰]

[2] سیرت مولوی کرامت علی دہلوی [یہ اشعار بھی ہو بہو الفاظ میں کسی ایک جگہ دستیاب نہیں ہو سکے۔ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ان مقامات پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں: سیرت ابن اسحاق، ج ۱، ص ۱۰]

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے، لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر وایران، چین وافریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔[1]

عبدالمطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منّت خالص خدائے پاک کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بُت کے لیے نہیں، جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالمطلب کے دل میں حضرت ابراہیمؑ کے اتباع کا شوق پیدا ہوا ہو، اور اس شوق میں مامور وغیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانیٔ فرزند کا حق حاصل ہے۔ اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچایا۔

اس واقعہ سے پیش تر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی، گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعتِ پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر وقیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں دہ چند ترقی ہو جانے سے وارداتِ قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہو گئی ہو گی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یُمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ للعالمین ﷺ بننا تھا، اس کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔

---

[1] نیپال اور برما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے۔ اندرونِ افریقہ میں بھی غالباً موجود ہے۔ (محمد سلیمان)

سردار عبداللہ کی عفّتِ نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرائطی وابن عساکر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مر خثعمیہ نے ان سے اظہارِ محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن اُنھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَبِينَهُ

فَكَيْفَ بِالْأَمْرِ الَّذِي تَبْغِينَهُ يَحْمِي الْكَرِيمُ عِرْضَهُ وَدِينَهُ[1]

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اُس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارہاص نبوت تھا۔ جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیتِ الٰہی اور ماں کے دودھ سے امنِ عامہ کی گھٹی ملی ہو، کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود الافعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں ہوا تھا، جب نبی ﷺ ہنوز شکمِ مادر ہی میں تھے۔

---

[1] الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴۰ [البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۲۰۸]۔ ترجمہ: فعل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لیے اعلان ضروری ہے۔ [پھر وہ کام کیسے ہو، جو تم چاہتی ہو اور اس کے لیے] تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔

سیدہ آمنہ ام النبی ﷺ

نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ان کے والد بنوزہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا وہیب کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سیّد اور مطاع تھا۔ سیدہ آمنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

آبائہا	امہاتہا		
وہب	برہ	بنت	اب: عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی (سلسلہ 5 آباء نبوی) ام: ام حبیب[1] بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (سلسلہ 5 آباء نبوی)
عبد مناف	قیلہ	بنت	اب: دخیر[2] بن غالب بن حارث (من الخزاعہ) ام: سلمیٰ[3] بنت لوی بن غالب (سلسلہ 10 آباء نبوی)
زہرہ	جُمل	بنت	اب: مالک بن قصیہ بن سعد بن ملیح (من الخزاعہ) ام: ----
کلاب	فاطمہ	بنت	اب: سعد بن سیل (من الازد) ام: ظریفہ بن قیس

---

[1] ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف نانی قلابہ بنت الحارث، پرنانی امیمہ بنت مالک، پرنانی کی ماں دُبّ بن ثعلبہ، پرنانی کی نانی عاتکہ بنت تماضر، پرنانی کی پرنانی لیلیٰ بنت عوف بن قصی ہے۔ (ابن سعد)

[2] دخیر کی ماں سلامہ بنت واہب، نانی امینہ بنت قیس بن ربیعہ، پرنانی نجبہ بنت عبید ہے۔

[3] سلمیٰ کی ماں مادیہ بنت کعبہ بن القین ہے۔

اس سلسلہ سے واضح ہو گا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں [برادرِ شقیق] تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت دارِ نورِ نبوی (محمدی ﷺ) بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گر پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔[1]

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا کہ پیٹ کے بچے کا نام احمد رکھنا۔ چنانچہ ماں نے آنحضرت کا نام احمد رکھا اور دادا نے محمد تجویز کیا۔ پس محمد و احمد ﷺ[2] دونوں مبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔ اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہو گا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آنحضرت کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور ﷺ یتیم بچے ہیں، تو سیدہ نے فرمایا تھا:

يَاظِئْرُ سَلِّي عَنِ ابْنِكِ، فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لَهُ شَأْنٌ

اے دایہ! اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔

---

[1] ابن سعد

[2] ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن الحنفیہ روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی مرتضیٰ سے، انھوں نے نبی ﷺ سے کہ حضور ﷺ فرماتے تھے: سُمِّيتُ أَحْمَد۔ یہ روایت مرفوع ہے۔ [مسند احمد ۱/۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۶/۳۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲۱۳]

حلیمہ بچے کو لے کر چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

أُعِيذُهُ بِاللهِ ذِي الْجَلَالِ، مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجِبَالِ

حَتَّى أَرَاهُ حَامِلَ الْحَلَالِ، وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ إِلَى الْمَوَالِي

وَغَيْرِهِمْ مِنْ حَشْوَةِ الرِّجَالِ[1]

دو سال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائی حلیمہ حضور ﷺ کو مکّہ میں لائیں۔ اس وقت مکّہ میں وبائی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور ﷺ کو پھر واپس بھیج دیا۔ پانچ سال کی عمر کے بعد مائی حلیمہ نبی ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو، جس نے تمام دنیا کے سامنے نورِ حقہ روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ ننھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور امّ ایمن[2] لونڈی بھی ساتھ تھی۔ نبی ﷺ جب ۴۷ سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف

---

[1] میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور درماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے والا ہے۔

[2] ام ایمن برکۃ بن ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی لونڈی خادمہ تھیں، نبی ﷺ کو ورثہ میں ملیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے: أُمِّي بَعْدَ أُمِّي ☆- اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ان کا پہلا نکاح عبید الحبشی سے ہوا تھا، جس سے ایمن پیدا ہوا۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا جس سے اسامہ پیدا ہوئے۔ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی اپنے خلافت کے ایام میں ام ایمنؓ کی زیارت کو ان کے گھر

لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے، کہ یہاں ایک لڑکی انیسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی، اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔ اس قلعہ کے اوپر پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے۔ اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی۔

سیدۃ آمنہؓ ایک ماہ قیامِ یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئیں تو مقام 'ابواء، پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا، اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتِ کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر و مادر (ہر دو) کے بار منّت سے سبکدوش رہے۔ سیدہ آمنہؓ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں:

عَفَا جَانِبَ الْبَطْحَاءِ مِنِ ابْنِ هَاشِمٍ وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَأَجَابَهَا وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيرَهُ تَعَاوَرَهُ أَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

فَإِنْ تَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيرَ التَّرَاحُمِ[1]

جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ حنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب نے اپنے قصیدے میں ان کی اس روز کی ثبات، جرأت کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔ ☆- حضور ﷺ کا یہ ارشاد فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے بارے میں منقول ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب کی ماں تھیں۔ دیکھیے: المعجم الکبیر للطبرانی، ۳۵۱/۲۴، المعجم الاوسط ۶۷/۱]

[1] - طبقات ابن سعد، جلد اول۔ ترجمہ: ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی جانب بانگ و خروش کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کہ موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں کوئی

فصل دوم

آل النبی ﷺ

نبی ﷺ کے فرزندانِ نرینہ تین اور دخترانِ طاہرہ چار ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی ﷺ

۱- قاسمؓ

پہلے مولود ہیں جو نبی ﷺ کے گھر میں خدیجہ طاہرہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔ نبی ﷺ کی کنیت 'ابوالقاسم، ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی ﷺ منع فرمایا کرتے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ بعض نے اس نہی کو زمانِ نبوی سے مختص قرار دیا ہے۔

نہ چھوڑا۔ اس کے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھالے چلے اور ازراہِ محبت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے۔ خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں تو شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔

۲-عبداللہؓ

انھی[1] کا لقب طیّب وطاہر ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثتِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انھی کی وفات پر سورۂ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد ﷺ کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور ۴۵:۱۷ حضور ہی کی ثناء میں ہے: ''میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے''۔ زبور ۷۲:۱۷ بھی حضور ﷺ کی شان میں ہے:

''اس کا نام ابد تک باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا، اُس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے۔ ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔'، زبور ۷۲:۱۵ بھی حضور ﷺ ہی کی شان میں ہے: ''اِس کے حق میں سدا دعا ہو گی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔''

انھی بشارات صحف سابقہ اور اعلانِ قرآن مبین کا اثر ہے کہ اُن کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا، جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچاتا۔ لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان و تکبیر، تشہد و صلوٰۃ، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

---

[1] میرا ذاتی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب 'طیب' نبی ﷺ کی جانب سے تھا اور لقب 'طاہر' سیدہ خدیجہؓ کی جانب سے۔ (مصنف)

۳-ابراہیمؓ

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع نے، جو سلمیٰ دایہ کا شوہر تھا، نبی ﷺ کے حضور پہنچائی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمن کے نام پر 'ابراہیم' رکھا۔ اُم بردہ بنت المنذر بن زید الانصاریہ نے، جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں، ان کو دودھ پلایا۔ نبی ﷺ نے اُمّ بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔

سیدنا ابراہیمؑ کے ابھی ایامِ رضاعت باقی تھے کہ حوریانِ فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کو خلدِ برین جا سدھارے۔ نبی ﷺ نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو گود میں اُٹھایا اور زبان سے فرمایا: يَا إِبْرَاهِيمُ لَا نُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا[1] ابراہیم حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: لَوْلَا أَنَّهُ أَمْرُ حَقٍّ، وَوَعْدُ صِدْقٍ، وَأَنَّ آخِرَنَا سَيَلْحَقُ أَوَّلَنَا، لَحَزِنَّا عَلَيْكَ حُزْنًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا، وَإِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ. تَبْكِي الْعَيْنُ، وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ[2] ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے، دل میں غم ہے، مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔

---

[1] [مسند عبد بن حمید، ج۱، ص۳۰۹]

[2] [السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۴، ص۶۹]

اتفاق یہ ہوا کہ جس روز سیدنا ابراہیمؑ کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔[1] قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف وخسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے' اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیمؑ کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو یہ خطبہ دیا:

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰکِنَّھُمَا اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَصَلُّوْا[2] سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔

انس بن مالکؓ کہتے ہیں: قَدْ کَانَ مَلَاءَ مَھْدَہٗ وَلَوْ بَقِیَ لَکَانَ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ لَّمْ یَکُنْ لِیَبْقٰی لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ(ﷺ)[3] ابراہیمؑ سے پنگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا، اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا مگر زندہ کیسے رہتا، ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ تو آخری نبی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری عن المغیرۃ، کتاب الکسوف، [باب الصلاۃ فی الکسوف، حدیث ۹۹۶]

[2] صحیح بخاری عن ابن مسعود، کتاب الکسوف، [باب الصلاۃ فی الکسوف، حدیث ۹۹۷۔ متن کے الفاظ سنن البیہقی کے ہیں، جو بخاری کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں، مگر بخاری کے محولہ بالا مقام پر الفاظ اس سے مختلف ہیں۔ (مدوّن)]

[3] [کشف الخفاء، ج ۲، ص ۱۰۹۷]

ابن ابی اوفیؓ کے الفاظ ہیں: مَاتَ وَهُوَ صَغِيْرٌ وَلَوْ قُدِّرَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ لَعَاشَ وَلٰكِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ [1] وہ بچپن ہی میں مر گیا، اگر تقدیر الٰہی میں یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن حضور ﷺ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔

سیدنا ابراہیمؑ کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے ہم عصر شاہِ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا، اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہِ مصر نے ماریہ خاتون کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اِس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہم عہد بُت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی۔ باشندگانِ مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعے سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤدؑ کی معرفت دی گئی تھی:

بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں، بلکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے [2] ہاتھ کھڑی ہے۔ (زبور ۹:۴۵)

---

[1] [ابْنُ مَاجَهْ، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، حدیث ۱۵۱۰۔ باختلاف الفاظ]۔

[2] داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ملکِ یمین کا ترجمہ ہے۔ سب مؤرخین ماریہ خاتون کو ملکِ یمین بتاتے ہیں۔ پیشین گوئی بالا میں پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملکِ یمین کی شان میں ہو گا۔

نیز یہ بشارت پوری ہوئی: ترسیس[1] اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیے گزرانیں گے۔ (زبور ۷۲:۱۰)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقدی اور ابن سعد نے ولادت ابراہیم ۸ھ اور وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ تحریر کی ہے۔ اس پر ان کا بھی اتفاق ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ وسال اور علیٰ ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح صرف اس قدر ہے کہ ۱۰ھ میں وفات پائی اور اس روز کسوف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں ۱۰ ہجری کے ساتھ تاریخ ۲۸ یا ۲۹ غالباً بتائی ہے، مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے کسوف کو اٰیَۃٌ مِّنَ الاٰیات فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے تصحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو ۱۰ھ کا سورج گرہن ۲۹ شوال بروز دوشنبہ مطابق ۲۷/۳۰ جنوری ۶۳۲ء ثابت ہوا۔ انڈین کرونالج اور انڈین آئے رار کننگھم اور انڈین کلینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز ۲۸ شوال تھی۔ عرب کے حساب سے ۲۹ ہو سکتی ہے اور اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ کے ص ۱۰ پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات ۲۹ شوال ۱۰ھ محقق ہو گئی تو امام بخاریؒ کی روایت عن عائشہ صدیقہؓ اور مسند امام احمد کی روایت عن جابرؓ پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر ۱۷ یا ۱۸ ماہ اور مسند میں پورے ۱۸ ماہ بیان کی گئی ہے۔ پس ان روایات صحیحہ سے زمانۂ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ ۱۸

---

[1] ۔ ترسیس صوبہ حلب کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سبا سے ملک یمن کی آباد قومیں اور سیبا سے ملک مصر کی آباد قومیں مراد ہیں۔ غور کرو، ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔

ماہ پہلے کے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاولیٰ ۹ھ آئے گا۔ یہی مہینہ ولادت سیدا براہیمؑ کا ہوا۔ اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے، جو سیدنا ابراہیمؑ کی عمر اور تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انسؓ میں ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول اُن کے سامنے ہوا تھا۔ اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورۂ کوثر کا نزول مکرر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیمؑ کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیمؑ کی وفات پر منصب نبوت کی شان کو بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے بچہ کو گود میں اٹھایا تو لَا نُغْنِيَ عَنْكَ شَيْئًا (اے ابراہیم! ہم تیرے کچھ بھی کام نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم توحید دی ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاحِ عقیدۂ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غمِ فرزند پر غالب آجاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں، جب [کہ] عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غمزدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

اس بیان کے خاتمے پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں جس سے ۲۳ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ عہدِ نبوت میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علما کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی جن میں صلوٰۃ کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول کسوف شمس بست وسہ سالہ عہدِ نبوت محمدیہ ﷺ

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
.1	9	4	609	28	4	40میلادنبوی
.2	23	7	613	29	9	44میلادنبوی
.3	21	5	616	28	8	47میلادنبوی
.4	14	11	616	28	2	48میلادنبوی
.5	4	11	617	28	2	49میلادنبوی
.6	31	3	618	28	7	49میلادنبوی
.7	24	10	618	28	2	50میلادنبوی
.8	9	3	620	28	7	51میلادنبوی
.9	2	9	620	28	1	52میلادنبوی
.10	27	12	623	28	6	2ھ
.11	15	12	624	28	6	3ھ
.12	26	10	626	29	5	5ھ
.13	21	4	627	28	11	5ھ
.14	15	10	627	28	5	6ھ
.15	9	4	628	28	11	6ھ
.16	3	10	628	28	5	7ھ
.17	13	8	630	28	4	9ھ

.18	7	2	631	29	10	9ھ
.19	27	1	632	[1]28	10	10ھ یوم ولادت ابراہیمؓ

(ب) بنات النبی ﷺ

نبی ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں۔ چاروں خدیجۃ الکبریٰ کے بطنِ طاہرہ سے ہیں[2] اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

۱-زینبؓ جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولادِ النبی ﷺ سے بڑی ہیں۔

۲-رقیہؓ جو زینب سے چھوٹی ہیں۔

۳-امّ کلثومؓ جو رقیہؓ سے چھوٹی ہیں۔

۴-فاطمہؓ جو ام کلثومؓ سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں ۳ یا ۳ سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ۔ (الاحزاب ۳۳:۵۹)

---

[1] ۲۸ شوال ۱۰ھ کے بعد کوئی کسوف بحیاتِ نبوی ﷺ واقع نہیں ہوا۔

[2] اصول کافی، ص ۲۷۸، نول کشور الشیخ ابی جعفر محمد بن محمد بن یعقوب الکلینی الرازی، التوفی شعبان ۳۲۹ھ

آیت بالا نے عہد نبوی ﷺ کی مومنات کو تین اقسام پر منقسم فرمایا: (۱) ازواج النبی (۲) بنات النبی (۳) نساء المومنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الاحزاب ۵:۳۳) اُن کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔ یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی ابنیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت ۵ میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اُس کے اصل باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورۃ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اُس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلامِ محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الٰہی کے سامنے قیاس انسانی [کی] کیا منزلت؟ مع ہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآنِ پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب[1] استعمال کیا ہے، لفظ بنات نہیں۔ الغرض کلام اللہ

---

[1] نبی ﷺ کے ربائب میں ام المؤمنین ام سلمہؓ کی لڑکیاں: درہ، زینب، ام کلثوم، اور ام المؤمنین ام حبیبہؓ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المؤمنین

کے لفظ بَنَاتِكَ نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرما دی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جداگانہ ذکر کرتے ہیں۔

۱-سیدہ زینبؓ

جب سیدہ زینبؓ پیدا ہوئیں تو اُس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجہ الکبریٰؓ کے سامنے ہوا تھا۔ سیدہ زینبؓ اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئی تھیں، مگر ابوالعاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبداللہ بن جبیر بن نعمان انصاریؓ نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینبؓ نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجۃ الکبریٰؓ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے ایام نبوت میں کافرانِ مکہ نے ابوالعاص کو بہت اُکسایا کہ وہ زینبؓ کو طلاق دے دے، مگر اُس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابوالعاص کے اس فعل کی توصیف شکر گزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔ ابوالعاص نے اسیرئ بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینبؓ کو ہجرت کی اجازت دے دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد

ام سلمہؓ کا نکاح نبی ﷺ سے ۴ھ میں ہوا ہے اور ام المؤمنین ام حبیبہؓ کا نکاح ۶ھ میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب ہونے کا درجہ ۴ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینبؓ بنت النبی ﷺ کا مذکور جنگ بدر کے (جو ۲ ہجری میں ہوئی) فدیہ اسیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثومؓ و رُقیہؓ بنات النبی ﷺ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ اعمال میں آتا ہے۔ پھر ان ہر سہ بنات النبی ﷺ کا انتقال حیات نبوی میں ہوا۔ مگر مذکور بالا ربائب ارتحال نبوی کے بعد دیر تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں، جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔ فقط

مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینبؓ کی مزاحمت ہبار بن الاسود[1] نے نیزہ تان کر کی تھی۔اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے اُن کی منقبت میں فرمایا ہے: هِيَ اَفْضَلُ بَنَاتِيْ اُصِيْبَتْ فِيَّ[2] یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے۔ میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔ ابوالعاص کو سیدہ زینبؓ سے بہت محبت تھی، اُن کی مدح میں ابوالعاص کے یہ دو شعر ہیں:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا رَكِبَتْ أَرْمًا فَقُلْتُ سُقْيًا لِشَخْصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا

بِنْتَ الْأَمِيْنِ جَزَاهَا اللهُ صَالِحَةً وَكُلُّ بَعْلٍ سَيُثْنِي بِالَّذِي عَلِمَا

ابوالعاص ۶ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابوبصیر و ابوجندل کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جُرم میں قریش کی قید میں رَہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے۔[4] اس قافلہ کا تمام

---

[1] ہبارؓ بن الاسود فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کا مندرجہ بالا جرم معاف فرما دیا تھا۔

[2] زرقانی، ج۳، ص۱۹۵، بروایت طحاوی، حاکم [فی المستدرک، ج۲، ص۲۱۹۔ ج۴، ص۴۶-۴۷]

[3] مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز و شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالح ہے اور ایک شوہر اپنی اس بیوی کی تعریف ہی کرے گا جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں۔

[4] ابوبصیرؓ قرشی تھے۔ اسلام لائے [تو] قریش نے نبی ﷺ سے زیر معاہدہ حدیبیہ ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راہ میں سے بھاگ گئے اور ابوجندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابوجندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان بابت واپسی سامان ابوالعاص پہنچا، تب یہ (ابوبصیر) بستر مرگ پر تھے۔ نامۂ نبوی ﷺ ہاتھ میں لیا، اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اسی پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابوجندل کا حال رحمۃ للعالمین [کی اسی جلد کے صفحہ ۲۴۶ پر، باب پنجم کے حاشیہ ۳۲ میں] ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں وہ غازیان شام میں شامل تھے۔

سامان ضبط کر لیا، مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینبؓ کی یہ آواز مسلمانوں کے کانوں میں پڑی: اِنِّیْ قَدْ اَجَرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِیْعِ [1] میں ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔

یہ آواز اُس وقت سُنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! تم نے بھی کچھ سُنا، جو میں نے سنا ہے؟ سب نے عرض کی ہاں۔ فرمایا: اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ کَانَ حَتّٰی سَمِعْتُ مِنْہُ مَا سَمِعْتُمْ اِنَّہٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاھُمْ [2] بخدا! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سُنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا: اَیْ بُنَیَّۃُ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ وَلَا یَخْلِصَنَّ اِلَیْکِ فَاِنَّکِ لَا تَحِلِّیْنَ لَہٗ [3] بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو، تو اُسے حلال نہیں۔

سیدہ زینبؓ نے عرض کیا کہ وہ تو مالِ قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی: اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ مِنَّا بِحَیْثُ عَلِمْتُمْ وَقَدْ اَصَبْتُمْ لَہٗ مَالًا وَھُوَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ

---

[1] [المستدرک للحاکم، ج۳، ص۲۶۲]

[2] [ایضاً]

[3] [ایضاً]

عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكُمْ، وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرُدُّوْا اِلَيْهِ مَالَهُ الَّذِیْ لَهُ وَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِهٖ[1] اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہو تو یہ دادِ الٰہی ہے مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کروگے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسّی بھی واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ رہ گیا ہو تو بتا دے۔ سب نے کہا: خدا تجھے جزائے خیر دے، تم تو وَفی و کریم نکلے۔ تب ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی۔ تو میں خلعتِ اسلام سے ملبّس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاح اوّل ہی پر سیدہ زینبؓ کو ابوالعاص کے گھر رخصت کر دیا۔

سیدہ زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا، ان کے غسل میّت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ اُمّ سلیطؓ نے بیان کی ہے۔ یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔[2]

ابوالعاص نے بماہ ذی الحجہ ۱۲ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرد البطحاء تھا۔ سیدہ زینبؓ کے بطن سے ایک فرزند علی ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

---

[1] [المعجم الکبیر للطبرانی، جزء ۲۲، ص ۴۲۶، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۴۶]

[2] [یہ روایت صحیحین میں نہیں ملی۔ (مدون)]

علیؓ سبط الرسول ﷺ کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے اُن کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور ﷺ کے ردیف تھے۔ ہنوز عنفوانِ بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیّین ہوئے۔ صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زیدؓ میں ہے: ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور ﷺ کو بلا رہی ہیں اور اُن کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا: جاؤ لڑکی سے کہہ دو: اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى[1]

خدا ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر وشکیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا: وہ حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ نبی ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہؓ اور معاذ بن جبلؓ بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول ہی کی وفات کے متعلق ہے۔

امامہؓ نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں، جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم ونسائی وابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ فرمایا ہے۔ سیدہ فاطمہ بتولؓ نے علی مرتضیٰؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس

---

[1] بخاری کتاب التوحید، باب دوم، حدیث ۶۹۴۲

وصیت پر عمل کیا گیا۔ پھر جب علی مرتضیٰؓ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہؓ کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حارث عم النبی ﷺ کے پوتے تھے، کر لیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المومنین حسنؓ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہؓ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یحییٰ نام تھا۔ یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

۲-سیدہ رقیہؓ

نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کی ۳۳ سالہ عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکّہ ہی میں حضرت عثمان بن عفانؓ[1] سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی۔

---

[1] حضرت عثمانؓ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی (دیکھو: نسب نامہ نبوی سلسلہ ۵) ان کی نانی ام حکیم بیضاء ہیں، جو نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ان دس میں سے ہیں جن کو نبی ﷺ نے بشارت جنت نام بنام دی تھی۔ نیز ان چھ میں سے ہیں جن کو عمر فاروقؓ نے اپنی وصیت میں شایانِ خلافت بتایا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان (جس کا مہتم بالشان ذکر قرآن مجید میں ہے) کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضور کے سفیر عثمانؓ کے ساتھ بد سلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ بتا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نظارہ کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا: عثمانؓ کے لیے نبی ﷺ کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حضرت عثمانؓ نہایت فیاض تھے اور جہاد بالمال میں سب صحابہ سے پیش پیش رہتے تھے۔ مدینہ میں بیر رومہ کا نصف بارہ ہزار میں پھر باقی اٹھارہ ہزار درہم میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقف کیا تھا۔ غزوہ تبوک میں ایک ہزار شتر اور ستر گھوڑے مع ساز و سامان دیے تھے۔ نقد چندہ اس کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں وہ کیمپ افسر تھے۔ لشکر غطفان کو یہود سے علیحدہ رکھنے اور شامل نہ ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی۔ حضرت عثمانؓ شنبہ غرہ محرم ۲۴ھ کو خلیفہ اور امیر المؤمنین ہوئے اور ۱۷ ذی الحجہ جمعہ ۳۵ھ کو اپنے ہی گھر میں دار الہجرۃ مدینہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ اس وقت ۸۷ سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت علی مرتضیٰؓ کو مسجد میں پہنچی تو انھوں نے فرمایا: تَبًّا لَكُمْ

آخِرَ الدَّهْرِ (اب تم پر ہمیشہ تباہی ہی آئے گی۔) علی مرتضیٰؓ ہی کا ارشاد ہے: مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِينِ عُثْمَانَ، فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الْإِيمَانِ (جو کوئی عثمانؓ کے دین سے بیزار ہے وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔(الاستیعاب) حضرت عثمانؓ کو مصر وغیرہ کے نو مسلم قبائل نے شہید کیا تھا۔ اس قوم کے باغی نے حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ وہ باغیوں کے مطالبات حضرت عثمان تک پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علیؓ نے جو تقریر فرمائی اس کے فقرات یہ ہیں:

وَ اللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ، مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ، وَلَا أَدُلُّكَ عَلَىٰ أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ، إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ، مَا سَبَقْنَاكَ إِلَىٰ شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ، وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَ، هُوَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا، وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ كَمَا صَحِبْنَاهُ، وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَىٰ بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا، وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا. (نہج البلاغۃ، ص۱۳۵، چاپ دار السلطنت، تبریز، ۱۲۷۶ھ)

بخدا! میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا علم ہم کو ہے اتنا آپ کو ہے۔ ہم کو آپ پر کسی شے میں سبقت نہیں جس کی خبر آپ کو دے سکیں۔ ہم نے آپ سے علیحدہ کچھ نہیں سیکھا جس کی اب تبلیغ کر سکیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے دیکھا۔ جو ہم نے سنا وہ آپ نے سنا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابو بکرؓ و عمرؓ بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ صحابی نے، جن کو قرآن مجید میں عالم علم الکتاب بتایا گیا ہے، فرقہ باغیہ سے فرمادیا تھا کہ اگر تم نے عثمانؓ مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں تلوار چلتی رہے گی۔ اس وقت اس ارشاد کی وقعت نہ کی گئی، لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہل اسلام میں ہوئے وہ اسی گناہِ عظیم کی شامت ہیں کہ خلافت عظمیٰ اور حرم نبوی ﷺ اور شہر الحرام کی حرمات کو برباد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی بغاوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

امیر المؤمنین عثمانؓ کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ مراد کا ہے جس قبیلے سے ابن ملجم شقی قاتل امیر المؤمنین علی مرتضیٰؓ عنہ تھا۔ جب عثمانؓ شہید پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے ان کے نیزہ لگایا گیا، خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ پر خون کے چھینٹے گرے۔ (تاریخ شاہد ہے کہ یہ پیشین گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔) امیر المؤمنین عثمانؓ شہید مظلوم بلحاظ خلافت بڑے

اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہؓ و عثمانؓ ہیں۔) اس نکاح پر سعدیٰ بنت کرز العبشیہ صحابیہؓ کے یہ اشعار ہیں:

ھَدَی اللّٰہُ عُثْمَانَ الصَّفِیَّ بِقَوْلِہٖ فَأَرْشَدَہٗ وَاللّٰہُ یَھْدِی إِلَی الْحَقِّ

فَبَایَعَ بِالرَّأْیِ السَّدِیدِ مُحَمَّدًا وَکَانَ ابْنُ أَرْوَیٰ لَا یَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ[1]

وَأَنْکَحَہُ الْمَبْعُوثُ إِحْدَیٰ بَنَاتِہٖ فَکَانَ کَبَدْرٍ مَازَجَ الشَّمْسَ فِی الْأُفُقِ

کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے، اس پر اس جامع قرآن کا احسان ہے۔ بلحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام [میں] ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔ مشرق میں علاقہ جات: خراسان، ماوراء النہر، ترکستان، سندھ، اور کابل، مغرب میں: سوڈان، سکندریہ، مراکو، تیونس، طرابلس، الغرب فتح ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے بحری بیڑا بنایا جس سے ہرقل کے بیڑے کو تباہ کیا اور پھر بڑے آباد جزائر فتح کیے۔ قبرص، کریٹ، مالٹا وغیرہ انھی کے فتح کردہ جزیرے ہیں۔ نبی ﷺ کے شاعر خاص کعب بن مالک کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

یَا قَاتَلَ اللّٰہ قَوْمًا کَانَ أَمْرُھُمْ قَتْلَ الْإِمَامِ الزَّکِیِّ الطَّیِّبِ الرَّدَنِ

مَا قَتَلُوْہُ عَلٰی ذَنْبٍ أَلَمَّ بِہٖ إِلَّا الَّذِی نَطَقُوا زُورًا وَلَمْ یَکُنْ

ہندوستان میں عثمان شہیدؓ کی نسل کثیر پائی جاتی ہے اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شمس العلما مولوی رحمت اللہ مہاجر (مصنف ازالۃ الاوہام وغیرہ) اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسی دودمان عالی سے ہیں۔ (محمد سلیمان)

[1] [عثمان بن عفان، ج ۱، ص ۲۱۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی حضرت عثمانؓ کو جو چنے ہوئے ہیں۔ اللہ نے اپنے ارشاد مبارک سے ان کو راستہ دکھایا، اور اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ انھوں نے درست طریقے پر محمد ﷺ سے بیعت کرلی۔ وہ اروی کے بیٹے ہیں حق سے باز نہیں آتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنی ایک بیٹی نکاح کردی۔ وہ چودھویں کے چاند کی طرح تھے جو افق میں سورج کے ساتھ مل جائے۔ اے ہاشمیوں کے بیٹے، میری جان آپ پر قربان ہو، آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں جو مخلوق میں بھیجے گئے ہیں۔]

فِدَاؤُكَ يَا ابْنَ الْهَاشِمِيِّينَ مُهْجَتِي فَأَنْتَ أَمِينُ اللهِ أُرْسِلْتَ فِي الْخَلْقِ

سیدہ رقیہ وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لیے شاہراہِ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

اِنَّهُمَا لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوْطٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ [1]

لوطؑ وابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنھوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے۔

سیدہ رقیہؓ کے ۲ھ میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہوا۔ نبی ﷺ جب جنگ بدر کو تشریف لے جارہے تھے اُس وقت سیدہ صاحبِ فراش تھیں۔ نبی ﷺ نے اُن کی تیمارداری کے لیے عثمان غنیؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہؓ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اُس وقت سیدہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ عمر بوقتِ وفات اکیس سال تھی۔ سیدہ کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔ عبداللہ سبطِ رسول ﷺ اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ اُن کی عمر چھ سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری، زخم پک گیا، آخر یہ والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جاسویا۔

---

[1] [المستدرک، ج۴، ص۵۰، حدیث ۶۸۴۹]

۳-سیدہ اُم کلثومؓ

نبی ﷺ کی تیسری دختر ہیں۔ ۳ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذُوالنُّورَین کا خطاب ملا، کیوں کہ ختمیت پناہی ﷺ کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینۂ قلب بنائے گئے۔ امّ کلثومؓ کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا: یہ جبریلؑ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دُوں۔[1]

جن دنوں سیدہ رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا، انھی دنوں عمر فاروقؓ کی دختر حفصہؓ بھی بیوہ ہو گئی تھیں۔ عمر فاروقؓ نے عثمان غنیؓ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا۔ عمر فاروقؓ نے اپنے رنج کا اظہار نبی ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اَلَا اَدُلُّ عُثْمَانَ عَلٰی مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْهَا وَاَدُلُّهَا عَلٰی مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهَا مِنْ عُثْمَانَ[2] عثمان کو حفصہ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر ملے گا۔ اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروقؓ کو اُمّ المومنین ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمانِ غنیؓ کو ذوالنورین بننے کی عزت حاصل ہوئی۔

---

[1] اخرجہ الحاکم [المستدرک، ج۴، ص۵۴، حدیث ۶۸۶۰]، ازالۃ الخفاء، ص۲۲۳

[2] [مصنف ابن ابی شیبہ، جزء۶، ص۳۶۵]

سیدہ امّ کلثومؓ کے اولاد نہیں ہوئی۔ ۹ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰؓ و فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے مراسم تدفین پورے کیے۔ صحیح بخاری میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ امّ کلثومؓ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔[1]

۴-سیدۃ نساء العالمین فاطمہؓ

[فاطمہؓ] خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ ان کی ولادت غالباً نبی ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔[2] سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن [ابی] معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور ﷺ کی پیٹھ پر لا رکھی۔ حضور ﷺ اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ آئیں۔ انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرادیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔[3]

---

[1] [بخاری، کتاب الجنائز، باب ۳۲، حدیث ۱۲۲۵، باب ۷۰، حدیث ۱۲۷۷]

[2] الاستیعاب، واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ سنہ ۵ نبوت بتائی ہے اور عمر بوقت وفات ۱۸ سال ۷۵ یوم، جس میں سے ۷۵ یوم بعد از وفات نبوی ﷺ تھے۔ ولادت امام حسن ۲ھ بتائی ہے۔ اندریں صورت عمر سیدہ بوقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے۔ اور اگر ولادت امام حسن ۳ھ مان لی جائے، جیسا کہ اسی کتاب کی دوسری روایت ہے، تب عمر سیدہ ۱۱ سال ہوگی۔ اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی۔ مدائنی نے ولادت سیدہ ۵ سال قبل از نبوت اور عمر بوقت وفات ۲۹ سال تحریر کی ہے۔

[3] صحیح بخاری، [کتاب فضائل الصحابۃ]، بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ [حدیث ۳۶۴۱]

علی مرتضیٰؓ کے ساتھ سیدہؓ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد اُحد سے پہلے ہوا تھا۔ جنگ اُحد میں سیدہؓ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے۔ سیدہؓ میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ اس وقت حضور ﷺ غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہؓ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر اُس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔[1]

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہؓ بیمار ہوئیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی! کیا حال ہے؟ انھوں نے فرمایا: مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: يَا بُنَيَّةُ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنَّكِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ؟ قَالَتْ: يَا أَبَتِ! فَأَيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ؟ قَالَ: تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا، وَأَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكِ. أَمَا وَاللهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء عالمین کی سیدہ ہو؟ فاطمہؓ نے فرمایا: باواجان! مریمؑ کدھر گئیں۔ فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔

ابی ثعلبہ الخشنی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے۔ دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ پھر

---

[1] صحیح مسلم، [کتاب الجہاد والسیر، باب] غزوۃ اُحد، [حدیث ۱۷۹۰]

[2] [حلیۃ الاولیاء، جزء ۲، ص ۴۲]

اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ نساء اہل الجنۃ کی سردار مریمؑ پھر فاطمہؓ پھر خدیجہؓ پھر آسیہ سلام علیہا زنِ فرعون ہیں۔[1]

ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں: فاطمہؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ آگے بڑھتے، پیشانی پر بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔ امّ المومنین عائشہؓ ہی سے روایت ہے: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ.[2] میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔

امّ المومنین عائشہؓ سے جمیع بن عمیر صحابی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارا کون تھا؟ عائشہؓ نے کہا: 'فاطمہ'۔ انھوں نے پوچھا کہ مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: 'شوہر فاطمہ'۔ اور یہ بھی بتایا کہ علیؓ تو بڑے صوام و قوام تھے۔[3]

---

[1] [المعجم الکبیر، جزء۲۳، ص۷، المعجم الاوسط، جزء۲، ص۲۳۔ اسی مفہوم میں ملاحظہ ہو: صحیح ابن حبان، جزء۱۵، ص۴۷۰، المستدرک، ج۲، ص۶۵۰]

[2] [المستدرک، جزء۳، ص۱۷۵]

[3] صحیح ترمذی، [ابواب المناقب، باب فضل فاطمہ بنت محمد، حدیث ۳۸۷۴]۔ اِنْ كَانَ علمته کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال جواب بعد از وفات علی مرتضیٰ ہوئے تھے۔ ام المؤمنین کو دیکھو کہ وہ سائل کو کس طرح حضرت سیدہؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو أَحَبُّ النَّاسِ إِلَىَّ رَسُولِ اللهِ ظاہر کرتی ہیں۔

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں، جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا رہتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے تو حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے، تمہیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: یہ بہت ہی خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد و عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تب تو اور علیؓ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔[1]

حضرت سیدہؓ کی وفات شب سہ شنبہ ۳ر مضان المبارک ۱۱ ہجری کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکر صدیقؓ اور علی مرتضیٰؓ نے ان کو غسل دیا۔[2] حضرت عباسؓ یا حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جا ملیں۔

سیدہ کی عمرؓ کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام بن عبد الملک کے پاس حضرت عبد اللہ بن حسن بن امام حسنؓ آئے۔ وہاں کلبی پہلے سے موجود تھا۔ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہؓ کی عمر کیا تھی؟ عبد اللہ نے کہا: تیس سال۔ کلبی نے کہا: پینتیس سال۔ ہشام نے کہا: ابو محمد سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سر بر آوردہ ہے، کیا کہتا

---

[1] [البیہقی، فی السنن الکبریٰ، جزء ۴، ص ۳۵]

[2] الاستیعاب۔ بَيَانُ سَلْمَى خَادِمِ رَسُولِ اللهِ فِي غُسْلِ السَّيِّدَةِ. وَسَلْمَى خَادِمُ رَسُولِ اللهِ مَوْلَاةُ صَفِيَّةَ بِنْتِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بھی شامل تھیں۔ [عربی میں 'خادم' مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے (مدوّن)]

ہے؟ انھوں نے کہا: میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجیے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجیے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ کو بلایا، اُن کے کان میں کچھ بات کی تو وہ رو پڑیں۔ پھر ان کو بلایا اور سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ وہ کیا باتیں تھیں؟ فاطمہؓ نے کہا: پہلے مجھے بتایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر بتایا کہ میں (فاطمہ) حضور ﷺ کو خاندان کے سب اشخاص میں پہلے جاملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔[1]

وفاتِ نبوی پر سیدہؓ کے اشعار ہیں:

اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا وَغَابَ مُذْ غِبْتَ عَنَّا الْوَحْيُ وَالْكُتُبُ

ہماری محرومی حضور ﷺ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا جب سے آپ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلامِ الٰہی کا انقطاع ہو گیا۔

فَلَيْتَ قَبْلَكَ كَانَ الْمَوْتُ صَادَفَنَا لَمَّا نُعِيْتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُثُبُ

---

[1] صحیح بخاری، باب مناقب فاطمہ۔ [مصنفؒ نے اندازے سے حوالہ دیا ہے جو درست نہیں ہے۔ بخاری نے کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب فاطمہ میں ایک حدیث نقل کی ہے اور وہ یہ ہے: فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي متن میں مذکور حدیث کا درست حوالہ یہ ہے: کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث ۳۴۲۶]

کاش! حضور ﷺ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور ﷺ کو پوشیدہ کر دیا تھا، ہمیں موت آجاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔[1]

سیدہ فاطمہؓ کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذرّیت چلی اور ان ہی کی ذرّیت سے ائمۃ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ سیدہؓ کے بطنِ اطہر سے امام حسنؓ، امام حسینؓ، سیدہ اُم کلثومؓ، سیدہ زینبؓ پیدا ہوئیں۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے حالات علیحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

سیدہ امّ کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح عمر فاروقؓ سے ہوا۔ چالیس ہزار درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کے ہاں زید اور رقیہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروقؓ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا۔

زید بن عمرؓ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز اُن کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰؓ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زیدؓ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا۔ ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر رہگرائے عالمِ بقا ہوئے۔

سیدہ زینب بنت فاطمہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدانِ کربلا میں اپنے برادرِ مکرم امام مفخّم حسینؓ کے ہمراہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر واستقامت سے

---

[1] از کتاب حسن الصحابۃ

جملہ مصائب کو برداشت کیا۔ اہل بیت حسینؓ کی حضانت فرمائی اور اعداء اشقیاء کو خوب جواب دیے۔ان کے فرزند عدی بن عبداللہ بن جعفر بھی میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساءالعالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھادیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے۔ جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغر سنی میں ہو گیا تھا،اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملے۔

سیدہ فاطمہؓ کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔[1] بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تب یہ جگہ شامل مسجد نبوی ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔امام حسنؓ،امام زین العابدینؒ اور حضرت عباسؓ عم الرسول ﷺ کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ ۳۰۴ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هٰذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنتِ الرَّسُوْلِ ﷺ

مرویّات

۱-نسائی نے ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبی ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے۔ نبی ﷺ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس

---

[1] اس پر مکمل بحث میرے سفر نامہ حجاز میں ملے گی۔[مؤلف]

چلے آئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خرید اور اُسے راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمد للہ فرمایا۔

۲- فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدّہ فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیے اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے۔ رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدّہ کو نہیں دیکھا۔

۳- ایک نہایت صحیح حدیث، جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا: میں تجھ سے فاطمہؓ بنت الرسول ﷺ کی ایک بات کہوں جو سارے کنبہ میں بھی نبی ﷺ کو بہت پیاری تھیں؟ ابن الواحد نے کہا: ہاں! علیؓ نے کہا: فاطمہؓ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ پانی کے لیے مشک اُٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھی ایام میں نبی ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہؓ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا، مل نہ سکیں۔ اگلے روز نبی ﷺ خود آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی؟ فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور ﷺ کو بتاتا ہوں۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اُٹھاتے اُٹھاتے گردن پر۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی اُن سے کہا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس جائیں، خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اتَّقِي اللهَ يَا فَاطِمَةُ، وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ، وَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَ كَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَذَلِكَ مِائَةٌ، هِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ[1].

اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو۔ فرائض الٰہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو، تب ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: رَضِيتُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ میں خدا سے اور رسولِ خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: وَلَمْ يُخْدِمْهَا۔ فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے کنبہ کی معیشت، سیدہ فاطمہؓ کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے اَحبّ اہل کے لیے دنیا و اموالِ دنیا سے علیحدگی و براءت بخوبی آشکارا ہوتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

---

[1] عربی زبان میں لفظ خادم مذکر و مؤنث دونوں پر آتا ہے۔ مراد یہاں خادمہ سے ہے۔ [یہ روایت ابوداؤد، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی بیان مواضع قسم الخمس و سہم ذی القربیٰ میں ۲۹۸۸ نمبر پر درج ہے۔ اس میں راوی کا نام ابن اعبد ہے اور آخری فقرہ فَلَمْ يُخْدِمْهَا موجود نہیں ہے۔ اس روایت کو علامہ البانیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مدوّن)]

۴-ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ مَنْ يَمْنَعُكِ اَنْ تَسْمَعِيْ مَا اُوْصِيْكِ بِهٖ اَنْ تَقُوْلِيْ: يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ[1]

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

۱-امام حسنؓ سبط النبی ﷺ

نصف رمضان ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سودہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے[2] عقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ امام حسنؓ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسینؓ کا نصف پیکر زیریں نبی ﷺ سے مشابہ تر تھا۔ احادیث صحیحہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی

---

[1] [السنن الکبریٰ للنسائی، ج۱،ص۱۴۸]، المستدرک للنیشاپوری، ج۱،ص۳۷۹]،[شعب الایمان للبیہقی،ج۱،ص۴۷۶]

[2] رواہ النسائی۔ مگر [ابو] داؤد کی روایت عن ابن عباسؓ میں ایک مینڈھا ہے۔

شان میں فرمایا: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَعَسَى اللهُ أَنْ يُبْقِيَهُ حَتَّىٰ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.[1]

یہ میرا فرزند سیّد ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اُس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔

مسند امام احمدؒ میں امام حسنؓ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَلِمٰتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِي الْوِتْرِ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ۔[2]

حاکم کی روایت میں الفاظ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ وِتْرِيْ ہیں۔امام ترمذی نے لکھا ہے: وَلَا نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ شَيْءً اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا

امام حسنؓ حضرت عثمانؓ کی نصرت میں مبارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں تھے۔ علی مرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار سے زیادہ بہادروں نے اُن کے ہاتھ پر

---

[1] [مسند احمد، ج۱، ص۱۹۹، صحیح ابن ماجہ للالبانی، ج۹۶۷، نسائی، ج۳، ص۲۷۵، ح۱۷۴۴، ترمذی، ج۲۸۸، ۱، سنن ابی داؤد، ج۱، ص۵۳۶، ح۱۴۲۷، المستدرک، ج۱، ص۴۶۲]

[2] [المستدرک للنیشاپوری، ج۳، ص۱۹۱، المستدرک للحاکم، ج۴، ص۲۸۴ کتاب معرفۃ الصحابۃ، من فضائل حسن، ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب۱۳، ح۴۶۲، ترمذی، ج۳۲۲، ۵، نسائی، ج۳، ص۱۱۸، بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من انتظر۔۔۔ج۴، ۲۷]

بیعت کی تھی۔ یہ سب وہ تھے جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت امام حسنؓ کی اطاعت و محبت کا ذوق پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمامؓ نے عراق و عرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہؓ کی جانب کوچ کر دیا۔ معاویہؓ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو امام حسنؓ کا دلِ رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنانہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہو گی۔ یہ تو سخت خونریزی ہے۔ اس لیے معاویہؓ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت امام حسنؓ کی ہو گی، صلح کرنے پر تیار ہوں۔ تھوڑی سی ردّ و کد کے بعد گفتگو ختم ہو گئی اور کوفے کی جامع مسجد میں امام حسنؓ نے بماہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ امیر معاویہؓ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن لیلیٰ ایک شخص جو کوفے کا باشندہ اور بوڑھا تھا، اس نے امام حسنؓ کی خدمت میں آکر کہا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ حضرت امام نے فرمایا: ابو عامر! ایسا نہ کہو۔ میں نے جو کچھ کیا مومنین کی ذلت کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرانا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسنؓ مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ جب بیمار ہوئے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے کئی بار زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔

امام حسینؓ نے پوچھا: بھائی! زہر کس نے دیا؟

امام حسنؓ نے فرمایا: پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا اُسے قتل کرو گے؟

امام حسینؓ نے فرمایا: ہاں۔

امام حسنؓ نے فرمایا: اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسنؓ نے نبی ﷺ سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے۔ ان میں سے [ایک] دعائے قنوت ہے اور [دوسری] اِنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ[1] ہے۔ امام احمد، ترمذی، دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسنؓ کی روایت سے مرفوعاً روایت کی ہے: دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طَمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ[2]

آخری وقت امام حسنؓ نے امام حسینؓ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المومنینؓ سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انھوں نے مان لیا تھا۔ مجھے وہم ہوتا ہے، مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو۔ اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا۔ ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بقیع الغرقد ہی میں دفن کر دینا۔ جب امام حسنؓ کے جسمِ اطہر سے روحِ انور نے پرواز کیا تو امام حسینؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور اُن سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا: نَعَمْ وَ كَرَامَةً۔ ہاں! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔ مروان حاکمِ مدینہ نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسنؓ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمانؓ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دبانے نہ دیا اور آج حسنؓ کو عائشہؓ

---

[1] [صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الزکوۃ، جماع ابواب قسم الصدقات وذکر اہل سہامہا، ح ۲۱۵۷]

[2] [ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب ماجاء فی العرض (منہ)، ح ۲۴۴۲]

کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔[1] الغرض حضرت امام ممدوح نے ۴۶ سال کی عمر میں بماہ ربیع الاول ۵۹ھ میں وفات پائی[2] اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت امام حسنؓ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: وَاِنَّهٗ رَيْحَانَتِيْ مِنَ الدُّنْيَا دنیا میں وہ تو میرا پھول ہے۔

اور حسنین شہیدین بن علیؓ کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

اِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ[3] یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔

---

[1] مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ پر منجانب باغیانِ قوم جو ظلم وستم ہوئے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا، مگر یہ بہتانِ عظیم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرت عثمانؓ کے بزرگ نام کو سپر بنالیا تھا، ورنہ ان کو عثمان غنیؓ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔

[2] ماخوذ از الاستیعاب، ص ۱۴۲

[3] ہر دو احادیث کو امام عبدالبر نے الاستیعاب میں روایت کیا ہے۔ [پہلی حدیث باب حرف الحاء، فصل حسین بن علی بن ابی طالب میں، جبکہ دوسری اسی باب کی فصل حسن بن علی بن ابی طالب میں درج ہے۔]

دوسری حدیث ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا[1] اے خدا! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔

امام حسنؓ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیمؒ نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے: ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰؓ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اُس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی۔ یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰؓ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دوڑا دوڑا آیا اور اُس نے خلیفہ کے سامنے اقبالِ جرم کیا۔ علی مرتضیٰؓ نے ملزم اوّل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبالِ جرم کیا تھا؟ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی، میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اُس نے کہا میں قصاب ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بقرہ کو ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا۔ میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ میں اسے دیکھنے کے لیے اُس کے قریب پہنچا۔ دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے بھی یقین

---

[1] [اس حدیث کا پہلا حصہ تو بخاری میں بھی موجود ہے۔ دیکھیے: کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ح ۳۴۶۴، دوسرا حصہ ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب مناقب الحسن والحسین، ح ۳۷۰۲ میں درج ہے۔ (مدوّن)]

ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا، اس لیے میں نے اقبالِ جرم کر لینا ہی بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اُس نے کہا: میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بطمع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ میں ایک گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آگئی۔ اُس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے امام حسنؓ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المومنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ نے فرمایا ہے: وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا حضرت علیؓ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔[1]

اولادِ امام حسنؓ

امام ہمام کے بارہ بیٹے تھے: زید، حسن مثنیٰ، حسین، طلحہ، اسمٰعیل، عبداللہ، حمزہ، یعقوب، عبدالرحمن، عبداللہ ابو بکر، قاسم، عمر۔

پانچ بیٹیاں: فاطمہ، ام سلمہ، ام عبداللہ، ام الحسین رملہ، ام الحسن۔

---

[1] الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، لابن قیم، ص ۵۶، طبع مطبعۃ الآداب مصر۔

امام حسنؓ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید، حسن مثنی، حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن مثنی کی اولاد باقی ہے۔ اولاد حسنؓ میں سے عمر اور قاسم اور عبداللہ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(الف) زید بن حسنؓ (المتوفی ۱۲۰ھ ہجری)

ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابو مسعود عقبہ بن عمر بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ ہو گئے تھے۔ حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت زید بن حسنؓ کی اولاد سے ہیں، ان کا مزار بمقام گلبرگہ (علاقہ) سرکار نظام ہے۔

(ب) حسن مثنیٰ ابن حسنؓ (المتوفی ۹۷ھ ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سمی بن مازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی مرتضیٰؓ کا اہتمام حضرت حسن مثنیٰ ہی کے متعلق تھا۔ یہ میدانِ کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سسکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خارجہ فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کر لی اور یہ اچھے ہو گئے۔ امام حسینؓ کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی، جس سے ابراہیم الغمر، حسن مثلث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔ ایک رومیہ عورت سے داؤد و جعفر دو اور فرزند بھی تھے۔

۱- عبداللہ محض شیخ بنو ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کے پانچ فرزند تھے: محمد ذی النفس الزکیہ، ابراہیم، موسیٰ الجون، یحییٰ، سلیمان وادریس۔

محمد ذی النفس الزکیہ نے بھی دعوائے خلافت کیا تھا اور امام ابو حنیفہؒ نے ان کو چار ہزار درہم بطورِ امداد بھیجے تھے۔ ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔ عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الجلیل امام الاولیاء ابو صالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلان[1]ی حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

۲-ابراہیم الغمر بن حسن مثنیٰ کا لقب غمر کثرت جود کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابو اسماعیل کنیت ہے۔ ۱۴۵ھ ہجری میں ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیباج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیباج کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب شریف الخلاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزندان التنج اور ابراہیم طباطبا سے جاری ہے، اور بکثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنو مُعیّہ کا سلسلہ نسب انھی میں آکر شامل ہوتا ہے۔ بنو معیّہ میں سے سیّد عمادالدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

---

[1] سنہ ولادت لفظ عاشق (۴۷۱) سے، سنین عمر لفظ کامل (۹۱) سے، سنہ وفات لفظ معشوق (۵۶۲) سے برآمد ہوتا ہے۔ حنبلی المذہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایات تواتر کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذاتِ گرامی پر منتہی ہوتا ہے۔ تصنیفات سے چند کتابیں ملتی ہیں۔ سید عبدالوہاب شعرانی نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی نے فرمایا: ایک روز مجھے نورِ عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپالیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا: اے لعین! دور، دور۔ اسی وقت وہ نور ظلمت بن گئی۔ پھر آواز آئی: عبدالقادر! تیرے خدا نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تفقّہ عطا کیا، اس لیے تو بچ گیا ورنہ ستر اہل طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا: یہ سب کچھ بفضل ربانی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور نے کیوں کر سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ (از لوائح الانوار، طبقات الاخیار للشعرانی، ص ۱۷۸) شعرانی نے نسب عالی اس طرح بیان کیا ہے: شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰؓ فقط (محمد سلیمان)

۳۔ حسن المثلث بن حسن مثنیٰ کی کنیت ابو علی ہے۔ ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

۴۔ داؤد بن حسن مثنیٰ کی والدہ رومیہ ہیں۔ یہ اور امام جعفر صادقؒ باہم رضیع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰؓ کے متولّی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ اُم کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں موسیٰ، داؤد، اسحاق و حسن سے دنیا میں موجود ہے۔

۵۔ جعفر بن مثنیٰ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کا بیٹا حسن تھا، جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقّب بہ غدار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین، راوند مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

۲۔ امام حسینؓ سبط الرسول ﷺ

امام حسنؓ کے برادرِ خورد ہیں۔ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ واقدی وغیرہ کا قول ہے کہ حسنؓ کی ولادت سے ۵۰ یوم بعد حسینؓ نے بطن مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت میں ہے: لَمْ یَکُنْ بَیْنَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اِلَّا طُهْرًا وَّاحِدًا

مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ امام حسینؓ نے پچیس حج پیادہ پا کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ الکافی میں ہے کہ امام حسنؓ نے بیس حج کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس حج شامل کیے ہوں گے۔ امام حسینؓ کے پانچ حج زائد ہیں۔ یہ غالباً بعد از وفات امام حسنؓ ادا کیے ہوں گے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسینؓ بچے ہی تھے کہ نبی ﷺ نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اُس وقت حسینؓ کے قدم نبی ﷺ کی پشتِ قدم پر تھے۔ پھر فرمایا، چڑھو! چڑھو! حسینؓ اوپر کو چڑھتے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی ﷺ کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا: منہ کھولو۔ اُنھوں نے منہ کھولا تو نبی ﷺ نے اُن کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَحِبَّہُ فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ[1] الٰہی! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

امام زہری نے (باسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) امام حسینؓ سے یہ حدیث نبوی ﷺ روایت کی ہے: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ[2] انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ناکار آمد چیز کو ترک کر دے۔

امام حسنؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے، نبی ﷺ کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسینؓ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے تھے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور ﷺ کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔[3]

---

[1] [المعجم الکبیر للطبرانی، ح۲۵۸۷]

[2] [المؤطا، کتاب الجامع، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح۱۴۰۲]

[3] شمائل ترمذی [ص۳۵]

مسند احمد و سنن ابوداؤد میں ایک اور حدیث مرفوعاً امام حسینؓ سے مروی ہے: اِنَّ لِلسَّائِلِ حَقًّا وَاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ[1] سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔

امام حسینؓ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امرؤالقیس الکلبی[2] اور اپنی بیٹی سکینہ[3] کے لیے، جو رباب کے بطن سے ہیں، انشا فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا تَحُلُّ بِهَا سُكَيْنَةُ وَالرَّبَابُ[4]

---

[1] [ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب حق السائل، ح ۱۴۱۸، مسند احمد، ج ۴، ص ۱۶۲، ح ۱۶۴۰]

[2] صاحب الاغانی نے عور بن خارجۃ المری سے روایت کی ہے کہ میں عمر فاروقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک افجح، اجلی، امعر شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امرؤالقیس الکلبی ہے جس نے بکر بن وائل پر خلخ کا حملہ کیا تھا۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے پوچھا: اب کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا: اسلام۔ فاروقؓ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے بنو قضاعہ کا سردار بنا دیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امرؤالقیس اس مجلس سے اُٹھا تو اس کے سر پر رایت سرداری لہرا رہا تھا۔ وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ حسین کو لیے ہوئے اس کو راہ میں مل گئے۔ امرؤالقیس سے فرمایا: میں علی عم زاد نبی ﷺ ہوں۔ میرے یہ دونوں فرزند رسول ﷺ کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہو جائے۔ امرؤالقیس بولا: میری تین بیٹیاں ہیں، محیاۃ علی کو، سلمیٰ حسن کو، رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسینؓ کے نکاح میں آئی تھیں۔

[3] سُکَینہ اسم تصغیر ہے۔ ان کا نام امیمہ یا آمنہ جو بیان کیا گیا ہے، ان کے کئی نکاح ہوئے۔ اول عبداللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا۔ ایک نکاح مصعب بن زبیرؓ سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ غلط ہے کہ سُکَینہ کا انتقال زندان شام اور بچپنے میں ہو گیا تھا۔

[4] پہلے تین شعر الاغانی سے اور چوتھا روض الانف، سہیلی سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان پر

أُحِبُّهُمَا وَأَبْذُلُ جُلَّ مَالِيْ! وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِيْ عِتَابُ

فَلَسْتُ لَهُمْ وَإِنْ عَابُوْا مُضِيْعًا حَيَاتِيْ أَوْ يُغَيِّبَنِي التُّرَابُ

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُوْلٌ بِلَيْلٍ إِذَا زُرْتُ سُكَيْنَةَ وَالرَّبَابُ

بی بی رباب جس کی محبت میں یہ اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر ووفا کی پُتلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے، مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصل کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے تھے۔ روایت کیے ہیں:

إِنَّ الَّذِي كَانَ نُورًا يُسْتَضَاءُ بِهِ بِكَرْبَلَاءَ قَتِيلٌ غَيْرُ مَدْفُونِ

سِبْطُ النَّبِيِّ، جَزَاكَ اللهُ صَالِحَةً عَنَّا وَجَنَّبَتْ خُسْرَانَ الْمَوَازِينِ

قَدْ كُنْتَ لِي جَبَلًا صَعْبًا أَلُوذُ بِهِ وَكُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرَّحْمِ وَالدِّينِ

مَنْ لِلْيَتَامَى، وَمَنْ لِلسَّائِلِينَ وَمَنْ يُغْنِي وَيَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مِسْكِينِ

وَاللهِ لَا أَبْتَغِي صِهْرًا بِصِهْرِكُمْ حَتَّى أَغِيبَ بَيْنَ الرَّمْلِ وَالطِّينِ[1]

دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں نہیں ہیں مگر میں ان کی غور وپرداشت سے بے خبر نہ رہوں گا جب تک زندہ ہوں اور جب تک مٹی مجھے چھپا نہ دے گی۔

[1] [الاغانی، ج۴، ص۲۹۴، اخبار الحسین۔] ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان کے نعتیہ اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا، کربلا میں مقتول پڑا ہے۔ اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اے سبط نبی ﷺ! اللہ تجھے ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزانِ عمل کے خسران سے بچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پہاڑ کی چوٹی تھے جس کی پناہ لیا کرتی تھی (یہ محاورہ حضرت داؤد کی زبور میں بکثرت ہے) آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ

حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم ۶۰ ہجری کو میدانِ کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں آغاز وقتِ زوال میں ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ (۱۶۹) فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۷۰) یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۱۷۱) اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ (۱۷۲) (آل عمران ۳:۱۶۹-۱۷۳)

واقعۂ ہائلہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقیدِ صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہدا کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔

امام زین العابدینؒ

اسم مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد، ذوالثفات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک ۲۳ سال کی تھی۔ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۹۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزدجرد ہیں جو عمر فاروقؓ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں محمد باقر، عبداللہ الباہر، زید الشہید، عمر الاشرف، حسین الاصغر، علی الاصغر سے باقی ہے۔ دو بیٹیاں ام کلثوم و خدیجہ تھیں۔ ام کلثوم کا نکاح داؤد بن حسین مثنیٰ سے ہوا تھا۔ ان

رحم اور دین کا تھا۔ اب یتیموں کا کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رہ گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے؟ اب میں اس قرابت کے بعد اور کوئی خویشی پسند نہ کروں گی، حتیٰ کہ ریت اور مٹی کے تودہ میں جا چھپوں۔ فقط

کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔ خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبیداللہ، عمر پیدا ہوئے۔ نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین: امام باقر کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے حسین اور محمد۔ یہ نسل رے، قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین: ان کی والدہ اُمّ ولد تھیں۔ انھوں نے عہدِ سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کرلی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ رَفَضُوْنَا اَلْیَوْمَ اُس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ ۱۵ صفر ۱۲۱ھ کو اس جنگ میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے۔

ان کے چار فرزند تھے: یحییٰ جو ۱۸ سال کی عمر میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی۔ باقی تین فرزندوں حسین ذی الدمعہ، عیسیٰ موتم الاشبال،[1] محمد سے نسل جاری ہے۔ حسین ذی الدمعہ نے ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کیتھل، سنبھل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

---

[1] دست بدست لڑائی میں شیر کو ہلاک کیا تھا، موتم الاشبال (بچگانِ شیر کو یتیم بنانے والا) لقب پڑ گیا۔

عیسٰی موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔ سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسٰی تک منتہی ہوتا ہے۔ حسّان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ المتوفی ۱۲۰۰ھ اسی نژاد عالی سے ہیں۔

عمرالاشرف بن امام زین العابدین : زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین: ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے جو امّ ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ عبداللہ، عبیداللہ الاعرج، علی، ابو محمد الحسن، سلیمان سے نسل باقی ہے اور حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین: ان کی نسل افطس سے جاری ہے۔ افطس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکفوف، عبداللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقرؒ

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحلم، جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابرؓ در بارۂ حج موجود ہے، جس سے دو سو کے قریب قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں اُن کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت مدینہ میں ۵۷ھ میں، وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ واقعۂ کربلا میں قریباً تین سال کے تھے۔ ان کی نسل صرف امام جعفر صادقؒ سے جاری ہے ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسنؓ ہیں۔

امام جعفر صادقؒ

جعفر نام، صادق لقب، ابو عبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں جو ابو بکر صدیقؓ کے پوتے، قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیقؓ ہیں۔اسی لیے امام جعفر صادقؒ فخراً فرمایا کرتے تھے: وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ مجھے ولادت میں ابو بکرؓ سے دہرے واسطے ہیں۔ وافر العلوم، کثیر الفیوض تھے۔ دواوین، احادیث وسنین میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔ ولادت ۸۳ھ، وفات ۱۴۸ھ۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کی نسل پانچ فرزندوں موسیٰ کاظم، اسماعیل، علی العریضی، محمد المامون، اسحاق سے جاری ہے۔

۱- اسماعیل اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ان کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہزہائینس سر آغاخاں بالقابہ کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔ علی ملقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ ہیں۔

۲- علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں محمد، احمد الشعرانی، حسن، جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔

۳- محمد المامون یا محمد وساج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الخارجی، قاسمی، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔

۴-اسحاق بن جعفر صادق: مؤتمن لقب، ابو محمد کنیت، امام موسٰی کاظم کے برادر شقیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔ ان کی نسل محمد، حسن، حسین تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسٰی کاظمؒ

موسٰی نام، کاظم لقب، ابوالحسن اور ابوابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے جو امّ ولد تھیں۔ ولادت ۱۲۸ھ مقام ابواء، وفات ۶ رجب ۱۸۳ھ کو بمقام بغداد ہوئی۔ یہ ۲۳ پسر ان اور ۳۷ دختران کے والد ہیں۔ فرزندانِ نرینہ میں سے عبدالرحمن، عقیل، قاسم، یحییٰ، داؤد لا ولد تھے۔ سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد دختری تھی۔ حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔ علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل، محمد، اسحاق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔ اختصاراً تفصیل چھوڑ دی گئی ہے۔ سلطان الہند خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ اجمیری المتوفی ۶ رجب ۶۳۲ھ امام موسٰی کاظم کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضاؒ

علی نام، رضا لقب، ابوالحسن کنیت ہے۔ ولادت ۱۴۸ھ وفات بماہ صفر ۲۰۳ھ بعمر پنجاہ و پنج [۵۵] سال مزار مشہد مقدس میں ہے۔ ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجوادؒ

محمد نام، جواد لقب، ابو جعفر کنیت، ولادت رمضان ۱۹۵ھ، وفات آخری ذی قعدہ ۲۲۰ھ بعمر ۲۵ سال سُرَّ مَنْ رَأَیٰ میں انتقال فرمایا۔ علی الہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔ موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔ مضافات لکھنؤ خیر آباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی النقیؒ

علی نام، عسکری لقب، ہادی و نقی علم، ابوالحسن کنیت ہے۔ سُرَّ مَنْ رَأَیٰ میں بعمر ۴۱ سال ۶ ماہ وفات پائی۔ ولادت نصف ذی الحجہ ۲۱۲ھ، وفات ۲۶ جمادی الآخرہ ۲۵۴ھ۔ دو فرزندوں ابو عبداللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔ ابو عبداللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو رضوی کہلاتے ہیں۔

ابو عبداللہ کی کنیت ابو کُرّین بھی ہے۔ کُر ساٹھ [۶۰] قفیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ۱۲۰ بچوں کے والد تھے اس لیے اس کنیت سے پکارے گئے۔ ان کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔ اسماعیل حریف، یحییٰ الصوفی، ہارون، علی المختار، ادریس، طاہر۔

اسماعیل حریف اور یحییٰ الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔ ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امروہہ مشہور ہیں۔ علی المختار کی اولاد میں سے سادات بھکر ہیں۔ قطب الاقطاب

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ المتوفی ۱۴ ربیع الاول ۶۳۵ھ اسی شاخ سے ہیں۔ محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہند انھی علی المختار کی اولاد ہیں۔ ادریس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے۔ اولاد قواسم کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکریؒ

حسن نام، عسکری لقب، ابو محمد کنیت، ولادت بماہ رمضان ۲۳۲ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو اُمّ ولد تھیں۔ وفات ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو سُرَّ مَنْ رَأَیٰ میں ہوئی۔ ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے تھے جو سُرَّ مَنْ رَأَیٰ کے غار میں بعمر چار سالہ غائب ہو گئے تھے۔ فرقہ اثنا عشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام منتظر، امام زمان مہدی دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَہٗ

باب دہم

امہات المؤمنینؓ

فصل اول: تعدّدِ ازواج کا جواز

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ[1]

ازواج النبی ﷺ کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اس شبہہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز وعدمِ جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جاسکتی ہے:

(الف) قانون (ب) مذہب

(الف) قانونی پہلو

قانون اس مسئلے کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیا کے لیے اور طرح۔ ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو قوانین دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائیداد کے متعلق ہوں، دو یا دو سے زیادہ

---

[1] صلوات کے یہ الفاظ بروایت ابو حمید ساعدیؓ امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔

بیویوں کے حقوق کو بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثا قانونی کے تسلیم کرتی اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ ۴۹۴ تعزیراتِ ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی، کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کا یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانونِ بائی گیمی[1] کے بالکل خلاف ہے۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیا کو یورپ سے متمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔[2]

---

[1] [Bigamy: دوسری شادی کا جرم]

[2] دفعات ۳۶۳ و ۳۶۶ کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں۔ نیز دفعہ ۴۹۸ کو اس نظیر میں شامل کر لینا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہو گا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارے میں ہندوستانی رواج کی خالصتاً پیروی کی ہے۔ کیوں کہ اگر ہمارے واضعانِ قانون اس مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضرور کلی انسداد کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید میں پائے ہی جاتے۔ انسداد رسم ستی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے تھے۔ تعدد شوہر ان کے بارے میں ان عدالتوں کا یہی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم و رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نظائر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے۔ (محمد سلیمان عفی عنہ)

(ب) مذہبی پہلو

اب اس مسئلہ پر مذہب کی رُو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیا ہے۔ حضرت مسیحؑ بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔ ایشیا کے مشہور مذہب ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے:

(۱) سری رام چندر جی کے والد مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں: پٹ رانی کوشلیا والدہ رام چندر جی، رانی سمتر اوالدہ لچھمن جی، رانی کیکئی والدہ بھرت جی۔

(۲) سری کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے، سینکڑوں بیویاں تھیں۔[1]

(۳) راجا پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جدّاعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں: کنتی والدہ یدھشتر و بھیم سین وارجن، مادری والدہ نکل وسہدیو

(۴) راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں: گنگا والدہ بھیکم، ستیہ وتی والدہ چترانگد و یچھتر ایرج پسران شنتن نیز والدہ بیاس جی پسر پراشر رکھیشر

(۵) بچھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی: امیکا والدہ دھرتراشٹ، پسر بیاس جی، امبالکا والدہ پانڈو، پسر بیاس جی، لونڈی والدہ بُدر، بن بیاس جی

---

[1] لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب کرشن چرتر میں صرف ۱۸ رانیاں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

منہاجِ نبوت اور تعدّدِ زوجات

اب اس مسئلہ کو منہاجِ نبوت پر دیکھ لینا چاہیے۔ عیسائی حضرات حضرت ابراہیمؑ کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو خلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں۔[1] حضرت یعقوبؑ کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔[2] حضرت موسیٰؑ کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰؑ کی مانند کوئی نہیں اٹھا۔ جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا۔[3] ہم حضرت داؤدؑ کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں: ''خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔''[4] حضرت سلیمانؑ کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا: ''میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔''[5] تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمانؑ کی بابت یہ بھی کہا تھا: ''وہ میرا بیٹا ہوگا، میں اس کا باپ ہوں گا۔''[6]

---

[1] ۔یعقوبؑ کا خط مشمول انجیل ۲:۲۳

[2] ۔التواریخ ۱۰:۲۲

[3] خروج ۱۱۳:۴

[4] استثنا ۱۰۴:۳۴

[5] زبور ۷۵:۲

[6] سلاطین ۱۲۶:۳، التواریخ ۱۰:۲۲

حوالہ جات بالا کے بعد ہم بوثوق اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نظائر ہیں۔ اب انبیاء صدر کے متعلق ملاحظہ ہو:

سیدنا ابراہیمؑ کی تین بیویاں تھیں:

(۱) سیدہ ہاجرہؑ کتاب پیدائش ۴:۱۶ والدہ حضرت اسماعیلؑ

(۲) سیدہ سارہؑ کتاب پیدائش ۱۵:۱۸ والدہ اسحاقؑ

(۳) قتورہ خاتون کتاب پیدائش ۱:۲۵ والدہ زمران

حضرت یعقوبؑ اسرائیل کی چار بیویاں:

(۱) لیاہ کتاب پیدائش ۲۳:۲۹ والدہ روبن، سمعون، لاوی، یہودہ، آشکار، زبلون

(۲) زلفہ کتاب پیدائش ۳۴:۲۹ والدہ ماجدہ: آشر

(۳) راخل ایضاً کتاب پیدائش ۲۸:۲۹ والدہ یوسفؑ و بن یامین۔

(۴) بلہہ کتاب پیدائش ۲۹:۲۹۔ والدہ وان و نفتالی

حضرت موسیٰؑ کی چار بیویاں:

(۱) سفورہ خاتون کتاب خروج ۳۱:۲ والدہ جیر سوم۔ الیعزر۔

(۲) حبشیر

(۳)ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون ۱۶:۱

(۴)ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون ۴:۱۶

حضرت موسیٰؑ پر بے تعداد بیویوں کا جواز

(کتاب استثنا ۱۳-۱۰:۲۱)۱۰- جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انھیں اسیر کرلائے۔ ۱۱- اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے۔ ۱۲- تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ ۱۳- تو وہ اپنا اسیری کا لباس اُتارے اور تیرے گھر میں رہے۔ اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور اس کا خصم بن کر اور وہ تیری جورو بنے۔

حضرت داؤدؑ کی ۹ بیویاں، دس حرمیں اور...

حضرت داؤدؑ کی (الف) ۹ بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ (ب) دس حرموں کا ذکر (ج) اور حرموں اور (د) جوروؤں کا ذکر بائبل سے حسبِ صراحت ذیل ملتا ہے۔

نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزندان کے نام
1۔اخنوعم	۱۔سموئیل ۲:۳۲ ۶	اَمنون پہلونٹھا اس سے پیدا ہوا۔
2۔ابی جیلی	"	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
3۔میکل بنت ساول بادشاہِ اسرائیل	۱۔سموئیل ۱۸:۲۷	بے اولاد
4۔معکہ بنت تلمی بادشاہ جبور	۲۔سموئیل باب 3	ابسلوم اس سے پیدا ہوا۔
5۔حجیت	"	ابی سلوم واودنیاہ پیدا ہوئے۔
6۔ابیطال	"	سقطیاہ پیدا ہوا۔
7۔عجلاہ	"	تیرعام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔
		داؤد کے مندرجہ بالا فرزندان بمقام حبرون پیدا ہوئے تھے۔ (2۔سموئیل، باب، 3)
8۔بنت سبع دختر ابیعام	۲۔سموئیل ۱۱:۳، ۶۲	حضرت سلیمان اس سے پیدا ہوئے۔
9۔ابی شاگ	۲۔سموئیل	
دس حرمیں داؤدؑ کی	۲۔سموئیل ۲۰:۳[1]	

[1] داؤدؑ نے ان کو ایک قصور میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیا۔ وہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور رنڈاپے میں دن کاٹے۔ ۲۔سموئیل ۳۰:۲۰

حضرت سلیمانؑ کی ایک ہزار عورتیں

اس کی سات سو جوروئیں بیگمات اور ۳۰۰ حرمیں تھیں۔ (سلاطین ۱۱:۳)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ خدا کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاءؑ کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔

دیگر انبیاءؑ کی ایک سے زائد بیویاں

حزقیل نبی کی کتاب کا ۲۳ باب نکالو اور ایک تا ۴ درس پڑھ جاؤ۔

۱:۲۳۔ خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا۔

۲:۲۳۔ اے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

۴:۲۳۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیبہ اور وہ میری جوروئیں بنیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جوروئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔ عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جوروبنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوتا تو وہ تمثیلاً بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا ۲۵ باب پڑھو۔ حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کی خبر میں دس کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ جو پیچھے رہ گئی

تھیں، ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے، اگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن تو اسی تمثیل سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاءؑ نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا، وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں ۴:۱۳ پڑھنا چاہیے:

"بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے۔ اور بستر ناپاک نہیں۔ یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔"

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے: (۱) بیاہ (۲) زنا۔ اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب لوگ مقدس جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے، عبرانیوں کے فقرہ ۴:۱۳ کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کوئی بھی ایمان دار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب ختمیّت مآب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں بھی گستاخانہ لفظ کہنے سے اسی طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیمؑ و یعقوبؑ اور موسیٰؑ و داؤدؑ کے سامنے مہر بر لب ہو گیا ہے۔

نبی ﷺ اور کثرتِ زوجات کے مقاصد و فوائد

نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ ۶۳ سال میں سے ابتدائی ۲۵ سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں۔ جس بزرگ نے ۲۵ سال تک عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حُسن مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو، پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟!

جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو، جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمّر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانے میں حضور ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو، بلکہ اس کے مر جانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا اُن کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستارانِ حُسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟!

نبی ﷺ کی زندگی (۵۵ سے لے کر ۵۹ تک کی درمیانی مدت) کا پنجسالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ

زندگی مبارک کے ۵۵ سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے۔ خصوصاً جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے: مَالِی فِی النِّسَآءِ مِنْ حَاجَۃٍ[1]

نکاحِ صفیہؓ، ام حبیبہؓ، جویریہؓ و میمونہؓ کا مقصد: امن عامہ

غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے۔ ان کی بنیاد فوائدِ کثیرۂ دین اور مصالحِ جمیلۂ ملک اور مقاصدِ حسنۂ قوم پر قائم تھی اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ مثلاً ام المؤمنین صفیہؓ کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سراً یا علانیۃً ضرور ہوتا تھا۔ مگر تزویج صفیہؓ کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

[یا] مثلاً ام حبیبہؓ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشانِ جنگ اس ام المومنین کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایات، اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جایا کرتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اُحد اور حمراء الاسد، بدر الاخریٰ [اور] احزاب وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے۔ اس تزویج مبارکہ کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود

---

[1] مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں۔ (دارمی، بروایت سہل بن سعدؓ، [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ. ح۴۷۳۹])

بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آکر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

مثلاً ام المومنین جویریہؓ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور رہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جُو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی، اس قبیلہ کی شرکت ضرور ہی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد یہ مخاصمتیں نابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

علیٰ ہذا ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنھوں نے ستر واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر غدر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں، تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

نکاحِ زینبؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ کا مقصد: دینی فوائد و مصالح

ام المومنین زینبؓ بنت جحش اور عائشہ صدیقہؓ اور حفصہؓ کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔

بنت جحشؓ کے نکاح نے تبنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین واہلِ کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہؓ وحفصہؓ کے نکاح نے اتقان قرآن وحفاظت کتاب اللہ ونشر احادیث وتعلیم نساء کے بارے میں فوق العادت کام کیے اور پھر صدیقؓ وفاروقؓ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پُر منفعت بنانے میں بہت بڑا کام کیا، اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں، ان اغرض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کو ہر ایک نکاح سے مد نظر ہوتے تھے اور جن کا احصاء کرنا ہمارے لیے قریباً ناممکن ہے۔ لیکن جب اس مختصر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ تعدد زوجات سے نبی ﷺ کا مدعائے اعلیٰ انبیاء سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریاتِ ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا، تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان وضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا، اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے خدا نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔

فصل دوم

ازواج النبی ﷺ کے فضائل اور ان کا نسب

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کے شرف وفضیلت کا ایک شعبہ ہے۔اس لیے سیرت نبوی ﷺ میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ازواج النبی ﷺ کی فضیلتیں

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبر وار کریں گے۔فضائل واردہ احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہو گا۔

ا-ازواج النبی ﷺ کا خطاب

فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواجِ النبی ﷺ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے۔زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال تثنابہ، تثاکل اور تساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے مثلاً زَوْجَا خُفٍّ جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں ہے: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ (الصافات۲۲:۳۷)یعنی ظالموں کو اور جو اُن جیسے تھے، جمع کرو۔

دوسرے مقام پر ہے: وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (التکویر۷:۸۱)یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواجِ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق التیام میں ازواج النبی ﷺ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔ اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو اور دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی و ایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ مَرْأَةٌ کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا بلکہ اس کا استعمال ہر چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

۱- جب زن و شوہر ہر دو کافر ہوں۔ ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا: وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (اللھب ۱۱۱:۴) اس کی عورت لکڑیوں کو چننے والی۔

۲- جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو۔ فرمایا: امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ (التحریم ۶۶:۱۰) نوحؑ اور لوطؑ کی عورتیں۔

۳- جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو۔ فرمایا: امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (التحریم ۶۶:۱۱) فرعون کی عورت۔

۴- جب زوجین مومن ہوں: حضرت زکریاؑ اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں: وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا (مریم ۱۹:۵) میری عورت بانجھ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں ہے: فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ (الذاریات ۵۱:۲۹) اس کی عورت جماعت میں آئی۔

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ابو لہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔

صورت دوم و سوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل و تساوی ہوتا ہے، نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔اس لیے لفظ "اِمۡرَاَۃٌ" پر اکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر "اِمۡرَاَۃٌ" کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا۔ کیونکہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔

البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالۂ شبہہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریاؑ کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا۔

وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ (الانبیاء ۲۱:۹۰) یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا: رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ (ھود ۱۱:۷۳) اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ "اِمۡرَاَۃٌ" کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواجِ نبی ﷺ کو سورۂ مریم میں دو دفعہ اور سورۂ احزاب میں چار دفعہ ازواج النبی ﷺ فرمایا گیا ہے۔اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

۲-عام عورتوں سے بلند تر مقام

فضیلت دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب۳۳:۳۲) تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔

النساء میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (خدا کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثنا کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی ﷺ کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر و متمیز اور شانِ خاص کا ہے۔

۳-تزویج بمنظوریٔ رب العالمین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (الاحزاب۳۳:۵۰) ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کے پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ ربُّ العزت میں کیا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کے متعلق اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ کا حکم فرقانی دے کر اعلان فرما دیا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ﷺ ہونا بمنظوریٔ رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

۴- نبی ﷺ ان کی خوشنودی چاہتے تھے

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حُسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے: تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (التحریم ۶۶:۱) نبی اپنی ازواج کے مرضاۃ کی ابتغا کرتا یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کیا کرتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جویا رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔ کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ کیونکہ ان الفاظ میں تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمالیا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بُو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نبی ﷺ کو مرضاۃ ازواج کی اجازت فرمادی ہے۔ اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حُسن معاشرت زوجین کی جان ہے۔ اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودئ زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے

ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

۵- نبی ﷺ کی محبت و مودّت کا مرتبہ پانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ (الروم ۲۱:۳۰)

یہ بھی خدا تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ۔ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسب الحکم علام الغیوب یہ ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی حضور ﷺ کے لیے سکینۂ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودّت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے وُدّ اور رحمت موجود تھی۔ اس سے صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہو گئی۔

۶- اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کا عطا کیا جانا

فضیلت ششم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے دو چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲۸) وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲۹) (الاحزاب ۲۹-۲۸:۳۳)

اے نبی ﷺ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمہیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دارِ آخرت کو پسند کرتی ہو، تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ازواجِ محمد ﷺ کے لیے، ایک جانب: دنیا اور زینت دنیا، دوسری جانب: خدا اور رسول اور دارِ آخرت۔

شق اول کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا کام: ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا۔

شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام: ازواج کو اجر عظیم کا عطا کرنا ہے۔

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اب نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیاۃ دنیا اور زینتِ دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو خدا نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے۔ اس بارے میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی متفقہ کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم کی بشارت میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (الاحزاب۳۳:۵۲)

تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زوج بنائے گو اس کا حُسن تجھے پسند بھی ہو۔

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس پچھلی آیت میں وہ اختیار واپس لیا گیا کہ ازواج موجود کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا کہ وہ خدا اور رسول ﷺ اور دارِ آخرت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے خدا نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہو گئے ہیں۔ اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ (الاحزاب۳۳:۵۳)

اے ایمان والو! تمہیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو اور تمہیں یہ بھی کبھی شایاں نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہِ عظیم ہے۔

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی ﷺ کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا تھا اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں اُمت پر ان کی حُرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔

آخری آیت میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسول ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسول ﷺ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہیں، ان سب میں زیادہ سخت وہ صورت ہو گی جس میں ازواج النبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئیہ کا ذکر فرمایا ہے۔

۷-ازواج النبی ﷺ کے گھروں کی فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب ۳۳:۳۴)
اے بیبیو، تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمتِ الٰہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے تم اس کا ذکر کرتی رہو۔

اس آیت میں ''بیوت'' کو ضمیر جمع مونث ''كُنَّ'' سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع ۷ میں لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا ہے اور یہ امر اتحاد زوجین طیبین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انھی گھروں کو ازواج کے گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی ﷺ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثنا فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا۔ سب جانتے ہیں کہ مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی ﷺ کی عزت ربانیہ اور حرمت الٰہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

۸-اللہ تعالیٰ کی طرف سے تطہیر کا شرف

فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کی شانِ بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحیِ متلو میں فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (۳۳) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا (۳۴) (الاحزاب ۳۳:۳۳-۳۴)

اے ازواج نبی ﷺ! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہر مت پھرو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو اور خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اے گھر والو! خدا یہ چاہتا ہے کہ رجس کو تم سے دُور کرے اور تم کو بالکل پاک بنادے اور تمہارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انھیں یاد رکھو، خدا لطیف و خبیر ہے۔

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی ﷺ ہیں اور اس لیے اہل البیت کے لفظ کا خطاب بھی انھی کے لیے ہے جیسا کہ بُيُوْتِكُنَّ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور عرفِ عام سے بھی، کیونکہ صاحبِ خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے۔ مگر احقاقِ حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں ہے اور چونکہ نبی ﷺ کو حضرت ابراہیمؑ سے بحکم اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ مشابہت تامہ ہے، اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے۔

وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ (۷۱) قَالَتۡ يٰوَيۡلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوۡزٌ وَّهٰذَا بَعۡلِىۡ شَيۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عَجِيۡبٌ (۷۲) قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ (۷۳) (ھود ۷۲:۱۱-۷۳)

ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی تھی۔ وہ ہنس پڑی۔ ہم نے اسے اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے اب میں جنوں گی، جب میں بوڑھی ہو گئی اور میرا شوہر بوڑھا ہو گیا۔ یہ تو عجب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا: تو خدا کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟! گھر والو! تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں اور خدا حمد و مجد والا ہے۔

اس جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہؑ کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا۔ پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی ﷺ کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدۂ تطہیر فرمایا ہے۔

[۹]-ازواجِ مطہرات کا، اہل بیت میں شامل ہونا

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اُھَیۡلٌ آتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبی ﷺ ہیں۔ لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

الف: یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ (دیکھو ابو نعیم محمد کی حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابو سعید ساعدی کی حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ ہے۔ یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔

ب: یہ لفظ جملہ بنوہاشم وبنومطلب کے لیے آیا ہے، جن پر صدقہ کا لینا حرام ہے۔ حدیث میں ہے: اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ[1] صدقہ تو محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کو حلال نہیں۔

ج: یہ لفظ حضور ﷺ کی ذرّیت کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ واثلہ بن اسقعؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسنینؓ کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر سیدہ فاطمہؓ اور ان کے شوہر علی مرتضیٰؓ کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر ڈال کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلِیْ الٰہی یہ میرے اہل ہیں۔

پس تتبع آثار واحادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واضح ہوتا ہے کہ بنوہاشم و بنومطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آلِ عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی ﷺ داخل اہل بیت ہیں جیسا کہ ازواج النبی ﷺ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں، ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدمِ مہارت پر دال ہے۔

[۱۰]-امہات المؤمنین ہونے کا شرف

فضیلت نہم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب ۳۳:۶) مومنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

---

[1] [صحیح ابن خزیمہ، ج، ص ۵۵]

یہ روشن ہے کہ اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهَاتُهُمْ کی ضمیروں کا مرجع مومنین ہیں اور اسی لیے ازواج النبی ﷺ کا لقب امہات المؤمنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ۔[1] لفظ مومنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ مومن کے متمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں۔

اول: مومن وہ ہے جو نبی ﷺ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور ﷺ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔

دوم: مومن وہ ہے جو ازواج نبی ﷺ کو ماں جانتا ہو۔ وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولاء نبوی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض اس آیت میں ازواجِ مطہرات نبوی ﷺ کی بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی ﷺ کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواج النبی ﷺ کی تبجیل [تعظیم] و تکریم کو بیان فرمایا اور تکمیل ایمان کے لیے محض النبی اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پر اختصار نہ کر کے وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کے اِخبار و اعلان کو حقوق نبی اور شرائط ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

---

[1] الامت میں اشرار و اخیار سب ہی شامل ہیں۔ ازواج مطہرات کو اس لیے امہات مومناں کہا کہ اشرار کو ان کی فرزندی کا شرف نہیں مل سکتا۔

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے:

إِنَّ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَتَىٰ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَرَدْتُ الْغَزْوَ، وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ. فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَالْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا.

حضرت جابرؓ نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس بارہ میں حضور سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تیری کوئی ماں ہے۔ وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: جا، اس کی خدمت میں لگا رہ۔ اس کے پاؤں کے ساتھ جنت ہے۔

فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا اس کا ترجمہ میر انیسؔ نے کیا ہے: ع

کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

میر زادبیرؔ نے ترجمہ کیا:

تحتِ قدمِ والدہ فردوسِ بریں ہے

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ

سچ ہے کہ ماں کا درجہ جاننے والے اور ماں کی خدمت کرنے والے تھوڑے ہیں۔

اس [بحث] کو اس وقت فضائل تسعہ ہی پر ختم کیا جاتا ہے۔ تکمیل پھر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ازواجِ مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حُسن سلوک

حدیث میں خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ بِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ بِأَهْلِي[1] سب لوگوں میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سُن لے اور سو گئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔ کھانے، پہننے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد نمازِ مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔ بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز و اقارب کو حُسن سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ لیتے۔

ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے حجرات اور بیوت النبی ﷺ اور بُيُوتِكُنَّ فرمایا ہے، باہم پیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے مثلاً عائشہ طیبہؓ کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی ﷺ کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ خیابانانِ

---

[1] [ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، ح ۳۸۹۵۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حسن معاشرۃ النساء، ح ۱۹۷۷۔ اس کے علاوہ بھی یہ حدیث دسیوں مقامات پر موجود ہے۔ ہر جگہ بِأَهْل کی جگہ لِأَهْل کے الفاظ ہیں۔ (مدون)]

جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نمازِ جنازۂ مطہر کے لیے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔

حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت حفصہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔

ام سلمہؓ کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین زینبؓ کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔

ابن عباسؓ نے بتایا ہے کہ ان کی خالہ ام المومنین میمونہؓ کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا۔ انسؓ نے نبی ﷺ کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا۔

فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے ۸۰ وسق کھجور کے اور ۲۰ وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواجِ مطہرات بھی ہر ایک شے میں ما یحتاج رکھ کر باقی سب چیزوں کو رانڈوں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر دلداری اور عطوفت کے نبی ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔ ام المومنین زینبؓ بنت جحش نے ایک بار ام المومنین صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوبؑ تک منتہی ہوتا تھا، مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور ﷺ کچھ

عرصہ تک ام المومنین زینبؓ کے گھر نہ گئے۔ جب انھوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی ﷺ کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آجاتی۔ اللہ اکبر، یہ نتیجہ نبی ﷺ کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع واعلیٰ بنا کر محبت صادقۂ ایمانیہ میں متفق و متحد بنادیا تھا۔

اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشاتِ طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن و شوہر کے زن و شوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین کے کام

[امہات المؤمنین کا کام] زنانِ اُمت کو تعلیم دینا، ان کے معروضات کو حضور نبوی ﷺ میں پہنچانا، پھر جواب سمجھانا۔ نبی ﷺ کے افعال واقوال وعبادت کو جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے، حفظ واتقان کے ساتھ اُمت تک پہنچانا مشکلاتِ علمیہ میں فرزندانِ اُمت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المؤمنین کے مہُور

نبی ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے۔[1]

---

[1] دارمی [ج ۲، ص ۱۴۱] صحیحین۔ [مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق۔۔۔۔ح ۳۵۵۵]

ازواج النبی ﷺ کا نسب نامہ

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا: چونکہ اکثر ازواجِ مطہرات کو نبی ﷺ کے ساتھ بہ اعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے اس لیے ایک نقشہ بنادیا گیا ہے تاکہ ہر ایک اُم المومنین کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المؤمنین کا اتصال

				۲۰- معد بن عدنان				
				۱۹-نزار				
				۱۸-مضر				عیلان
				۱۷-الیاس				قیس
				۱۶-مدرکہ				خصفہ
				۱۵-خزیمہ				عکرمہ
				۱۴-کنانہ				منصور
				۱۳-نضر				ہوازن
				۱۲-مالک				بکر
				۱۱-فہر				معاویہ
عدی				۹-لؤیّ			اسد	صعصعہ
زراح				۸-کعب		عامر	دودان	عامر
قرط	تیم			۷- مرّہ		حَسل	صنم	ہلال
عبداللہ	سعد			۶-کلاب	یقطہ	مالک	کثیر	عبداللہ
رباح	کعب			۵-قصی	مخزوم	نصر	مرہ	روبیہ
عبدالعزٰی	عمرو		عبدشمس	۴-عبدمناف	عمرو	عبدود	صبیرہ	ہرم
نفیل	عامر	عبدالعزی	امیہ	۳-ہاشم	عبداللہ	عبدشمس	یعمر	یجیر
خطاب	ابوقحافہ عثمان	اسد	حرب	۲-عبدالمطلب	مغیرہ	قیس	رکاب	حزن
عمر رضی اللہ عنہ	ابوبکر عبداللہ	خویلد	ابوسفیان صخر	۱-عبداللہ	ابوامیہ	زمعہ	جحش	حارث
حفصہ رضی اللہ عنہا	عائشہ رضی اللہ عنہا	خدیجۃ الکبریٰ	ام حبیبہ	محمد رسول اللہ	ام سلمہ	سودہ	زینب	میمونہ

فصل سوم

اُمہاتُ المومنین، ازواج النبی ﷺ کے جداگانہ حالات

۱-ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ

[نام ونسب:] خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قریشیۃ الاسدیہ۔ ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی ﷺ کے ساتھ لویؑ میں شامل ہو جاتا ہے دیکھو نمبر ۹۔ شجرہ نبوی ﷺ۔ حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کیا۔ مہر کے چھ اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال[1] اور نبی ﷺ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عتیق[2] بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا۔ اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ ہند بن نیاش تمیمی سے ہوا تھا۔

---

[1] زرقانی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۲۸ سال تھی۔ یہ روایت شاذہ ہے۔ (واللہ اعلم)

[2] مؤرخین میں اختلاف ہے کہ عتیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوہالہ سے۔ قتادہ نے عتیق کو پہلا بتایا ہے اور جرجانی نے ابوہالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جرجانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسند کیا کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو ربیب رسول اللہ ﷺ لکھا ہے۔ اور یہ تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوہالہ کے بعد ہی نبی ﷺ کا نکاح ہوا ہو۔

نبی ﷺ کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہؓ کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی ﷺ فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر غارِ حرا میں عبادت کیا کرتے۔ حضور ﷺ کی واپسی تک طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور ستو تیار کر چھوڑ تیں۔

حضرت خدیجہؓ کا لقب جاہلیت میں بھی طاہرہ تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔ جب نبی ﷺ نے ان سے نزولِ وحی کا ذکر کیا تو مشکلاتِ نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے جواب میں عرض کیا: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ[1] اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے مزید انشراح صدر اور طمانیتِ قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی ﷺ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور الٰہیات کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی ﷺ نے جبریلؑ کے آنے اور وحی

---

[1] بخاری، باب بدأ الوحی [حدیث ۳]۔ ترجمہ یہ ہے: نہیں نہیں، آپ کو ڈر کاہے کا ہے۔ بخدا! اللہ آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے، درماندوں کی دستگیری کرتے، تہی دستوں کی امداد فرماتے، مہمانوں کی دعوت کرتے، اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔ ناظرین! غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی ﷺ کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہؓ کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انھوں نے حضور ﷺ کے فضائل کا کیسے گہرے تدبر سے مطالعہ کیا تھا۔ ۲۳

پہنچانے کا حال اسے بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوا کرتا تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار بر گزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہؓ کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی:

اٰمَنَتْ بِیْ حِیْنَ کَفَّرَ بِیَ النَّاسُ، صَدَّقَتْنِیْ حِیْنَ کَذَّبَنِیَ النَّاسُ، وَاَشْرَکَتْنِیْ فِیْ مَالِھَا حِیْنَ حَرَّمَنِیَ النَّاسُ، وَرَقَنِیَ اللّٰہُ وُلْدَھَا وَحَرَمَ وُلْدَ غَیْرِھَا[2]

(۱) وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔ (۲) اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔ (۳) اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔ (۴) خدا نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

---

[1] - صحیح بخاری، عن عائشہ صدیقہؓ [حدیث ۳]۔ اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ آثارِ نبوت سے فیضان پاتا۔ نیک مرد ورقہ اس واقعہ سے تھوڑے دنوں بعد ہی واصل بحق ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معاینہ فرمایا۔

[2] -[یہ حدیث ان الفاظ میں دستیاب نہیں ہوئی۔ مسند احمد ج ۶، ص ۱۱۷ میں اس کے الفاظ یہ ہیں: اٰمَنَتْ بِیْ اِذْ کَفَرَ بِیَ النَّاسُ وَصَدَّقَتْنِیْ اِذْ کَذَّبَنِیَ النَّاسُ وَوَاسَتْنِیْ بِمَالِھَا حِیْنَ حَرَّمَنِیَ النَّاسُ، وَرَزَقَنِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وُلْدَھَا اِذْ حَرَمَنِیْ اَوْلَادَ النَّاسِ۔ اور المعجم الکبیر للطبرانی مسند النساء، باب ذکر ازواج رسول اللہ ﷺ، حدیث ۲۱ میں یہ حدیث ان الفاظ میں وارد ہے: اٰمَنَتْ بِیْ اِذْ کَفَرَ بِیَ النَّاسُ وَصَدَّقَتْنِیْ اِذْ کَذَّبَنِیَ النَّاسُ وَرَزَقَتْ مِنِّی الْوَلَدَ اِذْ حَرَّمْتِیْہِ مِنِّیْ۔ آخری لفظ میں حضرت عائشہ کو مخاطب کیا گیا ہے۔]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزینہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا؟ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور ﷺ باتیں فرماتے رہے؟ فرمایا: خدیجہؓ کی سہیلی ہے۔ اسے خدیجہؓ کے ساتھ بہت محبت تھی۔[1]

امام محمد بن اسماعیل بخاری[2] نے اپنی صحیح کے بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ ﷺ خَدِيجَةَ وَفَضْلِهَا میں بروایت ابوہریرہؓ روایت کی ہے:

أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ، مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلاَمَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ، لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ.[3]

جبریلؑ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہا: ابھی خدیجہؓ حضور ﷺ کے پاس ایک برتن، جس میں کچھ کھانے پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام، نیز میرا سلام کہہ دیجیے اور ان کو ایک ایوانِ جنت کی بشارت دے دیجیے جو خالص مروارید سے ہوگا جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔

---

[1] الاستیعاب، ج ۲، ملخصاً۔ [المستدرک، ج ۱، ص ۶۲، حدیث ۴۰]

[2] امام بخاری جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدقؔ سے سال ولادت، لفظ نورؔ سے سال وفات نکلتا ہے۔ [عمر کی مقدار لفظ حمیدؔ سے معلوم ہوتی ہے، اس سلسلے میں کسی شاعر کا شعر ہے کہ: مِيلَادُهُ صِدْقٌ، وَمُدَّةُ عُمْرِهِ فِيهَا حَمِيدٌ، وَانْقَضَى فِي نُورٍ.]

[3] [بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ ﷺ خَدِيجَةَ وَفَضْلِهَا. حدیث ۳۶۰۹۔]

فرزندانِ خدیجۃ الکبریٰؓ

ہالہؓ اور طاہرؓ اور ہندؓ۔ حضرت خدیجہؓ کے [یہ] فرزند ابوہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

۱- ہالہ بن خدیجۃ الکبریٰؓ کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کے لیے اذن چاہا تو حضور ﷺ نے نام سُن کر فرمایا: اَللّٰھُمَّ ھَالَہ' ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے باپ سے روایت بھی کرتے ہیں۔

۲- طاہرؓ بن خدیجۃ الکبریٰؓ کو نبی ﷺ نے ایک ربع یمن کا حاکم مقرر فرمادیا تھا اور انتقالِ نبوی ﷺ تک یہ بدستور برسرِ حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل عک اور اشعریین تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد یمن میں یہی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابو بکر صدیقؓ نے طاہرؓ کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہرؓ نے بمعیت مسروق بن الاجدع لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہرؓ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

فَوَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ لَا شَیْئَ غَیْرُہٗ لَمَا فُضَّ بِالْاِجْرَاعِ جَمْعُ الْعَشَائِرِ
فَلَمْ تَرَ عَیْنِیْ مِثْلَ جَمْعٍ رَاَیْتُہٗ بِجَنْبِ مَجَازٍ فِیْ جُمُوْعِ الْاَخَابِثِ
قَتَلْنَا ھُوَ مَابَیْنَ قِنَّۃَ خَاصِرٍ اِلَی الْقَیْعَۃِ الْبَیْضَاءِ ذَاتِ النَّبَائِثِ

---

[1] [ایضاً، حدیث ۳۶۱۰۔]

وَفِتْنَا بِأَمْوَالِ الاخابِثِ عَنْوَةً جِهَاراً وَلَمْ نَحْفِلْ بِتِلْكَ الْهَنَاهِثِ[1]

۳- ہند بن خدیجۃ الکبریٰؓ، یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰؓ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ ہند فصاحت و بلاغت میں مسلّمہ تھے اور وصاف النبی ﷺ مشہور تھے۔ نبی ﷺ کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

۴- ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے۔ ان کی چارپائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا اور واہند بن ہنداہ وابن ربیب رسول اللہ کا نعرہ لگایا جسے سُن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہو گئے اور دن بھر تمام بازار بند رہے۔[2]

اقارب

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں جو صحابیہ ہیں۔ ان کے فرزند ابوالعاص بن ربیع ہیں جو سیدہ زینبؓ کے شوہر اور نبی ﷺ کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیمہ بنت عبد صحابیہ ہیں۔ امیمہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر

---

[1] الاستیعاب۔ [طاہر کا ذکر الاستیعاب، ج ا، ص ۲۳۴ پر موجود ہے مگر وہاں نہ یہ واقعہ مذکور ہے اور نہ یہ اشعار۔]

[2] الاستیعاب۔ [ج ا، ص ۴۸۹]

نے کی ہے۔ عوامؓ حضرت خدیجہؓ کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیرؓ بن العوام (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبی ﷺ

طاہرہ خدیجہؓ کے بطن سے جو اولاد نبی ﷺ کی ہوئی اس کا ذکر اولاد نبوی ﷺ کی ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال رمضان ۱۰ نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی ﷺ میں ان کی مدت قیام ۲۴ سال ۶ ماہ یا ۲۵ سال ہے۔

۲-ام المومنین سودہؓ

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حَسل بن عامر بن لوئیؔ۔ ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا۔ قیس برادر سلمیٰ زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سودہؓ کے ننھیال نبی ﷺ کے دادا عبد المطلب کے نانہال تھے۔

یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انھوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش کی تھی۔ سکران نے حبش میں انتقال کیا۔ تب نبی ﷺ نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے ۱۰ نبوت میں بعد از وفات خدیجۃ الکبریٰؓ ان سے نکاح کر لیا تھا۔ انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب

عبد الرحمن اور عبدؔ ابنائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد [بن] عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعہ ان کا برادر شقیق ہے۔ وہ قدیم الاسلام

ہیں۔انھوں نے بھی مع زوجۂ خود عمرۃ بنت السعدی العامریہ ہجرتِ حبشہ کی تھی۔ حضرت سودہؓ کا ام المؤمنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبش کرنا تھا۔

حضرت سودہؓ محاسنِ اخلاق اور مکارم افعال میں ابتدا ہی سے معروف تھیں۔انھوں نے آخر خلافت عمر فاروقؓ میں وفات پائی۔ کتبِ احادیث میں ان سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک، سنن اربعہ میں چار۔

۳-اُمّ المومنین عائشہؓ

(صدیقہ بنت صدیق، طیبہ زوج طیب، حبیبۂ حبیب الٰہ)

ابو بکر صدیق[1] کی بیٹی ہیں۔ان کی ماں کا نام ام رومان زینب ہے، جس کا سلسلہ نسبِ نبوی میں کنانہ سے جاملتا ہے۔ان کا نکاح شوال ۱۰ نبوی میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال ۱ ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔

---

[1] عبداللہ بن عثمان نام، ابو بکر کنیت، صدیق خطاب، عتیق عَلَم، صاحب الغار لقب ہے۔اشہر روایت یہ ہے کہ رجال میں سے سب سے پہلے یہی اسلام لائے تھے۔

(۱) ان کے ذریعے سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔

(۲) یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔

(۳)انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن فہیرہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کرایا تھا۔

(۴)یہی شب ہجرت کو نبی ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں تھے۔

(۵)انھی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

(۶)انھی کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔

(۷)انھی کو نبی ﷺ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا تھا۔

(۱۰)یہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انھی کو خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سہ خلفائے راشدین صرف امیر المؤمنین کہلائے۔

(۱۱)انھی کے انتظام سے اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعاوی برباد ہوئے۔ طلحہ بعد توبہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(۱۲)انھی کے وقت میں عراق، نیز شام کا کچھ حصہ فتح ہوا۔

(۱۳)انھی کی کوششوں سے مانعین زکوۃ فریضہ زکوۃ پر قائم ہوئے۔

(۱۴)انھی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔

ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا

جب تم رنج و غم کے ساتھ کسی معزز بھائی کو یاد کرو تو ابو بکر کو بھی یاد کرو جو ہم سے جدا ہو گئے (انتقال کر گئے۔)

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا، وَأَعْدَلُهَا بَعْدَ النَّبِيِّ، وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا

وہ نبی ﷺ کے بعد تمام خلقت میں بہتر، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ عادل، اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔

وَالثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُودُ مَشْهَدُهُ وَأَوَّلُ النَّاسِ مَنْ صَدَّقَ الرُّسُلَا

وہی ہیں جن کو ثانی رسول ﷺ قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی، وہی ہیں جنھوں نے سب لوگوں سے پیشتر تصدیق رسالت کی۔

وَكَانَ حُبُّ رَسُولِ اللهِ قَدْ عَلِمُوا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهِ رَجُلًا

سب جانتے ہیں کہ ابو بکرؓ صدیق نبی ﷺ کے پیارے تھے۔ خیر البریۃ تھے، نبی ﷺ ان کے برابر کسی کا درجہ نہ سمجھتے تھے۔

☆- خفاف بن ندبہ السلمیؓ کے اشعار یہ ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الْغَيْثُ، إِذَا لَمْ يَشْمَلِ الْأَرْضَ سَحَابٌ بِمَاءٍ

جب بادل زمین پر پانی نہ برسائے تو اس وقت ابو بکر لوگوں کی فریاد رسی کرنے والا ہے۔

تَاللهِ لَا يُدْرِكُ أَيَّامَهُ ذُو طِرَّةٍ صَافٍ، وَلَا ذُو حِذَاءٍ

مجھے خدا کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پا برہنہ ہو یا نعل پوش ہو) ابو بکرؓ کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا۔

مَنْ يَسْعَ كَيْ يَدْرِكَ أَيَّامَهُ يَجْتَهِدِ الشَّدَّ بِأَرْضٍ فَضَاءٍ

اگر کوئی شخص ابو بکرؓ کے فضائل حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہو گی جیسے صحرائے عظیم کو دوڑ دوڑ کر طے کرنے کی سعی کرتا ہے۔

☆-ابو محجن ثقفیؓ کے اشعار ہیں:

وَسُمِّيتَ صِدِّيقًا، وَكُلُّ مُهَاجِرٍ سِوَاكَ يُسَمَّى بِاسْمِهِ غَيْرَ مُنْكَرِ

تم ہی ہو جسے صدیق کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلایا جاتا ہے۔ اسی پر سب کا عمل بلاانکارِ احد ہے۔

سَبَقْتَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللهُ شَاهِدٌ وَكُنْتَ جَلِيسًا بِالْعَرِيشِ الْمُشَهَّرِ

خدا گواہ ہے کہ تم ہی کو سبقت الی الاسلام حاصل ہے، اور عریش کے اندر نبی ﷺ کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملا ہے۔

وَبِالْغَارِ إِذْ سُمِّيتَ بِالْغَارِ صَاحِبًا وَكُنْتَ رَفِيقًا لِلنَّبِيِّ الْمُطَهَّرِ

غار میں تم ہی تھے اور صاحب الغار تمہارا ہی نام ہے۔ نبی مطہر ﷺ کے رفیق تم ہی تو ہو۔

☆- حدیث تخییر میں حضرت علیؓ مرتضیٰ کا قول ہے: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا بِهِ. ابو بکرؓ ہم سے زیادہ علم والے تھے۔

☆- بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرِضَ لَيَالِيَ وَأَيَّامًا، يُنَادَىٰ بِالصَّلَاةِ، فَيَقُولُ: مُرُوا أَبَابَكْرٍ يُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نَظَرْتُ، فَإِذَا الصَّلَاةُ عَلَمُ الْإِسْلَامِ وَقِوَامُ الدِّينِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِدِينِنَا، فَبَايَعْنَا أَبَا بَكْرٍ.-(اقوال علیؓ الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں) رسول اللہ ﷺ چند شب و روز بیمار رہے۔ حضور ﷺ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرمادیتے کہ ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے۔ اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی

ازواج النبی ﷺ میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ اُمہات المومنین میں وہ طیبہ یہی ہیں جن کا پہلا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ، جَاءَنِي بِكِ الْمَلَكُ فِي خِرْقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ، فَيَقُولُ: هَذِهِ امْرَأَتُكَ، فَأَكْشِفُ عَنْ وَجْهِكِ، فَإِذَا أَنْتِ هِيَ، فَأَقُولُ: إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ يَمْضِهِ.

رسول اللہ ﷺ نے (عائشہؓ سے) فرمایا: میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اُٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) خدا کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی کر دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی شادی کا اہتمام خطیرۃ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ نے اس شادی کو من جانب اللہ قرار دیا تھا۔

جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی لیے ہم نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت ابو بکرؓ کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابو بکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت میر محمد عثمان علی خاں سابق خسرو دکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔ (محمد سلیمان)

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، [باب فی فضل عائشۃ، ح۲۴۳۸]، و صحیح بخاری، [کتاب فضائل الصحابۃ، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ، ح۳۶۸۲، کتاب النکاح، باب نکاح الابکار، ح۴۷۹۰، کتاب التعبیر، باب کشف المرأۃ فی المنام، ح۶۶۰۹، بخاری میں ثلاث لیال کی جگہ مرتین کے الفاظ ہیں۔]

محبت کا امتحان

حضرت صدیقہؓ کو رسول ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوۂ انمار[1] میں ان کی سواری کیمپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جنس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت مصیبت کا ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت بھی ان کی قوتِ ایمانیہ اور پاکیٔ فطرت کی عجیب شان نظر آئی۔ جب نبی ﷺ نے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہؓ نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کے فرمایا:

فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونَنِي، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ - وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيئَةٌ مِنْهُ - لَتُصَدِّقُنِّي، فَوَاللهِ لَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ[2]

☆ اگر میں اب کہوں کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہو گی۔ اگر میں کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کر لی جائے گی۔ پس اندریں حالات، میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوبؑ کی مثال پاتی ہوں جنھوں نے کہا تھا کہ آزمائش میں، صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں خدا ہی مدد رساں اور کارساز ہے۔

---

[1] [واقعہ اَفک کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ یہ غزوۂ بنو المصطلق کے بعد پیش آیا تھا، مگر امام بخاری نے یہ واقعہ غزوۂ انمار کے بعد نقل کیا ہے۔ شاید اسی وجہ سے مؤلف مرحوم نے اس کو غزوۂ انمار سے متعلق قرار دیا ہے۔ (مدوّن)]

[2] صحیح بخاری، [کتاب المغازی] غزوۂ انمار، [باب حدیث الافک، ح ۳۹۱۰]

صدیقہؓ کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت رؤیا [خواب] میں نبی ﷺ کو بتادیا جائے گا مگر اس کا مجھے شان گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الٰہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ ابھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اُترا۔ اللہ پاک نے صدیقہؓ کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی، ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اُتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب اَلطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ[1] کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہؓ کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا، باوجود بے قصوری و مظلومی کے، اور باوجود افتراء پردازوں کو جھوٹا جاننے کے، آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اُترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی دردمند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے، پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رؤیا میں ظاہر فرمائی جائے گی لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکسار اختیار کرتے ہیں۔

---

[1] [پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور] پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ (سورہ نور)

فضائل

حضرت عائشہؓ کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں [ابو] موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.[1]

مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے۔ مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زن فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے ثرید کو سب کھانوں پر۔

انس بن مالک سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔[2]

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہؓ کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہِ الٰہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوارِ نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اُس حدیث میں ہے جسے ام المومنین ام سلمہؓ نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا[3] یہ

---

[1] [بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشۃ، ح۳۵۵۸، وغیرہ]

[2] [ایضاً، ح۳۵۵۹]

[3] [ایضاً، ح۳۵۶۴] امام مسلمؒ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ کی ولادت ۲۰۴ھ، سنہ وفات ۲۴ رجب ۲۶۱ھ ہے۔

عائشہؓ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہراؓ کو محبت عائشہؓ کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے [کہ] نبی ﷺ نے سیدۃ فاطمہؓ سے فرمایا: أَيْ بُنَيَّةُ، أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟ فَقَالَتْ: بَلَىٰ. فَقَالَ: فَأَحِبِّي هَذِهِ[1] پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا: تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

حضرت عائشہؓ کے کمالات عُلیا پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: إِنَّ جِبْرِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ. قَالَتْ: قُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ[2] نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: یہ جبریلؑ ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر اللہ کا سلام اور رحمت ہو۔

حضرت عائشہؓ کے احسانات بر امّت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک بار حضرت اسماءؓ (اپنی بہن) کا مانگا

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ [پیش نظر نسخے کے حاشیے میں حوالہ اسی طرح درج ہے، مگر بات برعکس معلوم ہوتی ہے، جس کی تائید متن سے بھی ہوتی ہے۔ یہ الفاظ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشہ، ح ۲۴۴۲ کے ہیں۔]

[2] [کتاب الاستیذان، باب تسلیم الرجال علی النساء، والنساء علی الرجال، ح ۵۸۹۵۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل عائشہ، ح ۲۴۴۸۔]

ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اسی وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اُسید بن حُضیر نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کہا: جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا، مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ فَرَجًا وَمَخْرَجًا، وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ بَرَكَةً[1] اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو خدا نے خود اس میں کشود کار فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔

حضرت صدیقہؓ کی محبتِ رسول ﷺ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں:

۱- صحیح مسلم میں [ہے کہ] ایک سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نبی ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہؓ نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہؓ کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی ﷺ حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی طرف گئے جس پر حضرت حفصہؓ سوار تھیں اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہؓ کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا: يَارَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي. رَسُولُكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا[2] اے رب کسی سانپ یا بچھو

---

[1] [بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشۃ، ح ۳۵۶۲]

[2] [بخاری، کتاب النکاح، باب القرعۃ بین النساء، ح ۴۹۱۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشۃ، ح ۲۴۴۵]

کو بھیج، کہ مجھے کاٹ کھائے۔اور وہ تیرے رسول ﷺ ہیں...ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

۲- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آرہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو اُبھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا: عائشہؓ! تو حیران سی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ! میں نے دیکھا کہ حضور کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔(اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست وے ہمایوں دل کہ آں قربان اوست

بخدا اگر ابو کبیر ہذلی[1] حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سُنا دیے:

وَمُبَرَّإٍ مِنْ كُلِّ غَيْرِ حَيْضَةٍ، وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ، وَدَاءٍ مُغِيل

فَإِذَا نَظَرْتَ إِلَىٰ أَسِرَّةِ وَجْهِهِ، بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ[2]

---

[1] ایامِ جاہلیت کا مشہور شاعر

[2] ترجمہ: وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہو گا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ دے رہی ہے۔

نبی ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر عائشہ صدیقہؓ کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: مَا سُرِرْتِ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْكِ جو سرور مجھے تیرے کلام سے حاصل ہوا اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔[1]

۳۔ حضرت صدیقہؓ کی محبت رسول ﷺ کی ایک مثال وہ ہے جو قرآن مجید کی آیت تخییر کے نزول پر ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (۲۸) وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲۹) (الاحزاب ۲۸:۳۳-۲۹)

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں رخصتانہ دے دلا کر اپنے سے خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں۔ لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور آخرت کی خواہاں ہو، تب تم میں سے جو نیکی کرنے والیاں ہیں، ان کے لیے خدا تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہؓ ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہؓ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا: کیا میں اس معاملے میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟! میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو

---

[1] [السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب العدد، باب الحیض علی الحمل، جزء ۷، ص ۴۲۲، ح ۱۵۲۰۴]

اختیار کرتی ہوں۔[1] اس جواب میں انھوں نے اپنی محبت باخدا اور محبتِ رسول ﷺ کا ثبوت بھی دیا، نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی، جس کا اتباع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمایا۔ فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؒ جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معانی قرآن اور احکامِ حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہؓ سے بڑھ کر نہیں پایا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آپڑتا تھا تو وہ حضرت صدیقہؓ کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

ام المومنین عائشہؓ جس طرح اپنے فرزندانِ شریعت کی شیرِ علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں، اسی طرح اپنی جُود و سخاوت سے فقراء و مساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیرؒ کہتے ہیں میں نے عائشہ صدیقہؓ کو دیکھا۔ انھوں نے ایک روز میں ستر ہزار درہم راہِ خدا میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا کُرتا تھا۔ ایک روز عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انھوں نے سب کے سب اسی روز راہِ خدا میں صدقہ کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہؓ کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا کہ اگر سالن کے لیے کچھ بچا لیا جاتا تو میں سالن بھی تیار کر لیتی۔ صدیقہؓ نے فرمایا: مجھے تو خیال نہ آیا، تو نے یاد دلا دینا تھا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر۔ [تفسیر سورۃ الاحزاب، ح ۴۵۰۷]

[2] مدارج النبوۃ، ج ۵، ص ۵۰۶

خدیجہؓ وعائشہؓ کے فضائل

علامہ ابن قیمؒ[1] نے ایک بحث لکھی ہے کہ خدیجۃ الکبریٰؓ، اور عائشہ صدیقہؓ میں سے افضل کون ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں تین مذہب ہیں: (۱) خدیجہؓ افضل ہیں۔ (۲) عائشہؓ افضل ہیں۔ (۳) سکوت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں ہر دو میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا اثر ابتدائے اسلام پر ہے۔ (۱) یہ نبی ﷺ کے لیے باعثِ تسکین و تسلی و ثبات تھیں۔ (۲) انھوں نے اپنا مال محبتِ رسول ﷺ میں نثار کیا۔ ان کو آغازِ اسلام کا زمانہ ملا اور اس وقت میں انھوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم ﷺ کے لیے ہر ایک رنج و تکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔ (۳) انھوں نے جو کٹھن وقت میں نصرتِ رسول خدا ﷺ کی۔ پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں۔ طیبہ صدیقہ کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے (۱) جو تفقہ انھوں نے دین میں حاصل کیا (۲) اور جو تبلیغ انھوں نے اُمت کی فرمائی (۳) اور علمِ نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انھوں نے کیے اور جو علمی فوائد انھوں نے فرزندانِ اُمت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہؓ کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔

صحیحین میں متفق علیہ [۱۷۴]

---

[1] ابن القیمؒ، کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ للعالمین کر چکا ہے۔ ترجمہ کا نام الصلوٰۃ والسلام ہے۔

صرف صحیح بخاری میں [۵۴]

صرف صحیح مسلم میں [۵۸]

دیگر کتب معتبرہ میں [۱۹۲۴]

فتاویٰ شرعیہ اور حل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور متعدد واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔[1]

جہاد فی سبیل اللہ

[صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے، حضرت] انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، وَأُمَّ سُلَيْمٍ، وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا، تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا، فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا، ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ.[2]
میں نے حضرت عائشہؓ اور امِ سلیمؓ کو دیکھا، کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھر لاتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔

---

[1] -امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی ۴۵۷ھ نے دیگر مکثرین فی الروایت کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے۔ عمر فاروق ۵۳۷، ابن مسعود ۸۰۰ وچند، جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس ۱۵۰ھ سے زائد، ابن عمر، وانس حضرت عائشہ کے برابر۔ (کتاب الفصل فی الملل، جز ۴)

[2] [کتاب المغازی، بَابُ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ، ح ۳۸۳۷]

جنگ بدر میں رایت [پرچم] نبوی کا [نشان] مرطِ عائشہ صدیقہؓ تھا یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمتِ اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی، وہ نشان عائشہ صدیقہؓ کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہؓ کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔[1]

حضرت حسان [بن] ثابتؓ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ وَتُصبِحُ غرثٰى من لحومِ الغوافِلِ

عَقِيلَةُ اَصْلٍ مِّنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ كِرَامِ الْمَسَاعِيْ مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ

مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَيَّبَ اللهُ خِيْمَهَا وَطَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَّبَاطِلِ

فَاِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيْلَ عَنِّيْ قُلْتُهٗ فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِيْ اِلَيَّ اَنَامِلِيْ

وَاِنَّ الَّذِيْ قَدْ قِيْلَ لَيْسَ بِلَائِطٍ بِهَا الدَّهْرَ بَلْ قَوْلُ امْرِءٍ متحاملِ

وَ كَيْفَ وَوُدِّيْ مَا حَيِيْتُ وَنُصْرَتِيْ لِاٰلِ رَسُوْلِ اللهِ زَيْنُ المحَافِلِ

رَأَيتُكِ وَلِيَغْفِرَ لَكِ اللهُ حُزَّةً مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرِ ذَاتِ الْغَوَائِلِ[2]

---

[1] سیرت حلبیہ، ج ۲، ص ۱۴۷

[2] ایضاً۔ [ہمیں السیرۃ الحلبیہ دستیاب نہیں ہو سکی، مگر حضرت عائشہؓ کے بارے میں حضرت حسانؓ کے اشعار الروض الانف، عیون الاثر، سیرۃ ابن کثیر اور سیرت ابن ہشام وغیرہ میں موجود ہیں۔ ہم نے سیرت ابن ہشام اور عیون الاثر کی مدد سے مؤلف کی عبارت میں کتابت کی غلطیاں درست کی ہیں۔ آخری شعر درج بالا ماخذ میں سے کسی میں بھی نہیں ملا، عیون الاثر میں پانچواں شعر غائب ہے اور سیرت ابن ہشام میں پانچویں اور چھٹے شعر میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

عائشہ صدیقہؓ کے انصاف اور صداقت کے لمعات اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المؤمنین زینبؓ بنت جحش کی تعریف میں کہتی ہیں:

(۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِنِسَائِهِ: أَسْرَعُكُنَّ لُحُوقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا. قَالَتْ: فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ.[1] ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا: تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آکر ملے گی جو زیادہ سخی ہو گی۔ یہ سن کر سب ازواج بڑھ بڑھ کر کام کرنے لگیں لیکن ہم میں سب سے زیادہ سخی زینبؓ ثابت ہوئیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کماتی اور پھر اس کو راہِ خدا میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

وہ پاک دامن ہے، سنجیدہ و باوقار ہے، اس پر کسی شک کا گمان تک نہیں گزرتا۔ اس کا پیٹ غافل عورتوں کے گوشت سے خالی ہوتا ہے (یعنی ان کی غیبت نہیں کرتی)۔ وہ اپنی اصل کے اعتبار سے عقل مند ہے، یعنی لوئی بن غالب کے قبیلے سے ہے، جو نیک مساعی کرنے والے ہیں اور ان کی بزرگی زائل ہونے والی نہیں۔ وہ مہذب ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی عادات کو پاکیزہ بنایا ہے اور انھیں ہر قسم کی نافرمانی اور باطل سے پاک کیا ہے۔ میری طرف جو بات منسوب ہے، اگر وہ میں نے کہی ہے تو میری انگلیاں میرا کوڑا تک نہ اٹھا سکیں (یعنی میرے ہاتھ شل ہو جائیں)۔ بے شک جو کچھ کہا گیا ہے وہ کبھی بھی اس کی شان کے شایان نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سست رو شخص کا قول ہے۔ یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ میری محبت اور میری نصرت، جب تک میں زندہ ہوں، آلِ رسول ﷺ کے لیے زینت محفل (یعنی بر سرِ عام ہے)۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے، میں نے آپ کو ایک آزاد منش اور پاکیزہ خاتون کے طور پر دیکھا ہے، نہ کہ کسی صحرائی عورت کے طور پر۔ (مدوّن)]

[1] اطول طَوْل سے ہے۔ طَول کے معنی جود و سخاوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذُوْ الطَّوْل ہے۔

(۲)وَمَا رَأَيْتُ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ، وَأَتْقَى لِلّٰهِ، وَأَصْدَقَ حَدِيثًا، وَأَوْصَلَ لِلرَّحِمِ، وَأَعْظَمَ صَدَقَةً. [1] میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سچ بولنے والی اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ دینے والی تھیں۔

(ب) ام المومنین صفیہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں: وَمَا رَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ. [2] میں نے صفیہؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج)ام المومنین سودہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ فِي سِلَاخِهِ مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، إِلَّا أَنَّ بِهَا حِدَّةً.

سودہؓ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجے میں ہونا مجھے سب سے زیادہ پیارا ہو۔

---

[1] [مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زینب، ح۲۴۵۲]

[2] [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی فضائل عائشۃ، ح۲۴۴۲]

[3] [صحیح نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، ح۳۹۵۷، اس حدیث کو ناصر الدین البانیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔] [صحیح مسلم میں اس کے الفاظ اس طرح درج ہیں: مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ مِنِ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ، مِنِ امْرَأَةٍ فِيهَا حِدَّةٌ. كِتَابُ الرَّضَاعِ، بَابُ جَوَازِ هِبَتِهَا نَوْبَتَهَا لِضَرَّتِهَا، ح۱۴۶۳]

(د) ام المومنین جویریہؓ کی صفت جمال بیان کرتی ہیں: كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ عَلَيْهَا حَلَاوَةٌ وَمَلَاحَةٌ، لَا يَكَادُ يَرَاهَا أَحَدٌ إِلَّا وَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ[1]. جویریہؓ میں شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

ام مومنت امت

بشر بن عقربہؓ سے روایت ہے کہ اُحد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ عَائِشَةُ أُمَّكَ، وَأَكُونَ أَنَا أَبَاكَ؟[2] کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہؓ تو تیری ماں ہو اور میں تیرا باپ ہوں۔

لغزش

حضرت عائشہؓ کی بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔[3] اس جنگ کا نام جنگ جمل اسی لیے مشہور ہوا تھا کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کا ہودج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام

---

[1] [ابو داؤد میں اس روایت الفاظ یوں درج ہیں: كَانَتِ امْرَأَةً مَلَاحَةً، تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ. (کتاب العتق، بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ، ح ۳۹۳۱) جب کہ مسند احمد میں اس کے الفاظ یہ ہیں: وَكَانَتِ امْرَأَةً حُلْوَةً مَلَاحَةً، لَا يَرَاهَا أَحَدٌ إِلَّا أَخَذَتْ بِنَفْسِهِ. (ج ۶، ص ۲۷۷، احادیث عائشہ، ح ۲۶۴۰۸)]

[2] الاستیعاب، ج ۱، ص ۶۳۔ [نیز الوافی فی الوفیات، ج ۱، ص ۱۳۸۳]

[3] یہ واقعہ ۱۵ جمادی الآخرہ، ۳۶ھ کو ہوا۔ لڑائی صبح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آغاز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہؓ زخمی ہوئے اور جاں بحق ہونے سے پیشتر انھوں نے بیعت مرتضوی کی تجدید حضرت علیؓ کے ایک افسر کے ہاتھ پر کی۔ ابن حزم و ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آغاز جنگ کرنا نہیں

عسکر تھا۔اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ امیر المومنینؓ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہؓ نے فرمایا تھا کہ میری اور علیؓ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاوج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا: بخدا یہی سچی بات ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات ۴۹:۹) اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرادو۔

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مومن تھے۔اس مصداق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

مودّت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عائشہ صدیقہؓ کی صداقت اور مودّت علیؓ و فاطمہ سلام اللہ علیہم کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جمیع بن عمیر سے ہوتی ہے: قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَىٰ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا،

چاہتا تھا۔چند شریروں نے جو قتل عثمانؓ سے ملوث تھے، جنگ اس طرح کرادی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھاپہ مارا۔وہ سمجھے کہ یہ فعل بحکم اور بعلم حضرت علیؓ ہوا ہے۔انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہو گئی۔ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ابن حزم کہتے ہیں کہ اس پر برہان یہ ہے کہ ام المؤمنینؓ اور زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم اور ان کے رفقا نے امامت علیؓ کے بطلان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا، نہ انھوں نے نقض بیعت کیا، نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاقیہ تھی، جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔(کتاب الفصل فی الملل، ج۴، ص۱۵۸، مطبوعہ مطبعہ الادبیۃ، مصر ۱۳۱۷ھ)

فَسُئِلَتْ: أَيُّ النِّسَاءِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: فَاطِمَةُ. قِيلَ: فَمِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ: زَوْجُهَا.[1]

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا۔ ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سب سے پیاری نبی ﷺ کو کون تھی؟ انھوں نے کہا: فاطمہؓ۔ پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا؟ فرمایا: شوہرِ فاطمہؓ۔

دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ میں حسنینؓ اور علیؓ و فاطمہؓ داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہؓ ہی نے بیان کیا ہے۔[2]

تعریف و توصیف بزبان عمارؓ بن یاسر

جن دنوں جنگِ جمل کی ابتدا تھی حضرت عمار [بن] یاسرؓ نے مسجدِ کوفہ میں رفقائے مرتضویؓ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] تیسیر الاصول فی جامع الاصول، جلد ۲، ذکر فاطمہؓ۔ [ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل فاطمۃ، ح ۳۸۷۴۔ امام ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے، مگر علامہ البانیؒ نے اس پر منکر کا حکم لگایا ہے۔ اسی طرح اس کو حاکم نے مستدرک میں بھی نقل کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے، مگر امام ذہبی نے ضعف کی وجہ سے اپنی تلخیص سے اس کو حذف کیا ہے۔ دوسری طرف یہ روایت بھی موجود ہے کہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کو کون سی عورت سب سے زیادہ پسند تھی؟ انھوں نے کہا: عائشہ۔ میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ انھوں نے کہا: اس کا باپ۔ (اس روایت کو صاحب مجمع الزوائد } ج ۹، ص ۳۸۶، ح ۱۵۳۱۰ میں { نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح [بخاری] کے ہیں۔ مسند احمد میں اَيُّ النِّسَاءِ کی جگہ اَيُّ النَّاسِ کا لفظ ہے۔ اس پر شعیب الارنؤوط اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح لغیرہ ہے۔ (مدوّن)]

[2] [مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل اہل البیت، ح ۲۴۲۴]

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَلَكِنَّ اللهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوهُ أَوْ إِيَّاهَا[1]. میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی ﷺ کی زوجہ دنیا اور آخرت میں ہیں لیکن خدا نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی مرتضیٰؓ کا۔

خصوصیات بزبانِ خود

عائشہ صدیقہؓ جن خصوصیات کا ذکر بطور فخر فرمایا کرتی تھیں، ان میں ایک یہ فقرہ بھی ہے: تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِي وَ نَوْبَتِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَجَمَعَ اللهُ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِيُّ ﷺ [عنه] فَأَخَذْتُهُ فَمَضَغْتُهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ.[2] نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں میرے سینے اور گلو کے درمیان وفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمن مسواک لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ فرمانا چاہتے تھے، میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرادی۔

اقوالِ عائشہؓ

حضرت عائشہؓ کا قول ہے: درِ جنت کو کھٹکھٹاؤ، کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکھٹائیں؟ فرمایا: بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، [کتاب فضائل الصحابۃ]، باب فضل عائشہؓ، [ح ۳۵۶۱]

[2] [بخاری، كِتَابُ الْخُمُسِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ، ح ۲۹۳۳]

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا: میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا: جب تجھے اپنے بُرے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا: جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقالِ نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ ۹ سال کی مصاحبت قدسیہ میں جو علومِ عالیہ سیکھے تھے، قریباً نصف صدی تک فرزندانِ روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔ؓ

اقارب

(۱) حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومان کنانیہ ہیں جن کا انتقال رمضان ۶ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ لَمْ يَخْفَ عَلَيْكَ مَا لَقِيَتْ أُمُّ رُومَانَ فِيكَ وَفِي رَسُولِكَ[1] الٰہی! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے، اور تیرے رسول ﷺ کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔ نیز فرمایا: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى امْرَاَةٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَيَنْظُرَ اِلٰى اُمِّ رُوْمَانَ[2] اگر کوئی شخص حورانِ جنت میں سے کسی عورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ اُم رومان کو دیکھ لے۔

(۲) عبدالرحمن بن ابو بکرؓ ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادرانِ عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسینؓ

---

[1] [الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۲۸، الروض الانف، ج ۴، ص ۔۔۔ الوافی فی الوفیات، حرف الراء]

[2] الاستیعاب، ص ۹، [حوالہ بالا] صحیح بخاری میں مسروق تابعی نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔

اور عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے جب ولی عہدیٔ یزید کا ذکر کیا تو انھی نے جواب میں لکھا تھا: أَهِرَقْلِيَّةٌ؛ إِذَا مَاتَ كِسْرَىٰ قَامَ كِسْرَىٰ مَكَانَهُ. لَا نَفْعَلُ وَاللهِ أَبَدًا.[1] کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسریٰ مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسریٰ بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔ حضرت عبدالرحمنؓ کا بیٹا بھی صحابی ہے۔ اس طرح ابو بکر صدیقؓ کے خاندان میں چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

حضرت عائشہؓ نے ان کی وفات پر دو شعر بطور تمثیل پڑھے تھے:

كُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حُقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ، حَتَّىٰ قِيلَ: لَنْ يَتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَمَالِكًا لِطُولِ اجْتِمَاعٍ، لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا[2]

(۳) طفیل بن سنجرہ ان کا اخیافی بھائی ہے۔

(۴) عبداللہ بن فضالہ لیثی حضرت عائشہؓ کا پدر رضاعی تھا۔ ابا عائشہؓ کنیت کرتا تھا۔ قاضی بصرہ ہو گیا تھا۔ عبداللہ اور فضالہ دونوں صحابی تھے۔

---

[1] [الاستیعاب، ج۱، ۲۴۹۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج۴، ص۳۲۷]

[2] [ترمذی، کتاب الجنائز، بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْمَقَابِرَ، ح۱۰۵۵] ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے۔ لیکن جدائی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہِ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلادی۔ جب وہ مقررہ دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اتنے میں ایک شخص ہانپتا ہوا آ گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنالیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

(۵)ان کی علاتی بہن اسماء بنت ابو بکرؓ ذات النطاقین ہیں۔ان کا اسلام ۱۷ شخصوں کے بعد تھا۔قریباً سو سال کی عمر میں (بماہ جمادی الاولی ۷۳ھ) وفات پائی۔زبیر بن العوام کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر کی والدہ ہیں۔

(۶)ان کے علاتی بھائی عبداللہ بن ابو بکرؓ ہیں جو غزوۂ حنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔نبی ﷺ نے جو فرمان عیسائیانِ نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر تھے۔ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیسؓ کے بطن سے تھیں۔یہ وفات صدیقؓ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

(۷)ان ہی کے علاتی بھائی محمد بن ابو بکرؓ ہیں جو ربیب علی مرتضیٰؓ ہیں۔حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکمِ مصر بنایا تھا۔

(۸)حضرت صدیقہؓ کی ایک لونڈی بریرہ تھیں۔عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت ملنے سے پیشتر وہ مدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ [اس] سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک! تجھ میں کچھ خصلتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔پس اگر تو صاحبِ سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچنا۔کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُدْفَعُ عَنْ بَابِ الْجَنَّةِ بَعْدَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا، بِمِلْءِ مِحْجَمَةٍ مِنْ دَمٍ يُرِيقُهُ مِنْ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ. [1] کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا، حتی کہ اسے دیکھنے لگے، پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا کیوں کہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہو گا۔

---

[1] الاستیعاب، ص ۷۹۲ [ج ۱، ص ۵۷۹۔المعجم الکبیر، مسند النساء، باب الباء، جزء ۲۴، ص ۲۰۵]

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

۱- معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہؓ کے بھائی محمد بن ابو بکر کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہؓ کو معاویہ کی طرف سے سخت رنج تھا لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحاتِ اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ عبدالرحمن بن شماسۃ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں، میں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہؓ سے ملنے گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سر لشکر کا حال کیسا تھا؟ پھر فرمایا: میری طبیعت کا خیال نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔

عبدالرحمن نے عرض کیا کہ میدانِ جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً گھوڑا بہم پہنچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو دوسرا آدمی جھٹ بھیج دیتا تھا۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: أَسْتَغْفِرُ الله، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، إِنْ كُنْتُ لَأُبْغِضُهُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ قَتَلَ أَخِي، وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَقُولُ: اللَّهُمَّ مَنْ رَفَقَ بِأُمَّتِي فَارْفُقْ بِهِ، وَمَنْ شَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ[1]. میں خدا سے بخشش چاہتی ہوں۔ خدایا مجھے معاف فرمانا۔ میں تو اس سے بغض رکھتی تھی اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے: الٰہی! جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے، اس پر مہربانی فرمانا اور جو کوئی امت پر سختی کرے، تو بھی اس پر سختی کرنا۔

۲- ام حکیم بنتِ خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ طوافِ کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابتؓ کا ذکر چل پڑا۔ دونوں نے انھیں گالی کے ساتھ یاد

---

[1] الاستیعاب، ص ۷۲ [ج ۱، ص ۳۴۴، حرف المیم، معاویہ بن ثور]

کیا۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا: تم اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخلِ جنت فرمائے گا۔ دیکھو تو سہی کہ حسان نبی ﷺ کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ[1]

یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کہا تھا۔ صدیقہؓ نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں۔[2]

عائشہ صدیقہؓ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں استراحت فرمائی۔

اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی السلمی کے گھر میں تھیں۔ خنیسؓ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ کی تھی۔ بدر واُحد میں حاضر ہوئے اور جنگ اُحد میں زخمی ہو کر مدینہ میں وفات پائی۔

---

[1] [مصنف عبدالرزاق، کتاب المناسک، باب قرن الطواف، ح ۹۰۱۶]

[2] اس بارے میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسانؓ نے قصہ افک میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان کا مندرجہ ذیل شعر اس بارے میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہؓ کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی براءت بھی ظاہر کرتے ہیں: فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ أَنَامِلِي کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو خدا کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی بالکل نکما ہو جائے۔

ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ السلمی بھی صحابہ میں نہایت مشہور بہادر و شاعر ہیں۔ حضرت خنیسؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے حفصہؓ کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا جس سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا کیونکہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی انھی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ، وَيَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ حَفْصَةَ.[1]

حفصہؓ کی شادی اس شخص سے ہو گی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہو گا جو حفصہؓ سے بہتر ہے۔

بعد ازیں نبی ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ بیاہ دی۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مل کر فرمایا: تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ حفصہؓ کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے اور میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں، اگر آنحضرت ﷺ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال بعمر شصت سالہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبریلؑ نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی:

---

[1] [مجمع الزوائد، ج ۴، ص ۵۰۹، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ عَرْضِ الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ عَلَى أَهْلِ الْخَيْرِ. اس کی سند میں ولید بن محمد الموقری ہے جو ضعیف ہے۔ الاستیعاب، ج ۱، ص ۵۸۴، کتاب النساء]

فَاِنَّهَا قَوَّامَةٌ صَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ[1]

وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔

ولادت حفصہؓ پانچ سال قبل از بعثت ہے۔[2]

مرویات حفصہؓ ام المومنین:

متفق علیہ ۴ صحیح مسلم میں ۶

دیگر کتب احادیث میں ۵۰ کل... ۶۰

بعض لوگ آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا[3] کی تفسیر میں ام المومنین حفصہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی ﷺ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

---

[1] الاستیعاب، [ج ۱، ص ۵۸۴، کتاب النساء]

[2] مدارج النبوۃ

[3] جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کہی۔ (سورۃ التحریم ۶۶:۳)

اقارب

(۱) عمر فاروقؓ جو اشہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ ۱۳ھ میں بعد وفات ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تامل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتہ لگا کہ وہ ابو لؤلؤ نصرانی ہے تب فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ قَتْلِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یُحَاجُّنِیْ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[1]

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال ۷۳ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔[2]

(۳) حضرت حفصہؓ کی والدہ زینب بنت مظعون ہیں جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی ﷺ سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

---

[1] [الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۵۷] خدا کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الٰہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔

[2] عمر فاروقؓ کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ قطب الاقطاب خواجہ فرید شکر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی امام ربانی، اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم سب فاروقی ہیں۔ شاہ ابو الخیر عبداللہ دہلوی المسکن، مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء معصوم صاحب ترین چار باغ (کابل) کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔

(۴)ان کے ماموں عثمان بن مظعون ہیں۔ 13 کس کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالہجرتین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیمؓ کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا: اِلْحَقْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مِنَّا.[1]

اُم المساکین زینبؓ بنت خزیمہ

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے ہوا۔ دوسرا عبیدہ سے ہوا۔ یہ دونوں نبی ﷺ کے عم زاد بھائی، یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا جو نبی ﷺ کے عمّہ زاد ہیں اور ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں۔ جنگ اُحد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام المومنین میمونہؓ کی بہن ہیں۔

اُم المومنین ام سلمہؓ (ہند)

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاد الراکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی ﷺ سے پیشتر ام سلمہ حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہر دو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔ ام سلمہؓ نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابو سلمہ غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابو سلمہ کی

---

[1] [الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۲۴]

والدہ برّہ بنت عبد المطلب نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ اور حضرت حمزہؓ اور ابو سلمہؓ تینوں برادرانِ رضاعی بھی ہیں۔

ام سلمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی۔ اور پھر [دونوں] مکّے میں واپس آ گئے تھے۔ مگر جب ابو سلمہؓ وام سلمہ مع اپنے بچے سلمہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابو سلمہؓ کے گھر والوں نے ان کے بچے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بچے کو، جو ہمارے خاندان کا فرد ہے، نہیں لے جا سکتے۔ علیٰ ہذا ام سلمہؓ کے گھرانے والوں نے ام سلمہؓ کو چھین لیا کہ اُم سلمہ کو، جو ہمارے خاندان کی لڑکی ہے، تم نہیں لے جا سکتے۔

ابو سلمہ نہایت قوی الاسلام اور راسخ العزم تھے۔ بیوی اور بچے کے چھن جانے پر بھی انھوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور خدا اور سولِ خدا ﷺ کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہؓ مکے ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ وآہ وبکا پر نرما گیا۔ انھوں نے بچہ بھی دے دیا اور ان کو سفر کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ و تنہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے گو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے لیکن ان کو ام سلمہؓ کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہؓ کو اونٹ پر سوار کراتے، خود پیدل چلتے، منزل پر پہنچ کر ان سے دُور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل بمنزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: دیکھو، جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو، میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابو سلمہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ اُحد میں زخمی ہوئے۔ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور جمادی الآخرہ ۳ھ میں انھوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا: اللَّهُمَّ اخْلُفْنِي فِي أَهْلِي بِخَيْرٍ.[1]

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی ﷺ کو جو محبت اور قرابت ابو سلمہؓ سے تھی اور مدت العمر انھوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی، نیز ام سلمہؓ نے اسلام کے لیے ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا اور ان کے بچے عمر، سلمہ اور لڑکیاں زینب ودرّہ حضور ﷺ کے ربیب تھے اور انھوں نے زیر تربیت نبی ﷺ پرورش پائی۔

اقارب

(۱) عمر بن ابو سلمہؓ ۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ ۸۳ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن سہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

(۲) سلمہ بن ابو سلمہؓ کے ساتھ نبی ﷺ نے امامہ بنت امیر حمزہؓ کا نکاح کر دیا تھا۔ انھوں نے عبد الملک کے عہد میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔

---

[1] الٰہی میرے کنبہ کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا۔

(۳) زینب بنت ابو سلمہ کا نکاح عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانے میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرتِ حبش کر کے مکہ سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازگی تازندگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔

یوم الحرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ واللہ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے، لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کو روکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبتِ عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

(۴) ام کلثوم بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشیں گوئی فرمادی تھی۔

(۵) درّہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہؓ نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درّہ سے نکاح کرنے والے ہیں؟ فرمایا: اگر وہ میری ربیبہ بھی نہ ہوتی تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابو سلمہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

(۶)زہیر، عامر، عبداللہ، مہاجر، ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادر زادے اور عبداللہ بن زمعہ بھانجے ہیں۔

(۷)عبداللہ کی ماں عاتکہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ، مدینے کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے ملاقی ہو کر اسلام لائے اور عفو تقصیرات سے شاد کام ہوئے۔ فتح مکہ اور حنین اور غزوۂ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔

(۸)عامر مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں۔

(۹)مہاجر، حضرت ام سلمہ کے برادر شقیق ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کو حارث بن عبد کلال حمیری شاہِ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدف کا عامل بھی بنا دیا تھا اور پھر ابو بکر صدیقؓ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضر موت میں قلعہ نجیر انھی نے فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہؓ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۹ھ کو بعمر ۸۴ سال ہوا۔ بعض نے ۶۰ھ میں روایت کیا ہے۔ مرویاتِ ام سلمہؓ ام المومنین، کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں [۲۹] صرف صحیح بخاری میں ۳

صرف صحیح مسلم میں ۱۳ دیگر کتب حدیث میں ۳۴۹

کل...۳۷۸

ام المومنین ام سلمہؓ نے اپنے چچازاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

يَا عَيْنُ، فَابْكِي لِلْوَلِيدِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ

قَدْ كَانَ غَيْثًا فِي السِّنِينَ، وَرَحْمَةً فِينَا وَمِيرَةً

ضَخْمَ اللَّسِيعَةِ، مَاجِدًا، يَسْمُو إِلَى طَلَبِ الْوَتِيرَةِ

مِثْلَ الْوَلِيدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَبِي الْوَلِيدِ، كَفَى الْعَشِيرَةَ[1]

ولید بن ولید اور خالد بن ولید اور ہشام بن ولید اور حضرت ام سلمہؓ کا دادا ایک ہے، یعنی مغیرہ۔

ام المومنین زینبؓ بنت جحش

زینب بنت جحش بن ایاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمۃ الاسدی۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کا نسب آبائی قضاعہ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بھی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید نجیب الطرفین تھے۔ مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم

---

[1] [الاستیعاب، ج ۱، ص ۴۹۴۔ ترجمہ: اے آنکھ! ولید بن ولید بن المغیرۃ کے لیے نم ناک ہو جا۔ وہ قحط کے دنوں میں بارش تھا۔ وہ ہمارے درمیان رحمت خداوندی اور غلے کا ذخیرہ تھا۔ وہ بڑا مہمان نواز اور بزرگی والا تھا۔ وہ وتیرہ یعنی گھوڑے کی پیشانی پر سفید داغ کی طرف آگے بڑھنے والا تھا۔ وہ ولید بن ولید اور ابوالولید کے مثل تھا، جو پورے خاندان کے لیے کافی ہے۔] ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم الاسلام ہیں۔ حضرت خالد کو رغبت اسلام انھی نے دلائی تھی۔ (الاستیعاب، [ج ۱، ص ۴۹۴])

بن حزام ان کو خدیجۃ الکبریٰؓ کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجۃ الکبریٰؓ کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ ہوا تب انھوں نے نبی ﷺ کو زید ہبہ کر دیے۔

زید کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتہ لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس دیا جائے۔ نبی ﷺ نے منظور فرمالیا مگر زید پر نبی ﷺ کے الطاف واشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔

اصلاحِ غلامی

نبی ﷺ کی الفت و محبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد ﷺ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بعثت نبوت سے پیشتر کے ہیں۔ نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی ﷺ نے فرمائی ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنالیا۔ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔''[1]

عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور

---

[1] [یہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں، بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے۔ دیکھیے: کنز العمال، ج ۱۲، ص ۸۷۳، ح ۳۶۰۱۰۔ (مدوّن)]

دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو، نبی ﷺ نے ایک برترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کا نکاح زید سے کر دیں۔

یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوقِ انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر مٹنے والے تھے وہ سید وُلدِ آدم اور مصلحِ اعظم ﷺ کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔[1]

مگر نبی ﷺ نے جس اصلاح کا عزم فرما لیا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا، اس پر برابر قائم رہے حتی کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (الاحزاب ۳۳:۳۶) جب خدا اور اس کا رسول ﷺ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔

اس حکم کے بعد اقربائے زینب اور زینبؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسانِ عظیم ہوا، اور حضرت زینبؓ بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔

---

[1] دار قطنی، مطبوعہ فاروقی، دہلی، ص ۴۱۶ [دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۶۶ء، ج ۳، ص ۳۰۱، ح ۲۰۶۔ المعجم الکبیر، جزء ۲۴، ص ۳۹، ح ۱۰۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ۳۹۶، ح ۱۵۳۴۴]

رسمِ متبنّٰی کی اصلاح

اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت زینبؓ ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔ عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنالیا کرتا جسے متبنّٰی کہا جاتا۔ اس کے بعد شخص متبنّٰی اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کیا کرتا اور فرزندی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔

تبنیّت کے کڑوے پھل

یہ رسم فی الحقیقت قدرتِ خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ متبنّٰی کرنے والا شخص گویا خدا سے یہ کہا کرتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھا میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔ اس کے علاوہ:

الف: اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ ورثا تو حقیقی طور پر وارث ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائیداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں، تب رسمِ تبنیّت سے تمام خاندان میں خصومتوں اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

ب: بننے والا فرزند جو شجرۂ خاندان سے شاخِ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نئے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر اپنے برادرانِ حقیقی کو

اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادرانِ حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس سے حسد کیا کرتے تھے۔

ج: متبنّٰی کرنے والا اگرچہ متبنّٰی کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ، چاؤ سے پرورش کیا کرتا، لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ متبنّٰی کس قدر معرّا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے، اس کا دل بھی بُجھ جاتا۔

د: ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے ثمرۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں، جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر وہ خود اپنے کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتاتا۔

ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے: ع

آخر تو کھل ہی جاتی ہے، رنگت خضاب کی

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زبوں کی بھی اصلاح کرے اور خدا کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلحِ اعظم ہے، خود اپنی نورانی شخصیت اور وجودِ پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

زبانی تبنّیت اسلام میں نہیں

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا تھا: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب۳۳:۴۰) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا: وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ (الاحزاب۳۳:۴-۵) خدا نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ سچ فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ خدا کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔

ہر دو آیات بالا میں نہایت وضاحت اور زور و قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا۔ لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی دنیا بھر کے لیے نمونہ ہے

اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ جو اپنے حلم و تقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید سے قریباً دو چند بڑی بیوہ اور حبشی الاصل تھی) خوش خوش بسر کر رہا تھا، زینب کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت بجائے رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔

زیدؓ و زینبؓ کی علیحدگی اور اس کے اثرات

نبی ﷺ نے زید کو اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ[1] کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللّٰهَ[2] کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔ لیکن خاوند بیوی کا عجب رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کار گر نہیں ہوتی۔ زید نے زینب کو طلاق دے ہی دی۔

اس طلاق کا اثر زینب اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہو گا؟ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ تو زید کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اپنے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکمِ خدا اور رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے کیا تھا۔ اور یہ بات ان کے شان گمان سے بھی باہر تھی کہ حکمِ خدا اور سول پر عمل کرتے ہوئے زینبؓ کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانا پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے یہ بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوا ہو گا؟ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دینیہ کو صدمہ پہنچا جس کے استحکام کے لیے اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص سے تزویج پر رضامند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور مولیٰ[3] کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوم زینبؓ اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی آماج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پرور قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔

---

[1] اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے۔ [الاحزاب ۵:۳۳]

[2] اللہ سے ڈر۔ [الاحزاب ۵:۳۳]

[3] آزاد کردہ غلام کو مولیٰ کہا کرتے تھے۔

اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ زینبؓ کو ام المومنین کا درجہ عطا کیا گیا۔ اب خدا کا نبی ﷺ بذاتِ خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تبنّیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا جب ایک رسم کی پابندی نے زینبؓ کو زید سے شادی کرنے [سے] روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے، جب رسم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت زینبؓ سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن خدا کا حکم پورا ہوا اور نبی ﷺ نے حضرت زینبؓ کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب متبنّٰی گری کی اس رسم کی جڑیں کٹ گئیں جس نے دنیا بھر کو مغالطے میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے۔ اب کہ زید کی بیوی کو حکمِ قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تبنیت کی تائید میں کسی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجایش نہ رہی۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں؟

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسم کو برباد ہوتے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انھوں نے اس جھوٹی رسم کا رونا روتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قاتل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانے میں سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی منادا اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ و ملول ہونے کی خاص وجہ کیا

ہے؟ کیا تورات نے تبنیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیحؑ نے تبنیت کو جائز تسلیم کیا ہے اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے؟

ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسمِ تبنیت ہی کا بطلان ہوا، بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا۔ کیونکہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا و بہتان ہے تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو خدا کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے، پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں۔ یہ جسم اور رُوح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حوائج انسانی کا محتاج ہے، جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مر جائے گا وہ لقمہ فنا ہو گا، کیوں کر اِس الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ زندہ خدا کا، فرزند ہو سکتا ہے، جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔ پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی واعظین اس قصے سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔

ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینبؓ کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؓ کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے ابطال میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہؓ صدیقہ ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں: هِيَ الَّتِي تُسَاوِينِي فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ [1] زینبؓ ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر برابر تھی۔

---

[1] [حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۵۳]

جب حضرت زینبؓ کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا اس وقت ان کی عمر ۳۶ سال[1] کی تھی اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینبؓ کے حُسن کو یکایک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔

زینبؓ تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں، آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں، ان کی شکل و صورت کیونکر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر ۳۶ سالہ عورت کا حُسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد ڈھل جاتا ہے، ایسا کیوں کر مانا جا سکتا ہے کہ زیدؓ (ایک آزاد کردہ غلام) تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء امام الاتقیاء اس پر شیفتگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادت، تجربہ اور مشاہدہ ایسی واہی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زینبؓ نے ۲۰ھ میں وفات پائی۔[2] اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ ان کی کنیت ام الحکم لکھی ہوئی ہے۔[3]

---

[1] آسان العیون نے [ان کی عمر] ۳۵ سال کی بتائی ہے مگر حساب سے ۳۶ سال نکلتی ہے۔

[2] کتاب الاستیعاب

[3] مدارج النبوت، شاہ عبد الحقؒ۔ مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف توصیفی کنیت ہو۔

اقارب

ان کے تین بھائی عبداللہ (اَلْمُجَدَّعُ فِی اللّٰہِ) ابواحمد عبداللہ اور عبیداللہ،اور تین بہنیں،زینب،حمنہ اور اُمِّ حبیبہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن جحش نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرتِ حبشہ اور ہجرتِ مدینہ سے مشرف ہوئے۔ان کو ۲ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب 12 مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیااور امیر المومنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور احد ہی میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔

سعد بن [ابی] وقاصؓ کہتے ہیں کہ جنگ اُحد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا: آؤ، ہم خدا سے اپنی اپنی آرزؤوں کی دعا کریں۔ میں نے کہا: اچھا۔ ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی: الٰہی! جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو، جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو۔ پھر مجھے فتح ہو۔ میں اسے قتل کروں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر عبداللہؓ نے اپنے لیے دعا کی:

اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي غَدًا رَجُلًا شَدِيدًا بَأْسُهُ، شَدِيدًا حَرْدُهُ، أُقَاتِلُهُ فِيكَ وَيُقَاتِلُنِي، فَيَقْتُلُنِي، ثُمَّ يَأْخُذُنِي فَيَجْدَعُ أَنْفِي وَأُذُنِي، فَإِذَا لَقِيتُكَ غَدًا قُلْتَ: يَا عَبْدَ اللهِ، فِيمَ جُدِعَ أَنْفُكَ وَأُذُنُكَ؟ فَأَقُولُ: فِيكَ وَفِي رَسُولِكَ، فَتَقُولُ: صَدَقْتَ[1]

الٰہی! کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو۔ ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو۔ پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے۔ [پھر وہ مجھے پکڑ کر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے]۔ پھر جب میں [کل] تیرے سامنے حاضر ہوں، تو دریافت فرمائے کہ عبداللہ! تیری ناک اور کان [کس کھاتے میں] کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں: تیری راہ میں، تیرے رسول ﷺ کی راہ میں۔ تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔

سعدؓ کا قول ہے کہ عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے۔ بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تَعُدُّونَ قَتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَأَعْظَمُ مِنْهُ، لَوْ يَرَى الرُّشْدَ، أَرْشَدُ

حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھے ہو۔ لیکن اگر وہ عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔

صَدُّوكُمْ عَمَّا يَقُولُ مُحَمَّدٌ وَكَفَرُوا بِهِ، وَاللهُ رَاءٍ وَشَاهِدٌ

---

[1] [المستدرک، کتاب الجہاد، ج۲، ص۸۶، ح۲۴۰۹۔ السُّنَنُ الْكُبْرَىٰ لِلْبَيْهَقِيِّ، كِتَابُ قَسْمِ الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ، بَابُ السَّلَبِ لِلْقَاتِلِ، جزء۶، ص۳۰۷، ح۱۲۵۴۹۔ ان دونوں مآخذ میں حَرْدُهُ اور بَأْسُهُ کی ترتیب زیر نظر متن کے الٹ ہے۔ غَدًا کا لفظ بھی انھی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ (مدوّن)]

کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے ہو خدا تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے (ہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے)

وَإِخْرَاجُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللهِ أَهْلَهُ لِئَلَّا يُرَىٰ لِلهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدٌ

کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ خدا کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے۔)

فَإِنَّا وَإِنْ عَيَّرْتُمُونَا بِقَتْلِهِ وَأَرْجَفَ بِالْإِسْلَامِ بَاغٍ وَحَاسِدٌ

اگرچہ تم اس قتل پر ہم کو الزام لگاتے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے۔

سَقَيْنَاهُ مِنِ ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ رِمَاحُنَا بِنَخْلَةَ لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدٌ[1]

لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلگایا۔ تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

(۲) ابو احمد عبداللہ شاعر تھے۔ انھوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی۔ ان کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارعہ بنت ابوسفیان اُموی ان کے گھر میں تھیں۔ ۲۰ھ میں اپنی بہن ام المومنین زینبؓ کے بعد وفات پائی۔

---

[1] لَمَّا أَوْقَدَ الْحَرْبَ وَاقِدٌ کے الفاظ پر غور کرو، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوئی تھی، بلکہ قریش کی طرف سے تھی۔

ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لَمَّا رَأَتْنِي أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشَىٰ بِالْغَيْبِ وَأَرْهَبُ

جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں خدا کے بھروسے پر سفر کو تیار ہوں۔ وہ خدا جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔

تَقُولُ فَإِمَّا كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ، وَلْتَأْتِ يَثْرِبَ

تب اس نے کہا: اگر یہاں سے جانا ہی ہے، تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب کا خیال چھوڑ دے۔

فَقُلْتُ لَهَا بَلْ يَثْرِبُ الْيَوْمَ وَجْهُنَا وَمَا يَشَأِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ

میں نے کہا: اب تو یثرب ہی ہمارا مقصود ہے اور عبداللہ تو ادھر ہی جائے گا، جدھر رحمٰن چاہتا ہے۔

إِلَى اللهِ وَجْهِي، وَالرَّسُولِ، وَمَنْ يُقِمْ إِلَى اللهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يُخَيَّبُ

میرا رخ خدا اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ خدا کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔

فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدَمْعٍ وَتَنْدُبُ

ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔

تَرَىٰ أَنْ وَتْرًا فَائِتًا عَنْ بِلَادِنَا وَنَحْنُ نَرَىٰ أَنَّ الرَّغَائِبَ نَطْلُبُ

جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

دَعَوْتُ بَنِي غَنْمٍ لِحَقْنِ دِمَائِهِمْ وَلِلْحَقِّ لَمَّا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ

میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو! یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔

أَجَابُوا بِحَمْدِ اللهِ لَمَّا دَعَاهُمْ إِلَى الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَأَوْعَبُوا

الحمدللہ کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انھوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینے چلے آئے۔

وَكُنَّا وَأَصْحَابًا لَنَا فَارَقُوا الْهُدَى أَعَانُوا عَلَيْنَا بِالسِّلَاحِ وَأَجْلَبُوا

اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دُور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔

كَفَوْجَيْنِ أَمَّا مِنْهُمَا فَمُوَفَّقٌ عَلَى الْحَقِّ مَهْدِيٌّ وَفَوْجٌ مُعَذَّبُ

دو جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخذول اور معذّب ہے۔

طَغَوْا وَتَمَنَّوْا كَذِبَةً وَأَزَلَّهُمْ عَنِ الْحَقِّ إِبْلِيسُ وَخَابُوا وَخُيِّبُوا

انھوں نے سرکشی کی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلایا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

وَرَعْنَا إِلَىٰ قَوْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطَيَّبُوا

ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائیوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔

تَمُتُّ بِأَرْحَامٍ إِلَيْنَا قَرِيبَةٍ وَلَا قُرْبَ بِالْأَرْحَامِ إِذْ لَا تَقْرُبُ

ہم نے قریب کی رشتہ داریوں سے توسل ڈھونڈا۔ مگر رشتہ داری کب کام آتی ہے۔ جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں۔

فَأَيُّ ابْنِ أُخْتٍ بَعْدَنَا يُمَنِّنُكُمْ وَأَيَّةُ صِهْرٍ بَعْدَ صِهْرِي مُرَقَّبُ؟

بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کون سا بھانجا ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا (کیونکہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی اور تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

سَتَعْلَمُ يَوْمًا أَيُّنَا إِذَا تَرَايَلُوا وَزُيِّلَ أَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ أَصْوَبُ

عنقریب اس روز جب مومن و مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی۔ یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا؟

(۳) عبید اللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ حبش چلا گیا تھا، بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہرانِ ام المومنینؓ

(۴)اُم حبیب بنت جحش، جس کا نام حبیبہ ہے۔[عبدالرحمن بن عوفؓ][1] کے گھر میں تھیں۔

(۵)حمنہ، حضرت مصعب بن عمیرؓ (المقری الانصار) کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبیداللہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران اُن کے فرزند ہیں۔

اُم المومنین جویریہؓ

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ (وَهُوَ الْمُصْطَلَقُ) مِن خزاعہ ۵ھ میں غزوہ مریسیع میں اسیر ہو کر آئیں۔ثابت بن قیس بن شماس القاری[2] نے ان کو اسیر کیا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں[3] اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔

---

[1] [زید بن حارثہؓ سے حضرت زینبؓ بنت جحش ہی کا پہلا نکاح ہوا تھا، حضرت ام حبیب بنت جحش حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے نکاح میں تھیں، دیکھیے: اسد الغابۃ، کتاب النساء، باب کنی النساء، ام حبیب (مدوّن)]

[2] منقول از حسن الصحابۃ، مطبوعہ قسطنطنیہ، ۱۳۲۴ھ

[3] ثابتؓ کو خطیب رسول اللہ ﷺ کہا کرتے۔ نبی ﷺ نے ان کو تَعِيشُ حَمِيدًا، وَتُقْتَلُ شَهِيدًا فرمایا تھا۔ یہ جنگ یمامہ میں بعہد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم عہد نبوی ﷺ میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر عطر حنوط لگایا۔ حملہ کیا اور شہادت پر فائز

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے؟ جویریہ نے پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا کہ زرکتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کرلوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے بنوالمصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو سے زیادہ تھے، چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار ہوگئے ہیں۔ اُم المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں: فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا[1] میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔

ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول ۵۶ھ میں وفات پائی۔[2] عمر بوقتِ انتقال 70/65 برس کی تھی۔[3]

ایک روز نبی ﷺ ان کے گھر سے نمازِ صبح کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی ﷺ واپس تشریف لائے تو یہ مصلے ہی پر بیٹھی تھیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہوئی ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے وِرد کے ساتھ وزن کیا جائے

ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ ابوداؤد عن عائشہؓ صدیقہ [کتاب العتق، بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتْ كِتَابَتُهُ، ج ۲، ص ۴۱۵، ح ۳۹۳۱]

[1] مدارج النبوۃ

[2] الاستیعاب [ج ۱، ص ۵۷۲]

[3] مدارج النبوۃ

تو بھاری اُترے، وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ[1]

ایک دفعہ حضرت جویریہؓ جمعہ کے دن روزے سے تھیں، نبی ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہیں کل بھی روزہ تھا؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو افطار کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہؓ ہے: لَا يَصُوْمُ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ بَعْدَهٗ[2] کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔ ام المومنین جویریہؓ عابدہ وزاہدہ تھیں۔

مرویات حدیث: صحیح بخاری میں ۲ صحیح مسلم میں ۲

دیگر کتب میں ۳ کل ...ے ہیں۔[3]

---

[1] أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا الْبُخَارِيَّ [مسلم، ح۲۷۲۶، ابوداؤد، ح۱۵۰۳، ترمذی، ح۳۵۵۵، نسائی، ح۱۳۵۲، ابن ماجہ، ح۳۸۰۸، مسند احمد ۲۳۳۴ وغیرہ]

[2] صحیحین عن ابی ہریرۃ۔ [ترمذی، کتاب الصوم، بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَحْدَهُ، جزء۳، ص۱۱۹، ح۷۴۳۔ بخاری میں لَا يَصُومَنَّ کا لفظ ہے: کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ، ح۱۸۸۴۔ مسلم میں لَا يَصُمْ کا لفظ ہے: کتاب الصیام، بَابُ كَرَاهَةِ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُنْفَرِدًا، ح۱۱۴۴]

[3] مدارج النبوۃ

حضرت جویریہؓ کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک حبشن لونڈی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے رہائیِ اسیر اں کی بابت گفتگو کی، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم فدیے کے لیے کیا لائے ہو؟ عبداللہ نے کہا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں، لونڈی کدھر گئی، جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ اب تو عبداللہ حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی بھی شخص نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس ادھر سے اور کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَكَ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَبْلُغَ بَرْكَ الْغِمَادِ[1]

ام المومنین جویریہؓ کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی: تَاللهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا اَوْدِرْهِمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاء وَسَلَاحه وَاَرْضًا تركها صدقَةً[2] خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نہ اشرفی چھوڑی نہ روپیہ نہ غلام، نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز، صرف ایک سفید رنگ کا خچر تھا، یا ہتھیار

---

[1] کتاب الاستیعاب [ج ۱، ص ۲۶۷] برک الغماد ایک مقام کا نام ہے جو مکے سے پانچ منزل ہے۔ (منتہی الارب)

[2] [بخاری، کتاب الوصایا، باب ۱، ح ۲۵۸۸۔ المعجم الکبیر، للطبرانی، جزء ۱۷، ص ۴۴، ح ۹۲]

تھے، یا کچھ زمین تھی، جسے آپ نے صدقہ فرمادیا ہے۔ ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے جو حدیث اَلدُّنْیَا خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ[1] کی راوی ہیں۔

اُم المومنین اُم حبیبہؓ

ام حبیبہؓ، رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی۔ ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن اُمیہ ہے۔ نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔ دائم الخمر تھا، اس لیے عیسائیوں میں بیٹھ کر عیسائی ہو گیا۔ مگر اُم حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اسلام کے لیے انھوں نے باپ، بھائی، خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند کا سہارا تھا۔ ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ الضمری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ اُم حبیبہؓ کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات و عطریات کی تحویل دار تھی۔ حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہؓ اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھیں کہ ان کو کوئی شخص اُم المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سُن کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا، عطا فرمایا۔

نجاشی نے مجلسِ نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا:

---

[1] کتاب الاستیعاب [ج۱، ص۶۱۰، المعجم الکبیر، جزء۲۴، ص۳۴۰، ح۸۵۰]۔ ترجمہ یہ ہے: دنیا شاداب و شیریں لگتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﷺ. أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَتَبَ إِلَيَّ أَنْ أُزَوِّجَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ، فَأَجَبْتُ إِلَى مَا دَعَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَقَدْ أَصْدَقْتُهَا أَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ.

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دینار رکھ دیے۔ پھر خالد بن سعیدؓ نے جو حضرت اُم حبیبہؓ کے وکیل تھے، خطبہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ أَجَبْتُ إِلَىٰ مَا دَعَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَزَوَّجْتُهُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ، فَبَارَكَ اللهُ لِرَسُولِهِ.

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاءؑ کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا ہوتا ہے۔[1]

ام المومنین اُم حبیبہؓ نے 44ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہؓ و حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ نوک جھونک ہو جایا کرتی ہے، جو کچھ میں نے کہا، سنا ہو، مجھے معاف کر دو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ اُم حبیبہؓ نے فرمایا کہ تم نے مجھے شادماں کیا۔ خدا تم کو شادماں کرے۔ ام المومنین ام حبیبہؓ، پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جواد و عالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

متفق علیہ 2 صحیح مسلم 1

---

[1] الاستیعاب [ج ۱، ص ۶۲۶]

دیگر کتب احادیث 62 کل...65

ان کی بیٹی حبیبہ، ربیبۃ النبی ﷺ ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئی تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کی تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے، جسے ابن اسحاقؒ امام اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدیدِ صلح کے لیے مدینہ منورہ میں آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی! میں نہیں سمجھا کہ تو بستر کو مجھ سے دُور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول خدا ﷺ کا ہے۔ تو مشرک ہے، اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھسیانا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔[1]

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمانِ کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المومنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبتِ رسول ﷺ جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل ایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.[2] تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہو گی۔

---

[1] جلاء الافہام، لابن قیم۔ المتوفی ۷۵۱ھ

[2] [بخاری، کتاب الایمان، ح ۱۵، مسلم، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۶۷، ح ۴۴۔ متن کے الفاظ مسلم سے ہیں۔ بخاری میں والدہ کا لفظ پہلے ہے۔]

اقارب

۱-ابوسفیان صخر بن حرب ان کا باپ ہے، جو ابتدا میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سردارانِ قریش میں سے تھا۔ غزوۂ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوۂ خندق میں بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔ قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام عقاب تھا، وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرأت سے بڑھاتے رہے۔ 33ھ میں بعمر 96 سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس سال پہلے کی تھی۔

۲-ام المومنین ام حبیبہؓ کے سگے بھائی یزید بن ابوسفیان ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے اور عمدہ اسلام سے مشرف تھے۔ فتح شام کے لیے جن سرداروں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مامور کیا تھا ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے 19ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔

۳-ام المومنین کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہؓ تھے، جنھوں نے 20 سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ساڑھے 19 سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ 22 رجب 60ھ کو 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔

۴-حبیبہ بنت ام حبیبہ نبی ﷺ کی ربیبہ ہیں۔ حبش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

اُم المومنین صفیہؓ

صفیہ بنت حُیی بن اخطب بن شعبہ، سبطِ ہارونؑ سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برّہ بنت سموال تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہؓ اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔ دحیہ کلبی[1] نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لے لو۔ انھوں نے صفیہؓ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہے اور ایسی عورت دحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا: بہتر ہے کہ اسے نبی ﷺ اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرما دیا اور نکاح کر لیا۔[2]

ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہؓ رو رہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ حفصہؓ مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور فخر کہتی ہیں کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی

---

[1] دحیہؓ بن خلیفہ بن قرہ بنو کلب سے ہیں۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب نبوی تھے۔ 6ھ میں نبی ﷺ نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، ح ۲۷۸۲] بعہد سلطنت امیر معاویہؓ وفات پائی۔ [حضرت جبرئیل، نبی ﷺ کو انسانی شکل میں انھی کے ہم شکل نظر آتے تھے۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۲۸)]

[2] [بخاری، کتاب الصلاۃ، ح ۳۶۴، مسلم، کتاب النکاح، ح ۱۳۶۵]

ہو۔ میرا باپ ہارونؑ ہے اور میرا چچا موسیٰؑ ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔[1] صَلَّى اللهُ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، وَعَلَىٰ هَارُونَ، وَعَلَىٰ مُوسَىٰ، وَعَلَىٰ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ.

ایک بار حضرت صفیہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت فاروقؓ سے آکر شکایت کی کہ صفیہؓ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے دریافت کر بھیجا۔ انھوں نے کہا: جب سے خدا نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے، سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی رہتی ہوں۔ پھر ام المومنینؓ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے؟ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المومنینؓ نے کہا: جاؤ تم راہِ خدا میں آزاد ہو۔ ان کا انتقال رمضان 50ھ میں ہوا۔[2]

مروّیات دس ہیں:

متفق علیہ: 1

دیگر کتب احادیث میں: 9

کل: 10[3]

---

[1] ترمذی، بروایت انسؓ [کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبی ﷺ، ح ۳۸۹۲۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر ام المؤمنین صفیہ بنت حیی، ج ۴، ص ۳۱، ح ۶۷۹۰]

[2] الاستیعاب [ج ۱، ص ۶۰۵]

[3] مدارج النبوۃ

ان کے ماموں، رفاعہ بن سموال صحابی تھے۔ ان کی حدیث مؤطا امام مالکؒ میں موجود ہے۔[1]

اُم المومنین میمونہؓ

میمونہ بنت الحارث بن بجیر بن محرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔[2] حضرت میمونہؓ پہلے ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں اور اس سے پیشتر حویطب بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں۔ جب نبی ﷺ نے 7ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ بیوہ بن چکی تھیں۔ حضرت عباسؓ عم النبی ﷺ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہنیں چار ہیں:

۱-ام الفضل لبابۃ الکبریٰ جو حضرت ابن عباسؓ مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

---

[1] امام مالک بن انس بن مالک الاصبحی، امام دار الہجرۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ 95ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر 84 سال 179ھ میں رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے شرح مؤطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذروۂ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعی ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن، ابن وہب، ابن القاسم، یحیٰ بن سعید قطان، عبدالرحمن بن مہدی، عبدالرزاق، ہارون الرشید، مامون وغیرہ، محدثین وملوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار تک شمار ہوتی ہے، جو من بعد استاد ہوئے۔

[2] دیکھیے سلسلہ نسب نبوی ﷺ

۲-لبابۃ الصغریٰ جو حضرت خالدؓ سیف اللہ[1] کی والدہ ہیں۔

۳-عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔

۴-عزہ، جو زیاد بن مالک الہلال کے گھر میں تھی۔

حضرت میمونہؓ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں، یہ ہیں:

۵-اسماء بنت عمیس جو حضرت جعفر طیارؓ کے گھر میں تھیں۔ان سے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ہوا۔ان سے محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔[2]

۶- سلمیٰ بنت عمیس، حضرت حمزہؓ کے گھر میں تھیں۔ان سے امۃ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا۔ان سے عبداللہ و عبدالرحمن پیدا ہوئے۔

۷-سلامہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن منبہ خثعمی سے ہوا تھا۔

۸-ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبیدہ فرزندان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جحش کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی ﷺ سے ہوا۔

---

[1] خالد بن ولید اشہر المشاہیر سے ہیں۔قریش میں صاحب اقبہ والاعنہ تھے۔قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے، جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔اعنہ سے مراد رسالہ اسپ سواروں کا ہے۔نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوارہ فوج کا افسر رکھا تھا۔

[2] الاستیعاب [ج ۱، ص ۶۲۰]۔مدارج النبوۃ میں عون بن علی لکھا ہے مگر یحییٰ زیادہ صحیح ہے۔

ام المومنین میمونہؓ کی مرویات مندرجہ ذیل ہیں:

متفق علیہ 7، صرف صحیح مسلم میں 1

صرف صحیح بخاری میں 1، دیگر کتب احادیث میں 67

کل:76

نقشہ متعلق حالات تاریخی امہات المومنینؓ

تتمہ باب امہات المومنینؓ مشمولہ جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سنہ نکاح	ام المومنین کی عمر بوقت نکاح	کل عمر	سنہ وفات	مقبرہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رہنے کی مدت	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
1	خدیجۃ الکبریٰؓ	25 میلاد النبی	40سال	65 سال	10 نبوت	مدینہ منورہ	تقریبا25 سال	25سال	
2	سودہؓ	نبوت10	50سال	72 سال	19ھ	مدینہ منورہ	14سال	50سال	
3	عائشہ صدیقہؓ	نکاح 11 نبوت، رخصتی شوال1ھ	9سال	63 سال	57 ھ 17 رمضان	مدینہ منورہ	9سال	54سال	

4	حفصہؓ	شعبان 3ھ	22سال	59 سال	41 ھ جمادی الاولی	مدینہ منورہ	8سال	55سال	
5	زینب بنت خزیمہؓ	3ھ	30سال	30 سال	3ھ	مدینہ منورہ	3ماہ	55سال	
6	ام سلمہؓ	4ھ	24سال	80 سال	60ھ	مدینہ منورہ	7سال	56سال	
7	زینب بنت جحشؓ	5ھ	36سال	51 سال	20ھ	مدینہ منورہ	6سال	57سال	
8	جویریہؓ	شعبان 5ھ	40سال	71 سال	56ھ	مدینہ منورہ	6/4سال	57سال	
9	ام حبیبہؓ	6ھ	36سال	72 سال	44ھ	مدینہ منورہ	6سال	57سال	
10	صفیہؓ	7 ھ جمادی الاخر	17سال	50 سال	50 ھ رمضان	مدینہ منورہ	4/3/2 سال	59سال	
11	میمونہؓ	7 ھ ذیقعدہ	36سال	80 سال	51ھ	سرف، قریب مکہ	3/1/4 سال	59سال	

باب یازدہم

غزوات و سرایا

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (4) بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (5) وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (6) الروم ۳۰:۴-۶[1]

دشمنانِ اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اُس وقت شروع ہوئیں جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ نبی ﷺ نے مکہ میں 13 سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں جھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو خدائے یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔ توحید کے مواعظ ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلۂ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔

مستہزئین کی ایک جماعت مقرر کی گئی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں، منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نووارد وں میں مسلمانوں کے خلاف بد ظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے اپنے کام کو پوری

---

[1] [ترجمہ: اور وہ دن وہ ہوگا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے، اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ (ترجمہ قرآن مجید از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)]

مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور و شغب کریں اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔

ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کیچڑ، مٹی ڈالا کریں، پتھر ماریں، عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن بھینچیں، اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گڑھے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سنڈاس پھینکیں۔ چند ٹولیاں شریر لوگوں کی الگ تھیں، جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔

اس جور و ستم کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی ﷺ ہنوز ان سنگ دلوں کے راہِ راست پر آجانے سے مایوس نہ ہوئے تھے، اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ مگر دشمنانِ دین نے اب معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمانوں اور اُن کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین سال تک نبی ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا اور اس کے بعد انھوں نے مکہ کے قرب و جوانب میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے۔ لیکن اطرافِ مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے، اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سُن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے، لیکن ان کے تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یکایک یہ سُن لیا کہ نبی ﷺ کی پاک تعلیم اہل یثرب (مدینہ) کے قلوب کو مسخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا کہ تعلیم محمدی

ﷺ میں دُور دُور تک اثر پہنچانے کی طاقت مخفی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو، نہ آئین ہو، اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں کی وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو، جب تمام باشندے ایک نہتے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہ کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کمینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ نظر بہ اسباب ظاہری اس کا بچ جانا امکان سے بالاتر ہے۔ لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اُسے قدرتِ ربانی کا اعتراف سہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اُسے حفاظت الٰہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہِ رب العزت سے کی جاتی ہے وجود مجسم نظر آجائے۔

نبی ﷺ کا بچ کر مدینہ پہنچ جانا دشمنوں نے اپنی ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سوگندیں کھالیں کہ ہادیٔ اسلام ﷺ اور ناچیز مسلمانوں کو ضرور برضرور رُوئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔ نبی ﷺ ان خونخوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی و دُور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انھوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں نہ مسلمانوں کے مدّعا

کی تلاش، نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص۔ اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام غزوات و سرایا ہی رکھا ہے لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہو گی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا:

الف: وہ نقل و حرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو۔ اس کا نام ''غزوہ'' ہے۔ غزوہ کی تعداد امام بخاریؒ نے بہ روایت زید بن ارقمؓ 19 بیان کی ہے۔[1]

ب: وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ''سریہ'' ہے۔

اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، باب مرض النبی ﷺ [کتاب المغازی، بَابُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ ﷺ ؟ ح ۴۲۰۱]

نقشہ غزوات و سرایا

جو عہد نبوی ﷺ میں 2ھ سے 9ھ تک (8 سال کے اندر) ہوئے تھے۔

.1	سریہ سیف البحر رمضان 1ھ	30 امیر حمزہ بن عبد المطلب	300 ابو جہل	"	"	"	"	گشت لگا کر مسلمان واپس آئے۔	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا
.2	سریہ رابغ شوال 1ھ	60 عبیدہ بن الحارث [1]	200 عکرمہ یا ابو سفیان	"	"	"	"	گشت لگا کر مسلمان واپس آئے۔	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ثنیۃ المرۃ پر موجود دیکھا گیا۔
.3	سریہ خرار ذی قعدہ 1ھ	80 سعد بن ابی وقاص [2]	"	"	"	"	"	جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	
.4	غزوہ ودان یا غزوہ ابواء صفر 2ھ	70 نبی کریم ﷺ	"	"	"	"	"	عمرو بن مخشی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ	

---

[1] ان کا ذکر شہدائے کربلا میں ملے گا۔

[2] یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از شش جن کو فاروق نے خلافت کا اہل بتایا۔ فاتح فارس، بانی کوفہ، خَالُ النَّبِيِّ ﷺ، أَوَّلُ مَنْ رَمَىٰ فِي سَبِيلِ اللهِ اسلام لانے میں چھ کے بعد ساتویں شخص تھے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

								مسلمانوں کو۔	
.5	غزوہ بواط ربیع الاول 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	100 امیہ بن خلف	"	"	"	"	رضوی اور بواط ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے۔ راہ میں قافلہ قریش مع امیہ ملا تھا۔	رضوی پہاڑ کا نام ہے جو ینبوع کے قریب ہے۔
.6	غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ ربیع الاول 2ھ	70 نبی کریم ﷺ	کرز بن جابر فہری	"	"	"	"	سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا۔	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا
.7	غزوہ ذی العشیرۃ جمادی الاخرہ 2ھ	150 نبی کریم ﷺ	"	"	"	"	"	بنی مدلج اور بنی ضمرہ سے معاہدہ ہوا۔	ذو العشیرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بندر ینبوع کی جانب ہے۔
.8	سریہ نخلہ رجب 2ھ	12 عبداللہ بن جحش ؓ	ایک قافلہ زیر سرداری ابنائے امیہ	"	"	قیدی 2	1	قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہا دیا گیا۔	قریش کی خبر کو بھیجے گئے تھے مگر مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔

.9	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان 2ھ	313 نبی کریم ﷺ	1000 ابو جہل	"	22	70	70	مسلمانوں کی فتح ہوئی۔	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے۔ دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تھا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ پر آ رہا ہے۔ تب سرور کائنات ﷺ مدافعت کے لیے نکلے۔
.10	سریہ عمیر بن العدی الخطمی رمضان 2ھ	ایک عمیر[1]	ایک مسماۃ عصماء بنت مردان خطمیہ	"	"	"	"	عصماء قتل ہوئی۔	عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو جو نبی کریم ﷺ کے خلاف قوم کو جنگ پر اکسایا کرتی تھی ، چھری سے قتل کیا۔
.11	سریہ سالم بن عمیر انصاری شوال 2ھ	ایک سالم[2]	ایک یہودی ابو عکفہ	"	"	"	"	یہودی قتل ہوا۔	ابو عکفہ یہودی لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا، سالم نے مار ڈالا۔
.12	غزوہ بنو قینقاع شوال 2ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو قینقاع	"	"	"	"	شہر بدر کیا گیا۔	جب مسلمان بدر پر گئے ہوئے تھے، اس وقت انہوں نے مدینہ کے اندر بلوہ اور بغاوت کی ؛اس لیے جلاوطن کیے گئے۔

---

[1] بنو خطمہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔امام قوم تھے۔آنکھیں کمزور تھیں۔ان کے والد عدی بن خرشہ مشہور شاعر تھے۔

[2] بدر، اُحد، خندق اور جملہ مشاہد نبوی میں حاضر رکاب رہتے۔ خوف خدا سے رویا کرتے۔ بعہد امیر معاویہؓ وفات پائی۔

.13	غزوۃ السویق ذی الحجہ 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	200 سوار ابوسفیان اموی	"	2	"	"	نبی ﷺ نے تعاقب کیا۔ دشمن ہاتھ نہ آیا۔	ابو سفیان مدینہ تک آیا۔ دو مسلمانوں کو قتل اور پھل دار درختوں کو کاٹ کر چلا گیا۔
.14	غزوۃ قرقرۃ الکدر یا بنو سلیم محرم 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو غطفان و بنو سلیم	"	"	1	"	دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا۔ اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا۔	ایک غلام یسار نامی گرفتار ہوا تھا۔ چھوڑ دیا گیا۔
.15	سریہ ایضاً	غالب بن عبد اللہ لیثی	ایضا	"	3	"	"	دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔	غزوہ نمبر 14 کی تکمیل میں یہ سریہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
.16	سریہ محمد بن مسلمہ ربیع الاول 3ھ	5 محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی[1]	ایک یہودی کعب بن اشرف	1	"	"	1		کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ

[1] فضلا صحابہ میں سے ہیں۔ نبی ﷺ نے ایک دفع ان کو اپنی غیب میں امیر مدینہ بنایا تھا۔ ایام فتن میں سب سے الگ رہے۔ ۴۱ھ میں بعمر ۷۷ سال مدینہ میں وفات پائی۔ ۱۰ پسر، ۶ دختر اولاد تھی۔

									کیا، جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا۔ ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا۔اس نے قتل کر ڈالا۔
.17	غزوہ ذی امر یا غزوہ غطفان یا غزوہ انمار ربیع الاول 3ھ	450سوار نبی کریم ﷺ	بنو ثعلبہ و بنو محارب	"	"	"	"	بنو ثعلبہ و بنو محارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اس مظاہرہ سے منتشر ہو گئے۔	آنحضرت ﷺ نے نجد تک سفر فرمایا۔ دعثور نامی [شخص] جو تلوار لے کر نبی ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا، مسلمان ہوا۔
.18	سریہ قردہ جمادی الآخرۃ 3ھ	100زید بن حارثہؓ	ابوسفیان اموی	"	"	1	"	قریش کے تجارتی رستہ پر مظاہرہ کیا گیا۔	قردۃ بن سفیان جو قافلہ کا راہنما تھا، گرفتار ہوا، پھر مسلمان ہو گیا۔
.19	غزوۂ احد 6 شوال 3ھ	650پیادہ	2800 پیادہ،200 سوار، کل 3000، ابوسفیان اموی	زخمی 40	70	"	30	مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا، مگر کفار مرعوب ہو کر نتیجہ میں ناکامیاب ہوئے۔	احد مدینہ سے تین میل ہے۔ دشمنوں نے مکہ سے احد تک چڑھائی کی تھی۔

.20	غزوہ حمراء الاسد 7 شوال، 3ھ	540 نبی کریم ﷺ	2970 ابو سفیان	"	"	2بو عزہ ومعاویہ بن مغیرہ	"	"	جنگ احد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دے۔ دو اسیر ہوئے اور شاعر بو عزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہو گا۔ برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔
.21	سریہ قطن یا سریہ ابو سلمہ مخزومی یکم محرم 4ھ	150، ابو سلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ	"	"	"	"	"	یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے۔ جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک، جو ان کا مأوی تھا، پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہو گیا۔
.22	سریہ عبداللہ بن اُنیس الجہنی الانصاری[1]	ایک سفیان ہذلی	"	"	"	"	1	عبد اللہ نے سنا تھا کہ سفیان نے عرفہ پر	

[1] جرد انصاری، عقبی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد میں حاضر رکاب نبوی تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو تیئسویں شب لیلۃ القدر بتائی تھی۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔

			مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے۔ عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا۔						
.23	سریہ رجیع صفر 4ھ	10، عاصم بن ثابت یا مرثد بن ابی مرثد الغنوی	100 قبیلہ عضل و قارہ	"	10	"	"	10 واعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔	مسماۃ سلامہ زنِ طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے سو شتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ 10 واعظین اسلام کو ساتھ لے گئے تھے۔ آٹھ کو راہ میں تیروں کا نشانہ بنایا، دو کو اہل مکہ نے خرید کر سول پر چڑھا دیا۔ چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں۔ کتب سیر میں ان کی تعداد چھ ہے۔ صحیح بخاری میں 10 ہے۔
.24	سریہ بیر معونہ یا سریہ طرز صفر 4ھ	70، منذر بن عمرو	ایک بڑی جماعت عامر بن مالک	1	69	"	"	69 عالمان دین شہید اور ظلم شکار ہوئے۔	عامر خدمت نبوی ﷺ میں آیا، کہا: میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے، کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے 70 عالم ساتھ کر دیے۔ وہ جب ان کے علاقہ میں پہنچے تو

									قبائل رعل و ذکوان و بنو سلمہ نے حملہ کیا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری بچ کر آئے۔
.25	سریہ عمرو بن امیہ الضمری ربیع الاول 4ھ	ایک عمرو بن امیہ	2، از قبیلہ بنو کلاب	"	"	2	چونکہ عمرو نے غلط فہمی سے یہ دو شخص دو سردار قبیلہ کے قتل کر دیے تھے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خون بہا ادا کیا۔	عمرو بن امیہ جو 70 علماء [میں] سے بچ کر مدینہ آ رہے تھے۔ دیکھو نمبر 24، انہوں نے دو شخصوں کو سوئے پڑے پایا اور غلطی سے انہیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر دیا۔
.26	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر	"	"	"	بجرم بغاوت و اقدام قتل آنحضرت ﷺ شہر سے نکال دئے گئے۔	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے، اور مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کے جرم کی سزا میں جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تھے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرارتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔

.27	غزوہ بدر الاخریٰ ذی قعدہ 4ھ	1500 پیادہ، 10 سوار، [کل] 1510، نبی کریم ﷺ	2000 پیادہ، 50 سوار، [کل] 2050، ابوسفیان اموی	"	"	"	"	مقابلہ نہیں ہوا تھا۔	ابوسفیان مکہ سے لشکر لے کر طیران یا عسفان تک آیا۔ نبی ﷺ بھی خبر پاکر مقابلہ کے لیے نکلے۔ وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے۔
.28	غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول 5ھ	1000، نبی کریم ﷺ	باشندگان دومہ	"	"	"	"	مقابلہ نہیں ہوا۔ راستہ ہی سے لوٹ آئے۔	معلوم ہوا کہ دومۃ الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہو گیا کہ خبر غلط تھی۔ واپس تشریف لے آئے۔ راہ میں عیینہ بن حصن سے معاہدہ ہوا۔
.29	غزوہ بنو مصطلق یا مریسیع 3 شعبان 5ھ	نبی کریم ﷺ	حارث ضرار سید بنو مصطلق	1	"	19	10	دشمن کو شکست ہوئی۔ قیدی سب چھوڑ دئے گئے۔	نبی کریم ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے۔ بریدہ اسلمی کو بھیج کر صحت کی گئی۔ تب آنحضرت ﷺ ادھر متوجہ ہوئے۔ صرف بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے، باقی منتشر ہو گئے تھے۔

.30	غزوہ احزاب یا خندق شوال یا ذی قعدہ 5ھ	3000، نبی کریم ﷺ	10000، ابو سفیان اموی وغیرہ	"	6	"	10	دشمن ناکام واپس ہوا۔	سرادارانِ یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ کئے رکھا۔ پھر چپکے سے واپس ناکام چلے گئے۔
.31	سریہ عبداللہ بن عتیک ذی قعدہ 5ھ	5، عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی[1]	ایک سلام بن ابوالحقیق یہودی خیبر	"	"	"	1	دشمن قتل ہوا۔	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جد جہد کی تھی۔ اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا۔ عبد اللہ نے اس کو خواب گاہ میں رات کو پہنچ کر قتل کر دیا۔
.32	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ	"	4	200	400	دشمن قید اور قتل ہوا۔	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے۔ بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کئے گئے۔ انہوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبولِ فریقین ہو ان کا فیصلہ کرے۔ منصف نے ان کا فیصلہ بموجب

[1] اُحد میں حاضر ہوئے۔ یمامہ میں شہید۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر پھیر دیا فوراً اچھے ہو گئے۔

									احکام توراۃ شریف، جس کے وہ قائل تھے، کر دیا۔ اس لیے 400 قتل ہوئے۔ یہ تعداد بروایت جابر عند الترمذی، و النسائی، وابن حبان ہے۔
.33	سریہ قریظہ محرم 6ھ	30 سوار، محمد بن مسلمہ انصاری	20، ثمامہ بن اثال	"	"	1	"	ثمامہ پکڑا گیا۔ نبی ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا۔	محمد بن مسلمہؓ نے ثمامہ کو جانب مدینہ آتے دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا۔ اخلاق محمدی ﷺ اور تعلیم نبوی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ثمامہ نجد کا سردار تھا۔
.34	غزوہ بنی لحیان ربیع الاول 6ھ	200 سوار، سرور کائنات ﷺ	بنو لحیان شاخ ہذیل	"	"	"	"	دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجیع جنہوں نے دس علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا۔ دیکھو نمبر 22 ، ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
.35	غزوہ ذی قردہ یا غابہ ربیع الآخر 6ھ	500، سرور کائنات ﷺ مع سلمہ بن اکوع	سوار ان بنو غطفان زیر سرداری عیینہ فزاری	ایک عورت	3	"	1	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑوا لیے۔	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ ذر بن ابوذرؓ کو قتل کر کے لیلیٰ زوجہ ابوذر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا۔ نبی کریم ﷺ بھی شامل ہو گئے تھے۔

.36	سریہ عکاشہ بن محصن یا سریہ عمر مرزوق ربیع الآخر 6ھ	40، عکاشہ بن محصن الاسدی[1]	بنو اسد	"	"	"	دشمن منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔ ان کے دو سو شتر گرفتار ہوئے۔	"	بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمعیت فراہم کی تھی۔ چالیس شخصوں کا یہ طلایہ گیا تھا۔
.37	سریہ ذی القصہ ربیع الآخر 6ھ	10، محمد بن مسلمہ	100، بنو ثعلبہ	1 زخمی	9	"	نو عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔	"	دس عالمانِ دین ہدایت کے لیے گئے تھے۔ وہ سوئے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصہ مقام کا نام ہے۔
.38	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر 6ھ	40، ابو عبیدہ بن جراح	بنو ثعلبہ	"	"	1	دشمن بھاگ گیا، جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔	"	شہدائے مقام ذی القصہ کا انتقام لینے گئے تھے۔
.39	سریہ جموم ربیع الآخر 6ھ	زید بن حارثہؓ	بنو سلیم	"	"	10	چند اشخاص گرفتار کئے		ایک عورت حلیمہ نامی نے جھوٹی مخبری بنو سلیم کے خلاف

[1] فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ ۴۲ سال کی عمر میں بعہد خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ بدر و اُحد جملہ مشاہد میں ملتزم رکاب نبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے بشارت دی تھی کہ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

			گئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا، جن میں مخبر عورت کا شوہر بھی تھا۔						کر دی، جب زید اس کی طرف سے گزر رہے تھے۔ تعداد اسیران اندازً لکھی گئی ہے۔
.40	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر 6ھ	15، زید بن حارثہ	بنو ثعلبہ	"	"	"	"	"	دشمن بھاگ گیا۔ 20 شتر گرفتار ہوئے۔	مجرمان ذی القصہ (دیکھو 37) کی سزادہی کو گئے تھے۔
.41	سریہ وادی القریٰ رجب 6ھ	12، زید بن حارثہ	سکنائے وادی القریٰ	1 زخمی	9	"	"	"	9 مسلمان شہید ہوئے، ایک زخمی ہوا۔	حضرت زید بطور گشت گئے تھے، لوگوں نے حملہ کر دیا۔
.42	سریہ دومۃ الجندل شعبان 6ھ	عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری[1]	قبیلہ بنو کعب اصبح بن عمرو کلبی	"	"	"	"	"	وعظ میں نمایاں	اصبح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی

[1] - یکے از عشرہ مبشرہ۔ یکے از ستہ، جن کو فاروقؓ نے خلافت کا اہل بتایا۔ بڑے تاجر اور زمین دار۔ بڑے مال دار، زَاهِدٌ أَمِينٌ فِي الْأَرْضِ، وَأَمِينٌ فِي السَّمَاءِ۔ امہات المؤمنین کی خدمت مال سب سے زیادہ کرنے والے۔ جنگ

								کامیابی ہوئی۔	اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
.43	سریہ فدک شعبان 6ھ	200، علی مرتضیٰؓ	بنو سعد بن بکر	"	"	"	"	دشمن بھاگ گیا۔ 100 شتر دو ہزار بکریاں مال غنیمت ملا۔	معلوم ہوا کہ یہ قبیلہ ان یہودیوں کو جو مدینہ سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے، لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے مظاہرہ کیا۔
.44	سریہ ام قرفہ رمضان 6ھ	ابو بکر صدیقؓ	قوم فزارہ زیر سرداری ام قرفہ	"	"	2		دشمن کو شکست ہوئی۔	بنو فزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلے کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کی گرفتاری کی گئی تھی۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی ۔ باقی سب بھاگ گئے۔(مسلم)
.45	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال 6ھ	30، عبداللہ بن رواحہ	30، اُسیر بن رزام	1	"	"	30	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی۔ سب یہودی مارے گئے۔	عبد اللہ مع 30 مسلمانوں کے اُسیر کو لینے گئے تھے، جس کو بطور سردار یہود آنحضرت ﷺ نے منظور فرمالیا تھا۔ وہ 30 یہودیوں کے ساتھ چل

اُحد میں ۲۱ زخم کھائے۔ نبی ﷺ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔ ان کے ترکہ کا ۸-۳ بیوی کو ۸۳ ہزار نقد ملا تھا۔ ۳۱ھ میں بعمر ۷۲ سال وفات پائی۔

									پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
.46	غزوہ عرینیین شوال6ھ	200سوار، کرز بن جابر فہری[1]	چند کس از عکل و عرینہ	"	"	"	8	یہ لوگ مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے۔	یہ لوگ بیمار تھے۔ علاج کے لیے آئے۔ جب تندرست ہو گئے تب موقع پا کر یسار نوبی مولیٰ رسول کو قتل کر گئے اور اونٹ لے گئے تھے۔
.47	سریہ عمرو بن امیہ شوال6ھ	ایک کس عمرو بن امیہ	"	"	"	"	"	"	عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کرے لیکن تعلیم اور خلق محمدی ﷺ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ ابو سفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب

[1]-ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ فہر (دیکھو سلسلہ ۱۱ انسب نبوی ﷺ) میں شامل ہو جاتا ہے۔ غزوہ سفوان ۶ کے وقت سردارِ کفار تھے۔ پھر اخیار و ابرار میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

									اسلامیہ میں کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی۔
.48	غزوہ حدیبیہ، ذی قعدہ 6ھ	1400، نبی کریم ﷺ	اہل مکہ، سہیل بن عمرو	"	"	"	"	دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لائے۔	نبی ﷺ بہ نیت عمرہ تشریف لے گئے تھے، مگر قریش نے حضور ﷺ کو حدیبیہ سے جو مکہ سے سات کوس ہے، آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
.49	غزوہ خیبر محرم 7ھ	1400 رجال، 20 زنان تیاردار [کل] 1420، نبی کریم ﷺ	10000، یہود خیبر، کنانہ بن ابو الحقیق	زخمی 50	18	"	93	فتح مبین حاصل ہوئی تھی۔	احد و احزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سد باب کر دیا۔
.50	غزوہ وادی القریٰ، محرم 7ھ	1382، نبی کریم ﷺ	یہود ان سکمائے وادی القریٰ	"	"	"	"	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔	وادی القریٰ میں یہودی آباد تھے۔ خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو وہاں کے یہودیوں نے جنگ میں ابتدا

								یہودیوں کو ان کی اراضیات وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔	کی۔ تیماء کے باشندوں نے یہاں آکر خود صلح کرلی۔
.51	غزوہ ذات الرقاع، محرم 7ھ	400، نبی کریم ﷺ	بنو غطفان، بنو محارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار	"	"	"	"	دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو غطفان نے بنو محارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کر چاہتے تھے، مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔
.52	سریہ عیص، صفر 7ھ	72، ابو جندل و ابو بصیر[1]	قافلہ قریش	"	"	9	"	اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا، پھر حکم نبوی کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابو جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے قریش نے قید کر دیا، اس نے جیل خانہ ہی میں تبلیغ اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا۔ پھر بھاگ گیا۔ مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا اور اب قریش کا جو فریق جنگ قافلہ لوٹ لیا۔ آنحضرت

[1] ابو جندلؓ کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لوئی بن غالب (دیکھو نسب نبوی ﷺ ۹) میں شامل ہوتا ہے۔ خلافت فاروقؓ میں شام میں غزا کرتے ہوئے انتقال کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن سہیل بدری ہیں۔

									ﷺ نے اسباب واپس دلا دیا، ابو جندل کو مدینہ بلا لیا۔
.53	سریہ کدید، صفر 7ھ	60، غالب بن عبداللہ لیثی	بنو ملوح	1	"	"	"	خفیف لڑائی ہوئی۔	بنو ملوح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا۔
.54	سریہ فدک، صفر 7ھ	عالب بن عبد اللہ لیثی	اہل فدک	"	"	"	"	"	کچھ لوگ دشمن کے مارے گئے۔
.55	سریہ حسمی، جمادی الآخرۃ 7ھ	500، زید بن حارثہ	102، ہنید بن عوص جزری	"	100	"	2	مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ ہنید اور اس کا فرزند مارا گیا۔ باقی کو بعد توبہ چھوڑ دیا گیا۔	دحیہ کلبیؓ آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے تھے۔ اب واپس آ رہے تھے۔ قیصر کے تحائف بھی ان کے پاس تھے۔ ہنید نے ان کو لوٹ لیا۔ ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زیدؓ بھیجے گئے۔
.56	سریہ تربہ	30، عمر فاروقؓ	اہل تربہ	"	"	"	"	دشمن منتشر ہو گیا۔	تربہ مکہ سے دو منزل ہے۔ یہاں کے لوگ بنو غطفان کے ساتھ شامل تھے۔ ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
.57	سریہ بنو کلاب	ابو بکرؓ	بنو کلاب	"	"	"	"	فتح ہوئی۔ دشمن بھاگ گیا۔ دشمن کچھ مرے،	یہ لوگ بنو محارب، بنو انمار وغیرہ کے ساتھی تھے اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔

			کچھ قید ہوئے۔						
.58	سریہ منقعہ، رمضان 7ھ	غالب بن عبد اللہ لیثی	اہل منقعہ	"	"	"	"	خفیف لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
.59	سریہ خربہ، رمضان 7ھ	اسامہ بن زیدؓ[1]	اہل خربہ	"	"	"	"	"	حضرت اسامہؓ مع ہمراہیاں چلے آتے تھے، راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا۔ اسامہؓ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
.60	سریہ بنی مرہ، شوال 7ھ	30، بشیر بن سعد	بنی مرہ قریب فدک	"	"	"	"	خفیف لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
.61	سریہ بشیر بن سعد انصاری، شوال 7ھ	30 پیادہ، بشیر بن سعد بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی[2]	اہل فزارہ و عذرہ	30	2	"	"	سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے، دشمن کے دو	فزارہ و عذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی۔ ان کی تنبیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔

[1] اسامہؓ نبی ﷺ کو بہت پیارے تھے۔ ان کی والدہ ام ایمن ہیں جن کو حضور ﷺ أُمِّي بَعْدَ أُمِّي فرماتے۔ والد زید بن حارثہؓ ہیں جن پر نبی ﷺ کی شفقت دیکھ کر لوگ زید بن محمد ﷺ کہنے لگ گئے تھے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ نبی ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ تا ۲۰ سال تھی۔

[2] عقبی بدری۔ سب سے اول بیعت صدیقی میں داخل ہوئے عین التمر پر شہید ہوئے۔

			کس گرفتار ہوئے۔						
.62	سریہ ابن ابو العوجاء، ذی الحجہ 7ھ	50 پیادہ، ابن ابی العوجاء	بنو سلیم	1	49	"	"	ابن ابی العوجاء زخمی ہوئے۔ باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا۔ کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
.63	سریہ ذات اطلح، ربیع الاول 8ھ	15، کعب بن عمیر انصاری الغفاری[1]	سکنائے ذات اطلح، بنو قضاعہ	"	14	"	"	سب مسلمان شہید ہوئے یا ایک صحابی جانبر ہوئے۔	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
.64	سریہ ذات عرق، ربیع الاول 8ھ	25، شجاع بن وہب اسدی[2]	بنو ہوازن مقیم ذات عرق	"	"	"	"	لڑائی نہ ہوئی۔ دشمن کے کچھ اونٹ ملے۔	بنی ہوازن چند بار دشمن کو مدد دے چکے تھے۔ اب انہوں نے مدینہ سے 5 منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تھا، اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس

[1] اصحابِ بزرگ میں سے ہیں۔

[2] حبشہ و مدینہ کی ہجرت کی اور جملہ مشاہد میں حاضر ہوئے۔ حارث غسانی اور جبلہ غسانی کے پاس سفیر نبوی بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

									لیے ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا گیا۔
.65	سریہ موتہ، جمادی الاول 8ھ	3000، زید بن حارثہؓ	ایک لاکھ، شرحبیل غسانی	"	12	"	تعداد معلوم نہیں ہوئی۔	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	آنحضرت ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو شرحبیل نے قتل کرا دیا تھا۔ اس لیے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے، مگر تین ہزار نے ایک لاکھ کو شکست دی۔
.66	سریہ ذات السلاسل، جمادی الاخرۃ 8ھ	500، عمرو بن العاص قرشی السہمی[1]	بنو قضاعہ مقیم ذات السلاسل	"	"	"	"	مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو قضاعہ مع بنو القین مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ عمرو بن العاصؓ کی سرداری میں اس مہم کہ یہ وجہ خاص بھی تھی کہ ان کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
.67	سریہ سیف البحر، رجب 8ھ	300، ابو عبیدہ بن الجراح	قریش	"	"	"	"	سمند کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔

[1] صفر ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان کو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے والی فلسطین بنایا۔ پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ تحکیم اور صفین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔

.68	سریہ محارب، شعبان 8ھ	15، ابو قتادہ الانصاریؓ[1]	بنو غطفان مقیم خضرہ واقع نجد	"	"	"	"	دشمن خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ مویشی ہاتھ آ گئے۔	بنو غطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے، اب پھر مقام خضرہ پر جمع ہو رہے تھے۔ پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا تھا۔
.69	غزوہ فتح مکہ، رمضان المبارک 8ھ	1000، نبی کریم ﷺ	قریش مکہ	"	2	"	12	فتح ہوئی۔	علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا۔ صرف ایک دستۂ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
.70	سریہ خالدؓ، رمضان 8ھ	خالدؓ بن ولید	بت خانہ عزیٰ	"	"	"	"	"	عزیٰ قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اسے خالد بن ولیدؓ نے جا کر توڑ دیا تھا۔

[1] فارسِ رسول خطاب ہے۔ مشاہدہ نبوی ﷺ اور مشاہدہ مرتضویؓ میں شامل رہے۔ ۴۰ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ حضرت علیؓ نے ان کی نماز جنازہ سات تکبیروں سے پڑھائی۔

.71	سریہ عمرو بن العاص، رمضان 8ھ	عمرو بن العاصؓ	بت خانہ سواع	"	"	"	"	"	سواع قبیلہ ہذیل کا بت تھا۔ عمرو بن العاصؓ نے توڑا تھا۔
.72	سریہ سعد اشہلی، رمضان 8ھ	سعد بن زید الاشہلی الانصاری[1]	بت خانہ منات	"	"	"	"	"	منات قبیلہ اوس اور خزرج کا بت تھا۔ سعد اشہلی نے توڑا تھا۔
.73	سریہ خالد بن ولید، شوال 8ھ	350، خالد بن ولید	بنو خذیمہ	"	"	"	95	بنو خذیمہ کے جو پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔ 95 کس قتل کیے گئے۔ نبی ﷺ اس قتل سے ناخوش ہوئے اور مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔	حضرت خالدؓ تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنو خذیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ حضرت خالدؓ کو ان کی بابت شک ہوا۔ ان کے آدمی قتل کئے گئے۔
.74	غزوہ حنین یا اوطاس یا	12000، نبی کریم ﷺ	بنو ہوازن، بنو ثقیف،	"	6	6000	1	فتح ہوئی۔	سب قیدی حضور ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔

[1] عقبی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی میں ملتزم رکاب رہے۔

	ہوازن، شوال 8ھ		بنو مضر، بنو جشم وغیرہ						قیدیوں کو کپڑے بھی عطا فرمائے۔
.75	غزوہ طائف، شوال 8ھ	12000، نبی کریم ﷺ	بنو ثقیف	جمع کثیر	13	جمع کثیر	"	ایک ماہ کے محاصرے کے بعد نبی کریم ﷺ چلے آئے۔	محاصرہ اٹھا لینے کے بعد یہ لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے۔
.76	سریہ عیینہ بن حصن، محرم 9ھ	150 سوار، عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری[1]	قبیلہ بنو تمیم	"	"	62	"	عام بغاوت کا انسداد ہو گیا۔	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا۔ پھر کے جانے سے بھاگ گئے۔ وہ 11 مرد، 21 عورتیں، 30 بچے قید کر لائے۔ جب ان کے سردار مدینہ میں حاضر ہوئے، نبی ﷺ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔
.77	سریہ قطبہ بن عامر، صفر 9ھ	20، قطبہ بن عامر	قبیلہ خثعم	نصف سے زیادہ	"	اکثر	"	منتشر ہو گئے۔	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطبہؓ اسیر کر لائے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔

[1] بن فزارہ کا سردار۔ نبی ﷺ نے ان کو احمق و مطاع بنایا تھا۔ جفاکش، جنگ جُو۔ نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوب صورت ہے۔ منشاء ہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آں حضرت نے ہنس کر ٹال دیا۔

.78	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی، ربیع الاول 9ھ	ضحاکؓ	قبیلہ بنو کلاب	"	"	"	"	"	مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی مقابلہ ہوا۔ اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی۔ معدودے چند ہوں گے۔
.79	سریہ عبداللہ بن حذافہ، ربیع الاول 9ھ	300، عبداللہ بن حذافہ القرشی السہمی[1]	حشمی لوگ بحری ڈکیت	"	"	"	"	دشمن منتشر ہو گیا۔	بحری ڈکیت تھے۔ ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
.80	سریہ بنو طے، 9ھ	150، علی مرتضیٰؓ	بنو طے	"	"	مسماۃ سفانہ دختر حاتم مع دیگر	"	نبی کریم ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔ دختر حاتم کو باکرام رخصت فرمایا۔	

[1] نبی ﷺ کے سفیر بجانب کسریٰ، مہاجرین اولین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروقؓ عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

.81	غزوہ تبوک، رجب 9ھ	30000، نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل	"	"	"	"	سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کو مرعوب بنانے کے بعد واپس تشریف لائے۔	پتہ لگا تھا کہ قیصر ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ جنگ موتہ نمبر 65 کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت ﷺ سرحد پر تشریف لے گئے۔اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
.82	سریہ دومۃ الجندل	420، خالد بن ولید	اُکیدر والیٔ دومۃ الجندل	"	"	"	"	اکیدر والیٔ دومۃ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا تھا۔	اکیدر کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لیے گئے۔

غزوات و سرایا کے مقاصد و اسباب

قارئین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں [حسب ذیل مقاصد و اسباب سامنے آتے ہیں]:

۱۔ محض سفر اور تبلیغ

اوّل : سیف البحر نمبر ۱، رابغ نمبر ۲، ضرار نمبر ۳، نخلہ نمبر ۸ بھی درج ہیں۔ حالانکہ یہ دستے محض گرداوری کے تھے، جو اُن راستوں پر بھیجے گئے تھے جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں، اس لیے کہ قریش جیسا خونخوار کینہ توز دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آکر نہ دبالے۔

دوم: اسی نقشہ میں غزوہ ودان نمبر ۴، غزوہ بواط نمبر ۵، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر ۷ درج ہیں، حالانکہ یہ محض سفر تھے اور ان کا مقصود وعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا اور قبائل سے معاہدہ کر لینا بھی، تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف اُن کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل نمبر ۴۲ بھی ہے، حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک سفر تھا، جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اُترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

۲-اشتباہ

اس نقشہ میں سریہ قریظہ نمبر ۳۳ بھی شامل ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہؓ کو چند شخص ملے،انھوں نے دشمن سمجھ کر اُن کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی ﷺ نے تفحص کے بعد اُسے (ثمامہ بن اثال کو) چھوڑ دیا اور وہ خُلق محمدی ﷺ پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔

۳-302 یا 395 تعزیراتِ ہند

اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنھیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل 302 تعزیراتِ ہند یا ڈکیتی 395 یا قتل مع ڈکیتی 396 کہا جاتا ہے۔اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ (ا) مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے تعاقب کیا۔ نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اس کا نام غزوۂ صفوان نمبر ۶ ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوۂ نبوی ﷺ کفار کے خلاف صرف اسلام قبولوانے کے لیے تھا۔ مثلاً عمرو بن امیہ یکہ و تنہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤ پا کر نبی ﷺ کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرۂ انور کی زیارت کرتے اور کلامِ مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔اس نقشہ میں اُسے سریہ عمرو بن اُمیہ نمبر ۷۴ درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استسقا کے چند مریض نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ نبی ﷺ نے ان کو بمقام عُرینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا۔ وہ اُونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے تھے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اُونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔

قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر ۴۶درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی۔ نبی ﷺ کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جورو اور اونٹوں کو لے گئے۔ خبر ہونے پر نبی ﷺ نے ان کا تعاقب کیا۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر ۳۵درج ہے۔

مثلاً ہنید بن عوص کے ڈکیتوں کے گروہ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے سفیر تھے اور ہرقل کے پاس سفارت پہنچا کر واپس آرہے تھے۔ڈکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی ﷺ کے لیے ارسال کیے تھے۔ان ڈکیتوں کی سزادہی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔اس نقشہ میں اُسے سریہ حسمی نمبر ۵۵درج کیا گیا ہے۔

مثلاً زید بن حارثہ کے قافلۂ تجارت کو قوم فزارہ نے جو زیر سرداری اُم قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ان کی گرفتاری کے لیے ایک افسر مامور ہوا۔اس نقشہ میں سریہ اُم قرفہ نمبر ۴۴ کے نام سے درج ہے۔

مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ڈکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ میں سریہ نمبر ۲۱درج ہے۔

۴-انفرادی قتل

ب:ایسے واقعات بھی ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلے میں ہوئے۔

مثلاً عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو غالباً اُن کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی، قتل کر ڈالا تھا، سریہ نمبر ۱۰

مثلاً سالم بن عُمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا، سریہ نمبر ۱۱

مثلاً محمد بن مسلمہؓ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا، سریہ نمبر ۱۶

مثلاً عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے سفیان بن خالد ہذلی کو مار ڈالا تھا، سریہ نمبر ۲۲

مثلاً عبداللہ بن عتیک نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا، سریہ نمبر ۳۱

یہ سب ایسے واقعات ہیں، جن کا شمار جنگ کے نام سے ہر گز نہیں کیا جا سکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتنی و گردن زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

۵-واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی درج ہے۔ چند لوگ دس واعظوں کو نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے علاقے میں لے جا کر آٹھ کو قتل دو کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع نمبر ۲۳ ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ ان کے علاقے تک دو سو سواروں کو لے کر گرداوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، جس سے مقصود اُن سرکشوں کو صرف مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ لحیان نمبر ۳۴ کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصہ پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس عالمانِ دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے۔ بنو ثعلبہ نے حملہ کر کے اُن میں سے 9 کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ ذی القصہ نمبر ۳۷ درج ہے۔ ان بنو ثعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ نمبر ۳۸ و سریہ نمبر ۴۰ کے نام سے درج ہے۔

علیٰ ہذا ملک نجد کے لیے ستر واعظ بھیجے گئے تھے۔ والیٔ نجد کا چچا ان کی حفاظت کا خود ذمہ دار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقے میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ بیر معونہ نمبر ۲۴ ہے۔

۶- غلط فہمی

بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اُسیر بن رزام یہودی اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اُسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے۔ ابن رواحہؓ کے ساتھ بھی تیس ہی مسلمان تھے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان ایک یہودی سوار تھا۔ اُسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اُونٹ سے نیچے کود کر اُسیر کے ضرب لگائی۔ اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تیس مسلمانوں نے تیس یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر ۴۵ کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں شاید کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو خذیمہ میں تبلیغِ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے لشکرِ اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ خالد اُن کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خذیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالدؓ کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر ۳۷ ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اُس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، مگر اُن کا شبہ رفع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ ۵۹ کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی واقعہ عمرو بن اُمیہ ضمری کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور اُن کو 69 مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا دیت ادا کیا [کذا، کی دیت ادا کی]۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بیر معونہ نمبر ۲۵ کے نام سے درج ہے۔

۷-انہدام بت خانہ

اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر ۷۰ و سریہ نمبر ۷۱ و سریہ نمبر ۷۲ ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور انھیں کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا، مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

لڑائیوں کی تعداد بہت کم ہے

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو اُن کا شمار بہت کم نکلے گا۔ بدر نمبر ۹، اُحد نمبر ۱۹، غزوۂ احزاب نمبر ۳۰، خیبر نمبر ۴۹، فتح مکہ نمبر ۶۹، غزوۂ حنین نمبر ۷۴۔ بے شک لڑائیاں ہیں، مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔ مثلاً غزوۂ حمراء الاسد نمبر ۲۰ کو غزوۂ اُحد نمبر ۱۹ سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے حالانکہ اُحد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حمراء الاسد دوسرے دن کے تعاقب یا تجسسِ دشمن کا۔ پھر اس کا شمار علیحدہ کیونکر ہو سکتا تھا۔

غزوات و سرایا کی نوعی تقسیم

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات و سرایا کو اُن کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کر دوں تاکہ قارئین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمالیں۔

اول: تکمیل معاہدات و تبلیغ اسلام و مواعظ کے لیے سفر

غزوۂ ودان نمبر ۴، غزوہ بواط نمبر ۵، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر ۷، سریہ دومۃ الجندل نمبر ۴۲، غزوہ حدیبیہ نمبر ۸

دوم: حملہ آور دشمن کے احوال کی دریافت

سیف البحر نمبر ۱، رابغ نمبر ۲، ضرار نمبر ۳، سریہ نخلہ نمبر ۸، سریہ قردہ نمبر ۱۸، سریہ ابو قتادہ نمبر ۶۸

سوم: گرداوری تا سرحد حملہ آوران جس کا مقصود دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔

غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر ۱۴، سریہ قرقرۃ الکدر نمبر ۱۵، غزوہ ذی امر نمبر ۱۷، بدر اخریٰ نمبر ۲۷، غزوہ دومۃ الجندل نمبر ۲۸، سریہ قریظہ نمبر ۳۳، غزوہ بنولحیان نمبر ۳۴، سریہ عمر نمبر ۳۶، سریہ بنوثعلبہ نمبر ۳۸، سریہ جموم نمبر ۳۹، سریہ طرف نمبر ۴۰، سریہ وادی القریٰ نمبر ۴۱، سریہ فدک نمبر ۴۳، غزوہ وادی القریٰ نمبر ۵۰، غزوہ ذات الرقاع نمبر ۵۱، سریہ عیص نمبر ۵۲۔ سریہ کدید یا سریہ غالب نمبر ۵۳، سریہ غالب نمبر ۵۴، سریہ تربہ نمبر ۵۶، سریہ بنوکلاب نمبر ۵۷، سریہ منقعہ نمبر ۵۸، سریہ بنومرہ نمبر ۶۰۔ سریہ بشیر نمبر ۶۱، سریہ ابن ابی العوجاء نمبر ۶۲، سریہ کعب بن عمیر نمبر ۶۳، سریہ شجاع بن وہب نمبر ۶۴، سریہ عمرو بن العاص نمبر ۶۶، سریہ ابوعبیدہ نمبر ۶۷، سریہ ابو قتادہ نمبر ۶۸، سریہ عیینہ نمبر ۷۶، سریہ قطبہ نمبر ۷۷، غزوہ تبوک نمبر ۸۱، سریہ دومۃ الجندل نمبر ۸۲۔

چہارم: سزادہی ڈکیتی پیشگاں

سریہ حسمی نمبر ۵۵۔ سریہ ام قرفہ نمبر ۴۴، سریہ عرینین نمبر ۴۶

پنجم: تعاقب ڈکیتیاں

غزوہ سفوان نمبر ۶، سریہ قطن نمبر ۲۱، غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر ۳۵۔ سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر ۷۹

ششم: معاہد اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور اُن کے انجام

غزوہ بنوقینقاع نمبر ۱۲، سریہ رجیع نمبر ۲۳، سریہ بیر معونہ نمبر ۲۴، غزوہ بنو نضیر نمبر ۲۶، سریہ بنو مصطلق نمبر ۲۹، غزوہ بنو قریظہ نمبر ۳۲، سریہ ذی القصّہ نمبر ۳۷، سریہ بنی لحیان نمبر ۸۰۔

ہفتم: غلط فہمیاں

سریہ عمرو بن امیہ نمبر ۲۵، سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر ۴۵، سفر عمرو بن امیہ نمبر ۴۷، سریہ خربہ نمبر ۵۹، سریہ خالد نمبر ۷۳، سریہ ضحاک بن سفیان نمبر ۴۷

ہشتم: بُت شکنی

سریہ خالد نمبر ۷۰۔ سریہ عمرو بن العاص نمبر ۷۱۔ سریہ سعد اشہلی نمبر ۷۲

نہم: جنگ

بدر الکبریٰ نمبر ۹، غزوۂ اُحد نمبر ۱۹، غزوۂ احزاب نمبر ۳۰، غزوۂ خیبر نمبر ۴۹، سریہ موتہ نمبر ۶۵، فتح مکہ نمبر ۶۹، غزوۂ حُنین نمبر ۷۴

دہم: تعاقب دشمناں

غزوۃ السویق نمبر ۱۳۔ حمراء الاسد نمبر ۲۰، غزوۂ طائف نمبر ۷۵

یازدہم: لوکل یا پرسنل واقعات (مقامی یا شخصی)

سریہ عمیر نمبر ۱۰، سریہ عالم نمبر ۱۱، سریہ محمد بن مسلمہ نمبر ۱۶، سریہ ابن انیس نمبر ۲۲، سریہ ابن عتیک نمبر ۳۱

اُمید ہے کہ صراحتِ بالا کا علم اور اُس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات و سرایا کی بابت دے آئے ہیں بہت مختصر نظر آنے لگے گا، لیکن ہم قارئینِ کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔

غزوات و سرایا کی فرقہ وار تقسیم

[اب] غزوات و سرایا کی تقسیم ہم فرقہ بندی پر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جھگڑے ہوئے۔ شخصی واقعات کو جن کا شمار (۵) ہے چھوڑ دیا گیا۔

۱-قریش مکہ

سیف البحر نمبر۱، رابغ نمبر ۲، ضرار نمبر۳، بواط نمبر ۵، سفوان نمبر۶، ذوالعشیرہ نمبر۷، غزوۃ السویق نمبر۱۳، ذی قردہ نمبر۱۸، احد نمبر۱۹، حمراء الاسد نمبر۲۰، بدرالاخریٰ نمبر۲۷، احزاب نمبر۳۰، سریہ عیص نمبر۵۲، سریہ عمرو بن اُمیہ نمبر۴۷، حدیبیہ نمبر۴۸، سیف البحر نمبر۶۷، [فتح] مکہ نمبر۶۹

۲-بنو غطفان و انمار

قرقرۃ الکدر نمبر۱۴، نمبر ۱۵۔ ذی امر نمبر ۱۷، دومۃ الجندل نمبر۲۸، بنو مصطلق نمبر۲۹، غابہ نمبر۳۵، وادی القریٰ نمبر۴۱، سریہ کرز بن جابر نمبر۴۶، ذات الرقاع نمبر۵۱، سریہ تربہ نمبر۵۶، سریہ منقعہ نمبر۵۸، سریہ خربہ نمبر۵۹، سریہ ابو قتادہ نمبر۶۸، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر۷۷

۳-بنو سلیم

بیر معونہ نمبر ۲۴، جموم نمبر ۳۹، ابن ابی العوجاء نمبر ۶۲، بنو ملوح بنو سلیم نمبر ۵۳

۴-بنو ثعلبہ

ذی القصّہ نمبر ۳۷، بنو ثعلبہ نمبر ۳۸، طرف نمبر ۴۰، سریہ حسمی نمبر ۵۵

۵-بنو فزارہ و عذرہ

سریہ ابو بکر صدیق نمبر ۴۴، سریہ فدک نمبر ۵۴، سریہ بشیر بن سعد نمبر ۶۱، ذات اطلح نمبر ۶۳

۶-بنو کلاب و بنو مرّہ

قریظہ نمبر ۳۳، بنو کلاب نمبر ۵۷، بنو مرہ نمبر ۶۰، سریہ ضحاک نمبر ۷۸

۷-بنو عضل و قارہ

رجیع نمبر ۲۳

۸-بنو اسد و بنو قضاعہ

قطن نمبر ۲۱، غمر نمبر ۳۶، ذات السلاسل نمبر ۶۶

۹-بنو ذکوان

بیر معونہ نمبر ۲۴۔اسی کو ہم نے بنو سلیم کے تحت میں درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

۱۰-بنو لحیان

غزوہ نمبر ۳۴

۱۱-بنو سعد بن بکر

فدک نمبر ۴۳

۱۲-بنو ہوازن

ذات عرق نمبر ۶۴

۱۳-بنو تمیم

سریہ عیینہ نمبر ۷۶

۱۴-بنو ثقیف

حنین نمبر ۷۴۔طائف نمبر ۷۵

۱۵-یہود

بنو قینقاع نمبر ۱۲، بنو نضیر نمبر ۲۶، بنو قریظہ نمبر ۳۲، سریہ ابن رواحہ نمبر ۴۵، خیبر نمبر ۴۹، وادی القریٰ نمبر ۵۰

۱۶-عیسائیاں

موتہ نمبر ۶۵، بنو طے نمبر ۷۹، تبوک نمبر ۸۰، دومۃ الجندل نمبر ۲۸، نمبر ۴۲، نمبر ۸۲

محاربِ اسلام قبائل کا اتحادِ خاندانی

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر قارئین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کے وجوہ کیا ہیں؟

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں، جس قدر بادی النظر میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات وبقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

۱-قریش کے جدی قبائل

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے:

اوّل: قیس عیلان اور بنو غطفان، بنو ثعلبہ، بنو محارب، بنو اشجع، بنو بیسان، بنو فزارہ۔ اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

دوم: طابخہ، بنو تمیم اسی فرزند اَد کی اولاد ہیں۔

سوم: مدرکہ اور بنو اسد۔ بنو ہون، بنو قارہ، بنو عضل اور بنو کنانہ (جس کے اندر الاحابیش وبنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق اور قریش داخل ہیں) اسی مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اس شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور ﷺ کے جدّی بھائیوں ہی کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھا۔

۲- معاہداتی اتحاد والے قبائل

یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے جیسا کہ 1914ء میں ترکی اور جرمنی تھے۔ اس اصلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات و سرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنوالیاس بن مضر سے ہوئیں، جس نسل سے خود آنحضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلادی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبولوانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ مخاصمانہ یا مدافعانہ طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں، ان کی حاجت نہیں رہ جاتی۔

ان قبائل کی اسلام کے فریق مخالف میں شمولیت

البتہ فلسفہ تاریخ ہنوز اس امر کا ہم سے خواست گار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کر جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کر اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے؟ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت سے

دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تفحص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

۱-قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر اُن کے درمیان بنو کنانہ کا علاقہ پڑتا تھا، جن سے قریش کی جانی عداوت، مخاصمت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

(ا) بنو کنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

(ب) اگر فوج کو راہ مل بھی گئی تب بھی اندیشہ ہے کہ بنو کنانہ اُدھر تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں، کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیار اُٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہو گا۔ یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آوری کے ارادوں کو چھوڑ دینا ضروری تھا۔

۲-سراقہ [1] بن مالک المدلجی الکنانی، جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اُسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رُکے ہوئے ہیں، اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ اُن کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود اُن کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا، بلکہ جہاں تک

---

[1] راہِ ہجرت میں سراقہ ہی نے بامید انعام مشتہرہ قریش نبی ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ سراقہ 8ھ میں داخل اسلام ہوئے اور 24ھ میں وفات پائی۔

ممکن ہوا قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔ یہی تھا وہ معاہدۂ شیطانی، جس کے ذریعہ سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

۳- الاحابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے لہٰذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بنو کنانہ ہیں اور ان کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں:

الاحابیش:[1]

بنو نضر: یعنی اولاد نضر بن کنانہ

بنو مالک: یعنی اولاد مالک بن کنانہ

مطیبین[2]: یعنی اولاد حارث بن مالک

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں:

بنو الحرث: حرث بن لوئی سے

---

[1] احابیش حبشی سے بنا ہے۔ یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انھوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے احابیش کہلائے۔

[2] انھوں نے ایک معاہدہ کرتے وقت عطر کا استعمال کیا تھا، اس لیے مطیبین کہلائے۔

بنو العوف: عوف بن لوئی سے

بنو کعب: کعب بن لوئی سے

بنو عدی: عدی بن کعب سے

بنو ہصیص: ہصیص بن کعب سے

بنو جمح: جمح بن کعب سے

بنو مرّہ: مرّہ بن کعب سے

بنو سہم: سہم بن کعب سے

بنو تیم: تیم بن مرّہ سے

بنو کلاب: کلاب بن مرّہ سے

بنو زہرہ: یعنی زہرہ بن کلاب سے

بنو قُصی: قصی بن کلاب سے

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اُس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ اُحد میں اس نے تلافی مافات کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔

۴-واقعہ اُحد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار کی تعداد میں ہے، جس میں قریش صرف ایک ہزار ہیں اور باقی دو ہزار ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزندانِ الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن برہان الدین حلبی[1] نے جنگ اُحد میں بنوالمصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقدی نے بنو ثقیف کی شمولیت بیان کی ہے، اور سیرۃ النبویہ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔[2] پس اُحد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آجانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کا بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانونِ جنگ کے اتباع میں تھا۔

۵-اُحد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے۔ لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا[3]

---

[1] آسان العیون، ج ۲، ص ۲۱۸

[2] واقدی، ص ۱۴۷

[3] [الاحزاب ۱۰:۳۳-۱۱]

جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے جب (مسلمانوں کی) آنکھیں پتھرا گئیں اور دل حلق تک اُچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان کو بہت زور سے جھنجھوڑا گیا۔

اب ان چند در چند لشکروں کا تفحص کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں۔

الف: قریش اور ان کے اتباع زیر کمان ابو سفیان اموی

ب: بنو سلیم زیر کمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور اسلمی)

ج: بنو اسد زیر کمان طلیحہ بن خویلد الاسدی

د: بنو اشجع زیر کمان ابو مسعود بن اُخیلہ

ہ: بنو مرّہ زیر کمان حرث بن عوف مری

و: بنو غطفان و اتباع بنو غطفان

یعنی بنو عبس، بنو ذبیان بنو العشراء

بنو سعد، بنو شبیع، بنو جحش، بنو فزارہ زیر کمان عیینہ بن حصن

ز: یہودانِ خیبر و نواحی فدک

وام القریٰ و تیماء 700 زیر کمان حُیَی بن اخطب

ح: قبیلہ ہوازن زیر کمان عامر بن طفیل

جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔

ط: یہودانِ بنو قریظہ مقیم مدینہ نے دشمنوں کو آلات کثیرہ، مساحی، کرادین اور مقاتل سے امداد دی تھی۔[1]

ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا، کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر و مکہ و حنین و طائف کے بواعث بھی اُسے معلوم ہو جائیں گے، کیونکہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اُس پر حملہ کرنے میں ابتدا کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اُس نے حملے کیے تب اُس کا انھوں نے جواب دیا ہے۔

آخری شبہ کا ازالہ

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر ہنوز اس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اُس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو 82 ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا، پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔

---

[1] آسان العیون، ج ۱، ص ۲۱۰

ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریقِ مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	1	127	359	387	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں
مخالف	65 64	---	759	7323	
میزان	65 65	127	1018	7710	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاءاللہ صحیح ہے۔

اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے۔ مقتولین ہر دو جانب کی تعداد 1018 ہے اور (82) پر تقسیم کرنے سے فی جنگ ۸-۱۱۴۱ اوسط نکلتا ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صدہا سالہ مذاہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبلوانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی موثر تھیں۔

دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے یعنی 6564 مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نمائے عرب کی وسعت کے مقابلے میں ہیچ ہے اور چونکہ اس تعداد کے اندر بڑی تعداد (6000) ایک ہی غزوۂ حنین کی ہے، اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیرانِ جنگ 7 رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تبدیلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو 6564 قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ 6347 کو نبی کریم ﷺ نے از راہِ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ 215 قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتہ نہیں

چلا۔ اُمید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے۔ مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے 6347 کے ساتھ لطف و احسان فرمایا تھا اُس کے الطاف سے 215 کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ کر گئے ہوں گے۔ اس لیے ان کا شمار رہائی پانے والوں میں نہیں ہوا۔

مہمات نبوی اور موجودہ جنگوں کے فوائد اور نقصانات کا تقابل

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور مُلحد و بت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ڈکیتی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت و مخاصمت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں 1018 نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلے میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے اُن کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحمۃ العظمیٰ (عظیم ترین جنگ جو 14 اگست 1914ء سے شروع ہو کر تاریخ 3 مارچ 1917ء تک متمدن دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے لاکھوں نفوس اور اربوں اشرفیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا ہے، سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں، تجارتِ عالم مخدوش ہو گئی

ہے، عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں بااین ہمہ امید حصولِ مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔[1]

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا، جنھوں نے فریقین کی صرف 1018 قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و اخلاقی و مادی و ملی فوائد حاصل کیے تھے، جن کو بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑو، مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکتِ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔[2]

---

[1] اخبار ہمدم، ۱۷ اپریل ۱۹۱۹ء نے جنگ عظیم از ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس ۱۷ لاکھ، جرمنی ۱۶ لاکھ، فرانس ۱۳ لاکھ ۷۰ ہزار، اٹلی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار، آسٹریا ۸ لاکھ، برطانیہ ۷ لاکھ، ٹرکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار، بلجیم ایک لاکھ ۲ ہزار، بلغاریہ ایک لاکھ، رومانیہ ایک لاکھ، سرویا مانٹی نیگرو ایک لاکھ، امریکہ ۵۰ ہزار، میزان: ۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار۔ مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں، مگر یہ اقرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گم شدوں کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

[2] اعجاز التنزیل، ص ۴۶۱

اکیلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔

شہدائے حق کا اعزاز

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ [النساء ۴:۱۳۵]

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست 1914ء سے جاری ہوئی، میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آنرز کے نام سے اُن بہادرانِ جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنھوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں اُن مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنھوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا، وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ (آل عمران ۳:۱۶۹-۱۷۱)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور خدا کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا اُس پر خوش ہیں اور اُن لوگوں کو جو اُن سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب انھیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم کا فرمان ہے:

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔[الاحزاب ۳۳:۲۳]

وہ جوانمرد کہ خدا کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے اُن کتابوں کو پڑھا جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حالات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جواہر ریزوں کو چُن چُن کر اپنی کتاب کی آرائش کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ بئر معونہ اور موتہ کی فہرستیں ہنوز تکمیل طلب ہیں، اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاءاللہ تعالیٰ پورا کروں گا۔ ورنہ اس کمی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

شہدائے بدر رضی اللہ عنہم

۱- مہجع بن صالحؓ: قوم عک سے تھے۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام۔ سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: يَوْمَئِذٍ مَهْجَعُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ[1]

۲- عبیدہ بن حارثؓ بن مطلب بن عبد مناف بن قصی: قرشی المطلبی۔ ابوالحارث یا ابو معاویہ کنیت۔ 63 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ سب سے پہلے اسلامی سریہ کے سردار یہی بنائے گئے تھے۔

---

[1] زرقانی، ج ۱، ص ۴۴۴۔ یہ اسلام ہی کی فیاضی و مساوات ہے کہ غلام بھی ہادیٔ اسلام کی مبارک زبان سے سید الشہداء کا خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی نظیر موجود ہے؟

۳- عمیر بن ابی وقاصؓ (مالک) بن اہیب بن عبد مناف: قرشی الزہری۔ حضرت سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ کے برادرِ خورد ہیں۔ 16 سال کی عمر تھی۔ نبی ﷺ نے ان کو بوجہ صغر سنی واپس کرنا چاہا، تو یہ رو پڑے۔ اس لیے اجازت دی گئی۔ لڑے اور خنداں خنداں روضۂ رضوان کو سدھارے۔

۴- عاقلؓ بن بکیر بن عبد یالیل: لیثی، ان کے بھائی خالد کا نام شہدائے رجیع میں ہے۔

۵- عمیرؓ بن عبد عمیر بن نضلہ: ذوالشمالین لقب، ابو محمد کنیت، حلیف بنو زہرہ۔

۶- عوفؓ یا عوذ بن عفراء: انصاری نجاری، عفراء ان کی والدہ کا نام ہے، والد کا نام حارث ہے۔

۷- معوذؓ بن عفراء: نمبر ۶ کے برادر شقیق۔

۸- حارثؓ یا حارثہ بن سراقہ بن حارث: ان کی والدہ انسؓ بن مالک کی پھوپھی ہیں۔ حلق پر تیر لگا تھا۔

۹- یزیدؓ بن حارث یا حرث بن قیس بن مالک: انصاری نجاری، مواخات میں ذی الشمالین نمبر ۵ کا بھائی تھا۔

۱۰- رافعؓ بن معلی بن لوذان: انصاری

۱۱- عمیرؓ بن حمام بن جموح بن زید بن حرام: انصاری السلمی۔ حضرت عبیدہ نمبر ۲ کے ساتھ مواخات تھی۔ دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر رونق افروز جنت ہوئے۔ میدانِ جنگ میں ان کا رجز یہ تھا:

رَكْضًا إِلَى اللهِ بِغَيْرِ زَادٍ إِلَّا التُّقَى وَعَمَلَ الْمَعَادِ

وَالصَّبْرَ فِي اللهِ عَلَى الْجِهَادِ وَكُلُّ زَادٍ عُرْضَةُ النَّفَادِ

غَيْرَ التُّقَى وَالْبِرِّ وَالرَّشَادِ

۱۲- عمارؓ بن زیاد بن سکن بن رافع: انصاری الاشہلی

۱۳- سعدؓ بن خیثمہ الانصاری الدوسی ابو عبداللہ کنیت۔ سعد الخیر لقب: نقیب محمدی تھے۔ باپ نے کہا: تم ٹھہرو میں جاتا ہوں۔ انھوں نے کہا: باپ! مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خیثمہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ پس یہ شہید بن شہید صحابی بن صحابی ہیں۔

۱۴- مبشرؓ بن عبدالمنذر بن زبیر بن زید: الانصاری الاوسی[1]

شہدائے غزوۂ سویق رضی اللہ عنہم

۱- معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ

۲- ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا۔

---

[1] زرقانی میں ہے: اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ بَدْرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ رَجُلًا (ج۱، ص۴۴۴) فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے متفق علیہ ہیں۔ بعض نے ۲۲ تعداد بتائی ہے۔ مجھے ان کے علاوہ سعد بن خولی اور صفوان بن بیضاء فہری اور عبداللہ بن سعید بن عاص اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسماء کی تعداد 17 ہے۔

شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم

مہاجرین

۱- حمزہ بن عبد المطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ: عمّ النبی ﷺ أَسَدُ اللهِ وَرَسُولِهِ لقب۔ سید الشہداء خطاب۔

۲- عبداللہ بن جحش الاسدی القرشی رضی اللہ عنہ: اَلْمُجَدَّعُ فِي سَبِيلِ اللهِ لقب، نبی ﷺ کے پھوپھیرے بھائی۔

۳- شماسؓ بن عثمان بن شرید قرشی المخزومی: بدری، دو ہجرتیں کیں، عمر بوقت شہادت 24 سال۔

۴- مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، قرشی العبدری: دو ہجرتیں کیں۔ اولین مہاجر مدینہ، انصار کے دو قبیلے اُن کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور اُحد میں رایت نبوی انھی کے ہاتھ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بوقت شہادت 40 سال۔

الانصار رضی اللہ عنہم

۵-انس بن نضر نجاری رضی اللہ عنہ انس بن مالک کے چچا۔ان کے جسم پر 80 سے زیادہ زخم تیر و تلوار اور نیزہ کے تھے۔یہ اُن بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ[1] نازل ہوئی۔

جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑ گئی، تو انھوں نے کہا: الٰہی! میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کرتوت سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تلوار لے کر آگے بڑھے، راہ میں سعد بن معاذ سے بولے: سعد! دیکھو یہ ہے بہشت بخدا مجھے اس کی خوشبو آرہی ہے۔ حملہ کیا، لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔

۶-انیسؓ بن قتادہ رضی اللہ عنہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث: بدری ہیں۔

۷-ابوہُبیرہؓ بن حارث رضی اللہ عنہ بن علقمہ نجاری: ان کا نام ہی ابوہُبیرہ ہے۔ابواسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ابواسیرہ کا نام شہدائے اُحد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔

۸-اوسؓ بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی: اکابر صحابہ میں سے ہیں۔

۹-ایاسؓ بن اوس بن عتیک، اشہلی: ان کے بھائی انس غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔

---

[1] [الاحزاب ۳۳:۲۳]

۱۰-اوسؓ بن ثابت، مزنی: برادر حضرت حسان شاعر رسول اللہ ﷺ۔

۱۱- رفاعہؓ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل: بوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔

۱۲-ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ رفاعہ کے برادر حقیقی۔

۱۳- عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ بن وقش حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔

۱۴- سلمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بن وقش بشرح صدر۔

۱۵-ثابت بن عمرو رضی اللہ عنہ بن زید نجاری بدری ہیں۔

۱۶-ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ بنو عجلان سے ہیں، انھی نے کہا تھا: اِنْ کَانَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ فَاِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ [1] انھوں نے انصار کی مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔

۱۷-ثعلبہؓ بن سعد بن مالک ساعدی: مشہور صحابی ابو حمید ساعدی کے چچا ہیں۔

۱۸-ثقبؓ (یا ثقیب) بن فروہ بن البدن ساعدی: انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔

۱۹- حارثؓ بن اوس بن معاذ اشہلی: بدری۔ حضرت سعد بن معاذ کے برادر زادے۔ عمر بوقت شہادت 28 سال

---

[1] [مصنّف بن ابی شیبہ، ج۶، ص ۴۵۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۶، ص ۳۵۰]

۲۰-عمروؓ بن معاذ اشہلی: بدری۔ حضرت سعد بن معاذ کے برادر۔ عمر 32 سال

۲۱-حارثؓ بن انس بن رافع اشہلی: بدری

۲۲-حارثؓ بن عبداللہ بن سعد بن عمرو خزرجی

۲۳-حارثؓ بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی

۲۴-حارثہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: از بنو ساعدہ

۲۵-حبیب بن زید رضی اللہ عنہ بن تمیم، بیاضی

۲۶-حنظلہؓ بن ابی عامر، اوسی: خدا کی شان ان کا لقب غَسِيْلُ الْمَلَآئِكَةِ ہے اور ان کے باپ کا لقب فاسق۔ حضرت حنظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں وہ یوم الحرہ کو 33ھ میں شہید ہوئے۔

۲۷-خارجہؓ بن زید رضی اللہ عنہ بن ابو زہیر خزرجی: عقبی، بدری۔ ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔

۲۸-سعدؓ بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ: عقبی، بدری، نقیب محمدی، حضرت خارجہ نمبر ۲۷ کے ابن عم، دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اوّل میں ہے [دیکھیے، اسی جلد کا صفحہ ۱۲۰]

۲۹-خبابؓ بن قیظی بن عمرو بن سہل اشہلی

۳۰- صیفیؓ بن قیظی بن عمرو بن اسہل اشہلی: نمبر ۲۹ و ۳۰ حقیقی بھائی ہیں اور ابو ہشیح بن تیہان نمبر ۴۸ کے بھانجے ہیں۔

۳۱-خثیمہؓ بن حارث بن مالک اوسی: ان کے فرزند کا نام شہدائے بدر نمبر ۱۳ پر ہے۔

۳۲- ذکوانؓ بن عبد قیس رضی اللہ عنہ بن خلدہ زرقی: عقبی، بدری، مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔

۳۳- رافع بن مالک رضی اللہ عنہ بن عجلان زرقی خزرجی: ابو مالک کنیت، نقیب محمدی، عقبہ کی ہر سہ بیعت 6 میں 12 میں 70 میں شامل ہیں۔

۳۴-رافع مولیٰ غزیہ رضی اللہ عنہ بن عمرو

۳۵-رفاعہؓ بن عمرو بن زید خزرجی: عقبی، بدری۔ ابوالولید کنیت

۳۶-سعدؓ یا سعیدؓ بن سوید رضی اللہ عنہ قیس بن ابجر: خدری ہیں۔

۳۷- سہلؓ بن عدی بن زید بن عامر اشہلی

۳۸- سہلؓ بن قیس بن اُبی کعب بن قیس: بدری، اسلمی

۳۹- سُبیعؓ بن حاطب بن قُبیس بن ہُبیشہ: اوسی

۴۰-سُوَیْبَقؓ بن حاطب بن حارث بن حاطب

۴۱-صخرہؓ بن عمرو (بشر): بنو حیف من الخزرج کے حلیف تھے۔

۴۲-عبداللہؓ بن جُبیر بن نعمان: عقبی، بدری۔ اس غزوہ میں سردارِ تیراندازاں تھے۔

۴۳-عبداللہؓ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ: ساعدی

۴۴-عبداللہؓ منذر بن زیاد بلوی: بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔

۴۵-عبادہؓ بن خشخاش بن عمرو بن رمزہ

۴۶- نعمانؓ بن عبد عمرو بن مسعود: بدری ہیں۔ نمبر ۴۶، ۴۵، ۴۴ ایک قبر میں مدفون ہوئے۔

۴۷- عامرؓ بن امیّہ بن زید بن خشخاش نجاری: بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔

۴۸-عبیدؓ (عتیک) بن تیہان بن مالک: ابو شیخ کنیت، بدری، عقبی ہیں۔

۴۹-یسارؓ: نمبر ۴۸ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۵۰-عبیدؓ بن معلّی بن لوذان بن حارثہ: ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر ۱۰ پر ہے۔

۵۱-عباسؓ بن عبادہ خزرجی: مہاجر و انصاری ہیں۔ عقبتین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔

۵۲-عامرؓ بن مخلد بن حارث نجاری: بدری ہیں، ان کی نسل باقی نہیں رہی۔

۵۳-عمروؓ بن ایاس: یکے از بنو عوف

۵۴-عمروؓ بن مطروف یا مطرف بن علقمہ بن عمرو بن ثقف: ابو حمام

۵۵-عتبہؓ بن ربیع بن رافع: خدری، خزرجی

۵۶-عبادؓ بن سہل بن مخرمہ: اشہلی۔ اَوسی

۵۷-عبداللہؓ بن عمرو بن حرام السلمی خزرجی: بدری، نقیب محمدی، ابو جابر کنیت، مشہور صحابی جابر کے والد۔ حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے اُن سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔

۵۸-عمروؓ بن جموح بن زید بن حرام: سید الانصار تھے، پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا: یونہی لنگڑاتا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الشَّھَادَۃَ وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ خَائِبًا یہ نہایت سخی تھے۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے:

إِذْ جَاءَهُ السُّؤَالُ، أَذْهَبَ مَالَهُ وَقَالَ: خُذُوهُ، إِنَّهُ عَائِدٌ غَدًا

نمبر ۵۷ و ۵۸ ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نمبر ۵۷ کی بہن ہند[1] نمبر ۵۸ کی اہلیہ ہیں [اور نمبر ۵۹ ان کے فرزند ہیں۔]

---

[1] سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ اُحد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شربتِ شہادت پیا تھا۔ قَدْ أُصِيبَ زَوْجُهَا، وَأَخُوهَا، وَابْنُهَا اور انھوں نے ان سب کی خبر شہادت سن سن کر بھی نبی

۵۹- خلادؓ بن عمرو بن جموح: بدری۔ نمبر ۵۸ کے فرزند ہیں۔

۶۰- ابوایمنؓ: نمبر ۵۸ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۶۱- عمارہؓ بن زیاد بن سکن بن رافع: [1] اشہلی ہیں۔ ان کے جسم پر 14 زخم تھے۔ نبی ﷺ نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سرہانہ بنا دیا تھا۔ جب روح نکلی ان کے رخسار حضور ﷺ کے قدم مبارک پر تھے۔

ﷺ کی زیارت اور خیر و عافیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا: كُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ آپ سلامت ہیں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے۔ مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا۔ آخر شہداء اُحد کی قرابت مندی کے سلسلے پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا جن کے تینوں ایسے قرابتی شہداء میں ہوں۔ مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے۔ الحمد للہ کہ مجھے کامیابی ہوئی۔ یہ خاتون ہند ہیں۔ خلاد بدری ان کا فرزند ہے، عبداللہ بدری و نقیب محمدی ان کا بھائی ہے، عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر، یہ سب جنگ اُحد ہی میں شہید ہوئے تھے۔ یہ خاتون ہر سہ لاشوں کو اونٹ پر لاد کر اُحد سے مدینے لے گئیں اور پھر گنج شہیداں میں شامل کرنے کے لیے اُحد میں لائی تھیں۔ بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔ ایک روایت میں أُصِيبَ زَوْجُهَا، وَأَخُوهَا، وَأَبُوهَا ہے۔ یعنی شوہر، برادر اور پدر شہید ہوئے تھے۔ ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔ اسماء بنت یزید بن سکن بڑے درجہ کی خاتون ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رَسُولَةُ النِّسَاءِ ہو کر آئی تھیں۔ ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید شہدائے اُحد میں ہیں، لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جاتا اور وہ نام اس فہرست میں پایا جاتا تو اس روایت کی مصداق حضرت اسماء ہوتیں۔ یہ بھی بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ یرموک میں کفار سے جنگ کرتی ہوئی شہید ہوئی تھیں۔

[1] الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام عمار بن زیاد بھی بروایت ابن الکلبی لکھا ہے۔ وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔

۶۲- یزیدؓ بن سکن: ابو اسماء کنیت۔ عمارہ نمبر ۶۱ کے چچا ہیں۔ عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔

۶۳- عمروؓ ولد قیس بن زید بن سواد بن مالک: بنو نجار سے ہیں۔

۶۴- قیسؓ بن عمرو بن قیس: نمبر ۶۳ عمرو کے فرزند ہیں۔

۶۵- قیسؓ بن مخلد بن ثعلبہ بن صخر: مازنی، بدری ہیں۔

۶۶- مالکؓ بن سنان: ابو سعید خدری کے باپ ہیں۔

۶۷- نوفلؓ بن ثعلبہ: سالمی الخزرجی۔ بدری ہیں۔

۶۸- یزیدؓ بن حاطب بن عمرو: اشہلی

۶۹- وہبؓ بن قابوس

۷۰- [1] حارثؓ بن عقبہ بن قابوس: نمبر ۶۹ و ۷۰ دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جبل مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا، معلوم ہوا کہ سب میدانِ اُحد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔

---

[1] صحیح بخاری میں بروایت انس بن مالک ہے کہ یوم اُحد کو 70 مسلمان شہید ہوئے تھے۔

تتمہ

حُسَیل یمان بن جابر العبسی القطعی: مشہور صحابی حضرت حذیفہؓ کے والد ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے بوجہ اشتباہ مارے گئے۔

تنبیہ

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیونکہ امام اہل سیر ابن اسحاق نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں۔ ان شاءاللہ!

شہدائے یوم الرجیع رضی اللہ عنہم

۱- مرثدؓ بن کنعان بن حصین غنوی: ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیلان تک منتہی ہوتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی اور دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا، مرثد مدینہ سے آتے، جیل کی دیوار پھاند کر اندر جاتے، اُن میں سے ایک مسلمان کو اُٹھاتے، دیوار کود کر اُسے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کی رہائی ہوئی۔

۲- خبیبؓ بن عدی انصاری: ان کا ذکر رحمۃ للعالمین جلد اوّل میں ہے۔ [دیکھیے: اسی جلد کا صفحہ ۱۲۲]

۳- عاصمؓ بن ثابت ابن ابوافلح قیس انصاری: ابو سلمان کنیت ہے، بدری ہیں اور اَوسی۔

۴-زیدؓ بن دثنہ انصاری بیاضی: بدری واُحدی ہیں۔ کفار نے اُن کو پھانسی دیا تھا[کذا]۔ پھانسی کے نیچے جاکر کہنے لگے کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی ﷺ نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرمادیا۔

۵-زیدؓ بن مزین انصاری بیاضی

۶-عبداللہؓ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی

۷-مغیثؓ بن عبید بن ابی ایاس بلوی: نمبر ۷ و ۶ مات بھائی ہیں۔

۸-خالدؓ بن بکیر بن عبد یالیل [1]

شہدائے بیر معونہ رضی اللہ عنہم

۱- منذرؓ بن عمرو بن خنیس انصاری ساعدی: عقبی، بدری، نقیب محمدی، المعتق للموت لقب۔ سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی۔

۲- حکمؓ بن کیسان، مولیٰ ہشام [بن المغیرۃ] مخزومی: نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہو کر پھر فائز بشہادت ہوئے۔

---

[1] علمائے سیر نے اصحاب رجیع کی تعداد 6 لکھی ہے۔ حسان بن ثابت کے اشعار میں بھی 6 کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد 10 بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ نام مل گئے ہیں۔

۳- حرامؓ بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری: بدری، احدی، ان کی بہن ام سلیم، حضرت انس بن مالک کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے: برَبّ کعبہ میرا مقصود مجھے مل گیا۔

۴- سلیمؓ بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری: نمبر ۳ کے برادر شقیق ہیں۔

۵- حارثؓ بن صمہ انصاری نجاری: جنگ بدر میں شامل ہونے کو آرہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے۔ اُحد کے بہادرانِ ثابت قدم سے ہیں۔ بوقتِ شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پروپر کر شہید کیا تھا۔

۶- ثابتؓ بن خالد، نجاری: جنگ بدر و اُحد میں حاضر تھے۔

۷- عامرؓ بن فہیرہ، مولیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم ازد سے تھے۔ سیاہ [رُو]، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی ﷺ تھے۔ عمر بوقت شہادت 40 سال۔ عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب ان کے نیزہ مارا تو اُن کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا۔ قاتل یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مقتل میں نہیں ملی تھی۔

۸- عروہؓ بن سماء بن صلت: یہ بنو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قومی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔

۹- عائذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ: انصاری ازرقی اور بدری ہیں۔

۱۰- معاذؓ بن ماعص بن قیس بن خلدہ: نمبر ۹ و ۱۰ برادرانِ شقیق ہیں۔ بدری و اُحدی۔

۱۱- مسعودؓ بن قیس بن خالد: نمبر ۱۰ کے برادر عم زاد۔

۱۲- سفیانؓ بن ثابت انصاری: بنو نبیت سے ہیں۔

۱۳- مالکؓ بن ثابت انصاری: نمبر ۱۲ کے برادر شقیق۔

۱۴- سفیانؓ بن حاطب بن اُمیّہ: انصاری، ظفری۔ اُحد میں حاضر تھے۔

۱۵- سہیلؓ بن عامر بن ثقف: انصاری۔

۱۶- سعدؓ بن عمرو بن ثقف: نمبر ۱۵ کے برادر عم زاد ہیں۔

۱۷- طفیلؓ بن سعد بن عمرو بن ثقف جنگ اُحد میں حاضر تھے۔ نمبر ۱۶ کے فرزند ہیں۔

۱۸- سہلؓ بن عمرو بن ثقف: نمبر ۱۶ کے برادر حقیقی۔

۱۹- قطبہؓ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبدالاشہل: انصاری، خزرجی۔

۲۰- منذرؓ بن محمد بن عقبہ: انصاری، اوسی، بدری، اُحدی۔

۲۱- نافعؓ بن بدیل بن ورقہ: از بنو سہم۔

۲۲- انسؓ بن معاویہ: از بنو عمرو بن مالک۔

۲۳- اُبیؓ بن ثابت بن منذر: ابوالفتح کنیت۔

۲۴ و ۲۵- اُبیؓ بن معاذ بن انس: انصاری، نجاری، بدری۔ واقدی نے ان کو اور اُن کے بھائی کو اس سریہ کے شہداء میں شمار کیا ہے۔

۲۶- مسعودؓ بن خلدہ بن عامر بن زریق:[1] بدری اُحدی۔ بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مریسیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱- ہشامؓ بن صبابہ لیثی: مقیس بن صبابہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔

شہدائے خندق رضی اللہ عنہم

۱- انس بن اوس بن عتیک بن عمرو: انصاری، اشہلی۔ اُحد میں حاضر تھے۔ تیر سے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی ایاس جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

۲- عبداللہؓ بن سہل بن زید: انصاری، حارثی، بدری ہیں۔

۳- ثعلبہؓ بن عتمہ بن عدی: سلمی، خزرجی، عقبی واُحدی ہیں۔

---

[1] بیر معونہ کے شہداء کی تعداد انسؓ بن مالک نے 70 بیان کی ہے۔ (صحیح بخاری [كِتَابُ الْمَغَازِي، بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ أُحُدٍ، ح ۳۸۵۰]) مجھے صرف 26 نام ملے۔

۴- طفیلؓ بن مالک بن نعمان: انصاری سلمی، بدری۔ غزوۂ اُحد میں 31 زخم کھائے تھے۔ شفایاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔

۵- کعبؓ بن زید بن قیس بن مالک: انصاری، بدری بیئر معونہ کے 70 اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔

۶- سعدؓ بن معاذ بن نعمان: اشہلی، خزرجی، سید الاوس۔ یومِ خندق میں تیر لگا۔ ایک ماہ زخمی رہے۔ نبی ﷺ نے بدست خاص دو بار جراحی فرمائی۔ اِهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ ([ترمذی ۳۸۴۸] ترجمہ: خدا کا عرش جھوم گیا) انھی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنو قریظہ رضی اللہ عنہم

۱- خلادؓ بن سوید بن ثعلبہ: انصاری الخزرجی۔ عقبہ و بدر و اُحد و خندق میں شامل تھے۔

۲- سنانؓ [1] بن محصن: یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں سنان بن وہب بن محصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔ واقدی نے ان کا انتقال 32ھ میں ہونا تحریر کیا ہے، جو غالباً صحیح نہیں۔

---

[1] شہداء 4 میں سے 2 کے نام ملے ہیں اور تین کے نام مکمل پتے ملتے ہیں۔ واقدی نے ابو عبس، نعمان، محیصہ، حویصہ، ابو بردہ کے نام لکھے ہیں۔ لیکن زرقانی نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

شہدائے غزوۂ غابہ رضی اللہ عنہم

۱-ذرؓ بن ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: نبی ﷺ نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتادی تھی۔

۲- محرزؓ بن نَضلہ: بنی اسد میں سے تھے، غزوات بدر واُحد اور خندق میں شامل تھے۔

۳-وقاصؓ بن محرز: بنو مدلج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصّہ رضی اللہ عنہم

۱-سلکانؓ بن سلامت بن وقش بن رغبہ: انصاری، اشہلی۔ابو نائلہ کنیت

۲-حارثؓ بن اوس بن معلیٰ بن لوذان: ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبید جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

۳و۴-دو کس از قبیلہ مزینہ:

۵-یک کس از بنو غطفان:

شہید سریہ وادی القریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱-وردؓ بن مرداس

شہید عرینیین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱-یسار نوبی: نبی ﷺ کے غلام تھے۔

شہید غزوہ وادی القریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱-مِدعَمؓ: حبشی غلام۔ نبی ﷺ نے آزاد کر دیا تھا۔

شہدائے خیبر رضی اللہ عنہم

۱-اوس بن حبیبؓ: انصاری۔ حصن ناعم پر شہید ہوئے۔

۲-اوس بن فاکہؓ (یا فاتک): انصاری، اَوسی

۳-اوس بن عائذؓ

۴-اسلمؓ: خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدانِ خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیمہ میں رکھی گئی۔ نبی ﷺ لاش دیکھنے کو تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا: اس کے پاس تو اس کی بہشتی بیوی از قسم حُور بیٹھی ہوئی ہے۔[1]

۵-ثابت بن واثلہؓ

---

[1] [المستدرک، ج۲، ص۱۰۳، ح۲۴۶۳۔ ج۲، ص۱۴۸، ح۲۶۰۹]

۶- حارث بن حاطبؓ: انصاری، اوسی۔ حدیبیہ، احد، خندق میں شامل تھے۔ غزوۂ بدر کے وقت نبی ﷺ نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیر آیا، دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔

۷- رفاع بن مسرحؓ: بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

۸- ربیعہ بن اکثم بن سنجرہؓ: اسدی مہاجر، ابو یزید کنیت۔ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ قد بہت چھوٹا تھا، مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بوقت شہادت 34 سال تھی۔

۹- سلیم ولد ثابتؓ بن وقش بن زغبہ: اُحد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔ ان کے والد اور دو بھائی غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

۱۰- عامر بن اکوعؓ (سنان): مشہور پہلوان۔ صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوعؓ کے چچا ہیں۔

۱۱- عبداللہؓ بن ابو امیّہ بن وہب: بنو اسد عبدالعزیٰ کے حلیف اور بھانجے تھے ان کا نام صرف واقدی نے لیا ہے۔

۱۲- عبداللہؓ بن یُسیب بن اُہب: اسعدی، لیثی۔

۱۳- عدیؓ بن مرہ بن سراقہ بن خباب: بلوی (القضاعہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔

۱۴- عروہؓ بن مرہ بن سراقہ: انصاری۔

۱۵- عمارہؓ بن عقبہ: از بنو عصار بن بلیل۔ تیر سے شہید ہوئے۔

۱۶- ابو سفیانؓ بن حارث بن قیس: انصاری۔

۱۷- عمیرؓ بن ثابت: انصاری، اوسی۔ ابو ضیاح کنیت۔ بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ میں شامل تھے۔

۱۸- مسعودؓ بن سعد بن عامر بن عدی: انصاری، اوسی، بدری ہیں۔

۱۹- محمود بن مسلمہؓ انصاری[1]، حارثی۔ اُحد و خندق میں حاضر تھے۔ دیوارِ قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا۔ تین یوم زخمی رَہ کر شہید ہوئے۔

[شہید] سریہ خِربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱- مرداس بن نہیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو فزارہ سے تھے۔

[شہید] سریہ ابن ابی العرجاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱- حرم بن ابی العرجاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] اہل سیَر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے۔ 19 فہرست بالا میں درج ہیں، باقی چار میں سے زنیف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور انیف بن حبیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشر بن براء بن معرور کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہر آلود گوشت کے کھانے سے ہوا تھا جو نبی صلی ﷺ کے لیے زینب یہودیہ نے بھیجا تھا۔ مبشر بن عبد المنذر کی بابت دو روایات ہیں: (۱) بدر میں شہید ہوئے۔ (۲) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول قوی ہے۔

شہید اطلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱- کعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غفاری، انصاری۔ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی ﷺ ان کو اکثر سرایا میں سردار ہی بنایا کرتے تھے۔ دولابی وغیرہ کا قول ہے کہ دس میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے تھے۔ دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔

شہدائے موتہ رضی اللہ عنہم

نبی ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ شرحبیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلومانہ قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ اگر زید مارے جائیں تو جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر ہوں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنالیں۔ ا[1] واقدی کی روایت میں ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا۔ وہ بولا کہ اگر محمد سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے۔ پھر وہ یہودی ازراہِ شرارت حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ، کیوں کہ اگر محمد سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی ﷺ نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا:

---

[1] صحیح بخاری، [کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ، ح ۴۰۱۳] عن ابن عمر

اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ. لَا تَغْدُرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا وَلَا امْرَاَۃً وَلَا کَبِیْرًا فَانِیًا وَلَا مُنْعَزِلًا بِصَوْمَعَۃٍ وَلَا تَقْطَعُوْا نَخْلاً وَلَا شَجَرَۃً وَلَا تَھْدِمُوْا بِنَاءً.[1]

خدا کے نام اور خدا کی راہ میں منکرین خدا سے غزا کرو۔ دیکھو غدر نہ کرنا، غل سے بچنا، بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو اور مندروں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو نہ گرانا۔

شہدا کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص 273 پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی:

۱- زید بن حارثہ بن شرحبیل الکلبی: باپ کی طرف ان کا سلسلۂ نسب قضاعہ تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو رہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا تھا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ام المومنینؓ نے ان کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے ان کو کمالِ شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام لائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انھی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے: اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ۔ [الاحزاب، ۳۳:۳۷] انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول ﷺ۔ ان کے فرزند اسامہ تھے جو ام ایمن کے بطن سے تھے۔ وہ حِبّ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] [محمد رسول اللہ ﷺ، ج ۱، ص ۴۶۳]

عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہؓ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت دختر حمزہ میں ان کو أَخُونَا وَمَوْلَانَا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈکیتی پیشہ تھا وہ ان کو ایک سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی تھیں۔ وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ وہ بولا: پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی بھی نہ بچا۔ حضرت نے نماز پڑھی اور تین بار یارحم الراحمین کہا: جبریلؑ آئے اور اُنھوں نے ڈکیت کو قتل کر دیا۔

۲۔ جعفر (طیار) بن ابی طالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان کا مفصل حال اسی کتاب کے باب اول [فصل دوم] میں ہے اور ان کی تقریر بہ دربارِ حبش [اسی مقام پر] درج ہے۔

۳۔ عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یکے از دوازدہ [12] نقبائے محمدی ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزواتِ بدر واُحد وخندق وحدیبیہ وعمرۃ القضا میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم سخت گرم تھا۔ لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے [دھوپ سے] بچاتے تھے۔ اس روز تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بخیر وعافیت واپسی کی دعا دی۔ انھوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے:

لٰكِنَّنِي أَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْعٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

وَطَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً بِحَرْبَةٍ تُنْفُذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

حَتّٰى يَقُولُوا إِذَا مَرُّوا عَلٰى جَدَثِي يَا أَرْشَدَ اللهُ مِنْ غَازٍ، وَقَدْ رَشَدَا[1]

ان کو فوج کی کمانڈ حضرت زیدؓ و جعفرؓ کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدانِ جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور پھر حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی ﷺ نے ان ہر سہ امرا کی ارائکِ جنت پر رونق افروزی کو مشاہدہ کیا تھا:

يَا نَفْسُ، إِنْ لَمْ تُقْتَلِي تَمُوتِي هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صُلِيتِ

وَمَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ أُعْطِيتِ إِنْ تَفْعَلِي فِعْلَهُمَا هُدِيتِ[2]

۴- جابر بن ابی صعصعہ بن [زید] المازنی الانصاری

۵- ابو کلاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی الانصاری: نمبر ۴ و ۵ حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے۔ دو 2 جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

۶- سراقہؓ بن عمرو بن عطیۃ الانصاری النجاری: بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرۃ القضا میں ہمرکاب مصطفوی تھے۔

---

[1] [مختصر سیرۃ الرسول، ج ۱، ص ۱۴۷] اشعار کا ترجمہ یہ ہے: میرا سوال تو رحمن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے، جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے، نیزہ اور تلوار میرے جگروں کو چھید ڈالیں، خدا میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں: شاباش! غازی خوب کام کرے گا۔

[2] [مختصر سیرۃ الرسول، ج ۱، ص ۱۴۷] اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ قتل سے بچے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا خدا نے دیا۔ اب اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔

۷-عبادہؓ بن قیس بن عبسہ الانصاری الخزرجی: جنگ بدر میں مع برادرِ خورد سبیع بن قیس شامل تھے۔

۸- وہبؓ بن سعد بن ابی سرح القرشی العامری: اُحد، خندق، حدیبیہ، خیبر میں شامل تھے۔

۹- مسعودؓ بن سُوید بن حارثہ القرشی العدوی: بنوعدی کے اُن ستر اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے ہجرت کی تھی۔

۱۰- مسعودؓ بن الاسود بن حارثہ القرشی العدوی: نمبر ۹ کے چچازاد بھائی۔ بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔

۱۱-عبادہؓ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری الخزرجی: بدر، اُحد، خندق، خیبر، حدیبیہ میں شامل تھے۔

۱۲-سویدؓ بن عمرو: مواخات میں نمبر ۸ کے بھائی تھے۔

۱۳-ہویجہؓ بن بجیر بن عامر الضبّی[1]

---

[1] یہ فہرست ان شاءاللہ مکمل ہے۔ابن دحلان نے 13 نام لکھے ہیں۔ حارث سفیر نبوی سمیت یہ تعداد 14 ہو گئی۔

شہدائے مکہ رضی اللہ عنہم

۱- حبیشؓ بن اشعر بن منقذ بن ربیعہ: قومِ خزاعہ سے ہیں۔

۲- کرزؓ بن جابر بن حسیل فہری قرشی: ہجرتِ نبوی کے بعد انھی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعدازاں مسلمان ہوئے۔ پھر یہ عرینیین میں سردار بنائے گئے۔ فتحِ مکہ کے دن حبیش پہلے شہید ہوئے۔ کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کرلی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

شہدائے حنین رضی اللہ عنہم

۱- ایمنؓ بن عبد حبشی: حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں جو یومِ حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔

۲- مرّہؓ بن سُراقہ

۳- حویرثؓ بن عبداللہ بن حلف: غفاری، انصاری، اُبی اللحم لقب۔ یہ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔

۴- سراقہؓ بن حباب: انصاری۔

۵- سراقہؓ بن حارث بن عدی: بنو عجلان سے ہیں۔

۶- یزیدؓ بن زمعہ بن اسود بن مطلب: ام المومنین امِ سلمہ کے بھانجے ہیں۔ سردارانِ قریش میں سے تھے۔ مہماتِ قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔[1]

شہدائے طائف رضی اللہ عنہم

۱- حارثؓ بن سہل بن ابو صعصعہ: انصاری، نجاری از بنو مازن۔ ان کے دو چچا جنگ موتہ میں، ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

۲- حبابؓ بن جبیر

۳- عرفطہؓ بن حباب بن جبیر: نمبر ۲ و ۳ باپ بیٹا ہیں۔ بنو اُمیہ کے حلیف ہیں۔

۴- صبیحہؓ بن عبداللہ بن حارث: لیثی ہیں۔

۵- رقیمؓ بن ثابت: انصاری، اوسی۔

۶- ثابتؓ بن جذع: انصاری، عقبی و بدری

۷- سعیدؓ بن سعید بن عاص بن امیّہ: قرشی الاموی

۸- عبداللہؓ بن ابو امیہ بن مغیرہ: قرشی المخزومی۔ ام المومنین ام سلمہ کے برادر از جانبِ پدر۔

---

[1] یہ فہرست ان شاءاللہ تعالیٰ مکمل ہے۔

۹- عبداللہؓ بن حارث بن عبدالمطلب: قرشی الہاشمی۔ نبی ﷺ کے چچیرے بھائی۔

۱۰- سائبؓ بن حارث بن قیس بن عدی: قرشی، سہمی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یومِ فحل 13ھ میں شہید ہوئے۔

۱۱- عبداللہؓ بن عامر بن ربیعہ: عدوی ہیں۔

۱۲- عبدؓ بن قوال بن قیس بن وقش بن ثعلبہ: عدوی۔ اُحد اور جملہ مشاہد مابعد میں شریک ہوئے۔

۱۳- منذرؓ بن عبد بن قوال: نمبر ۱۲ کے فرزند ہیں۔[1]

شہدائے مشاہد مختلفہ رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں ان شہیدانِ پاک کے نام لکھے جاتے ہیں جن کی بابت علمائے سیر میں یہ تو اتفاق ہے کہ وہ عہد پر نور مصطفوی ﷺ میں شہید ہوئے تھے، مگر ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

۱- قرعہ بن عتبہؓ (عقبہ) الانصاری، الاشہلی

۲- مالکؓ بن خلف بن عمرو الخزاعی: طلیعہ اُحد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے۔

---

[1] یہ فہرست ان شاءاللہ تعالیٰ مکمل ہے۔

۳- مخیریق: یہودی عالم از بنو نضیر تھے۔ بروز جنگ اُحد ایمان لائے اور سیدھے میدانِ جنگ میں پہنچ گئے تھے۔ اپنے مال کی وصیت نبی ﷺ کے لیے کر گئے تھے۔

۴- ثابتؓ بن النعمان بن امیہ 'ابو حنّہ: بدری ہیں۔

۵- سہلؓ بن رومی بن وقش بن زغبہ: واقدی نے شہدائے اُحد میں ان کا نام لیا ہے۔

۶- یزیدؓ بن سعید الکندی۔ والد سائب

۷- بشرؓ بن براء بن معرور۔ انصاری' خیبری: زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی۔

۸- طفیلؓ بن النعمان بن خنساء الانصاری

۹- مسعودؓ بن خلدہ: الانصاری، الزرقی

۱۰- عبداللہؓ (حکم) بن سعید بن العاص بن امیّہ: قرشی، بدری

۱۱- مسعودؓ بن الاسود بن حارثہ: قرشی العدوی

۱۲- ہبارؓ بن سفیان بن عبدالاسد: المخزومی

باب اول

کیا قرآن دیگر کتبِ سماویہ سے ماخوذ ہے؟

[مستشرقین کے اس اعتراض کا جواب کہ محمد (ﷺ) نے قرآن کو سابقہ صحیفوں سے چُرا چُرا کر لکھا ہے]

[کفار کا اعتراض اور اس کا جواب]

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔[الانعام ۶:۲۵]-وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا، کہا کرتے ہیں کہ یہ پرانے قصوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔]

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ پھبتی کستے کہ اس میں ہے ہی کیا، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ نما قصوں کو کہتے ہیں، جن میں حقیقت کم ہو، مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفارِ عرب جو علوم سے بے بہرہ، خط و کتابت سے عاری، احوالِ عالم سے بے خبر تھے، وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابل ترحم تھے، لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اُن جاہل وحشی بُت پرستوں کے اس لفظ کو اہلِ کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بار بار مختلف پیرایوں کے ساتھ دہرایا ہے۔ بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد [ﷺ] نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم ہی سے سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔

واقعات انبیاءؑ کے بیان میں قرآن کا امتیاز

ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا؟ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ ایسی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چُرا چُرا کر بیان کیا کرتا تھا۔

چونکہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذات ستودہ صفات نبی ﷺ پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس باب کو سیرت النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

حضرت آدمؑ کی خطا اور توبہ

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۲، ۳ میں آدمؑ کی پیدائش، باغِ عدن کا قیام، درخت تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ درس ۱۷، باب ۳ میں یہ بھی ہے کہ ''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔'' تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدمؑ کے اس گناہ کی معافی بھی ہوگئی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے آدمؑ کے جن فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے، وہ یہ ہیں:

۱- کہ پھل کھاتے وقت آدمؑ اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ ۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۵)

۲- آدمؑ کی نیت میں خلاف حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۱۵)

۳-رب کریم نے اُن کی حرکت کو بخش دیا تھا اور آئندہ انھیں بہترین راہ کی ہدایت بھی کر دی تھی اور آدمؑ کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنالیا تھا:

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (طٰہٰ ۲۰:۱۲۲)

۴-آدمؑ پر کلامِ الٰہی بھی نازل ہوا تھا:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ (البقرۃ ۲:۳۷)

یہ ظاہر ہے کہ اگر نسلِ انسانی کے پدرِ اعظم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

حضرت آدمؑ کی صفات

قرآن مجید حضرت آدمؑ کے متعلق جس بات میں چُپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے: ''خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا۔ (درس ۱، باب ۵۰، کتاب پیدائش) یہی مطلب اس کتاب کے درس ۲۶ باب ۱ میں ان الفاظ میں ہے: ''تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔''

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہلِ کتاب خدا کے جسم اور جسمانیت سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر خدا کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے اور کیوں کر خدا کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے؟ بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تنزیہہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے، وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قائن فرزندِ آدمؑ کا جرمِ عظیم

بائبل نے بیان کیا ہے کہ:

۱- قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ (درس ۸، باب ۴، [کتاب] پیدائش)

۲- خداوند نے قائن پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔

۳- خدا نے کہا کہ جو کوئی قائن کو مار ڈالے گا، سات گنا بدلہ اس سے لیا جاوے گا۔

ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے وہ ظاہر ہے، مگر قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے کہ:

۱- قائن اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور منجملہ اصحاب نار بنا:

فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (المائدۃ ۵:۲۹) ''تو دوزخ والوں میں سے ہو گا۔''

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (المائدۃ ۵:۳۰) ''اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ والوں سے ہو گیا۔''

۲- پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہِ عظیم کا بیان فرمایا کہ: ''ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے، اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔''

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدۃ ۵:۳۲)

''جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اُس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اُس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔''

اب ناظرین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کے بارے میں تفصیلات

بائبل میں حضرت نوحؑ کا ذکر کتاب پیدائش کے باب ۶ سے شروع ہوتا ہے۔ باب ۷ و ۸ میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب ۹ میں بعد طوفان کے حضرت نوحؑ کا اور باب ۱۰ میں اولادِ نوحؑ کا ذکر ہے۔

جو کوئی شخص بائبل کو پڑھ اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور دیکھے:

۱-اس میں ایک فقرہ بھی نوحؑ کے پند و نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

۲-اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا۔

۳-اس میں نہیں بتایا گیا کہ کیوں ہلاکت ہی بطور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

۴-اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوحؑ کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

۵-اور کون لوگ غرقِ طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے:

۱- قرآن مجید نے بتایا: اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ کہ نوحؑ اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

۲- قرآن مجید نے بتایا کہ نوحؑ 950 سال تک برابر نصیحت کرتے رہے: فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا (العنکبوت ۲۹:۱۴)

۳- بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوحؑ قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

۴- بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ میں آلودہ ہو گئی تھی۔

۵- بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد و احفاد و دوست و احباب کو اسی شرک کے لزوم کی نصیحتیں اور وصیتیں کیا کرتے تھے: وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّلَا یَغُوۡثَ وَیَعُوۡقَ وَنَسۡرًا (نوح ۷۱:۲۳)

۶- بتایا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی اُمید بھی منقطع ہو گئی تھی: وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ۔ (نوح ۷۱:۲۷)

۷- بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک و طغیان و سرکشی اختیار کی تھی: کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّعَادٌ وَّفِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ (12) وَثَمُوۡدُ وَقَوۡمُ لُوۡطٍ وَّاَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡکَۃِ ؕ اُولٰٓئِکَ الۡاَحۡزَابُ (13) اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ (14) (صٓ ۳۸:۱۲-۱۴) قوم نوح، عاد اور فرعون ذوالاوتاد اور ثمود اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور اس لیے اُن پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔

وہ تفصیلات جو صرف قرآن میں ہیں

قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوحؑ کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے اُمور ہیں:

الف: نوحؑ کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے کہ:

۱- خدا کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

۲- نیز یہ کہ عالی نسب ہونا اُس شخص کے لیے ذرا بھی مفید نہیں جس کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں:

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (ھود ۱۱:۴۶)

۳- اور یہ کہ نیک باپ بُری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں:

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ (ھود ۱۱:۴۷) اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

ب: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوحؑ پر ایمان لائے تھے اور خدا نے اُن کو بھی سلامتی کی خلعت سے مشرف فرمایا تھا:

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔ (ھود ۱۱:۴۰) نوحؑ کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۔ (ھود ۱۱:۴۸) اے نوحؑ! کشتی سے اُتر، ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔

ج: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی اولاد کبھی منقطع نہ ہو گی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷:۷۷) ہم نے نوحؑ کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔

بائبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔ اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے: ''نوح مے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا۔ حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ (پیدائش ۹:۲۱-۲۲) قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کے فضائل

بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیمؑ کا قصہ ۱۲ باب سے ۲۵ باب تک ہے، بایں ہمہ بائبل اُن فضائل کے بیان سے ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت خلیل الرحمن کے بیان کیے ہیں:

۱- قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام ۶:۷۵) پر نظر ڈالنے تاروں، چاند، سورج وغیرہ میں اہلیت الٰہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصّل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کہ کیوں کر سعادت مندانِ ازلی اس صحیفۂ قدرت کو دیکھ کر منازل خداشناسی کو طے کر جاتے ہیں۔

۲- قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ کی بُت شکنی کا بیان کیا ہے اور فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (الانبیاء ۲۱:۵۸) کہہ کر بتایا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔

۳- قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیمؑ نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم کی مخالفت کی ذرا پروانہ کی تھی۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ (الانعام ۶:۸۰) اس قوم نے اس سے جھگڑا کیا، ابراہیم نے کہا: کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو؟ اُسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔

۴- قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا (مریم ۱۹: ۴۲) اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجا کرتا ہے جو نہ سُن سکیں، نہ دیکھ سکیں، نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔

قرآن پاک نے اُن کے باپ کی سختی اور ابراہیمؑ کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ (مریم ۱۹: ۴۶) اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔

۵- قرآن پاک میں اُس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہِ وقت سے اُنھوں نے کیا۔ وہ بادشاہ سرِ گروہِ مبطلین تھا، خدا تعالیٰ کا منکر، انانیت کا قائل۔ اللہ پاک نے حضرت ابراہیمؑ کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے جنھیں سُن کر ایسا محسن کش و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرۃ ۲:۲۵۸) تب کافر حیران رہ گیا۔

۶- قرآن پاک نے ابراہیمؑ کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق، ان کا آگ میں ڈالا جانا، خداوند کریم کا اپنے خلیل کو بچا لینا بیان فرمایا ہے: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء ۲۱:۶۹) ہم نے کہا: اے آگ ابراہیمؑ پر تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا۔

۷- قرآن مجید نے اس طریقۂ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے احیائے موتی کے مسئلے میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیمؑ ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں: رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی (البقرۃ۲:۲۶۰) اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا؟

قرآن کے بیان پر بائبل کا اضافہ

(الف) بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ''ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں۔'' [پیدائش، باب ۱۲ درس ۱۳]

(ب) بائبل نے لکھا ہے کہ ''ابراہیمؑ نے اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیلؑ اور بیوی ہاجرہؑ کو گھر سے نکال دیا تھا۔ [باب ۲۱، درس ۱۴-۱۰] وہ بچارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے تھے۔'' اس بیان سے ابراہیمؑ کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا۔ بلکہ توحید کی منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز قائم فرمایا تھا اور توحید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دُور دراز ممالک تک پھیلا دیا تھا۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (ابراھیم ۱۴:۳۷) اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے، تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اس لیے اے خدا! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔

غرضیکہ بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بتصریح کر دیا ہے۔ بائبل حضرت ابراہیمؑ کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوطؑ کی تبلیغی مساعی

۱-لوطؑ اور اُن کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب ۱۹ میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوطؑ کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا، لیکن قرآن مجید ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرماتا ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف ۸۰:۷)

لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا: تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔

۲-بائبل نے لوطؑ کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے پیچھے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔(درس ۲۶، باب ۱۹) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی:

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا (التحریم ۶۶:۱۰) [نوحؑ اور لوطؑ کی جوروئیں] ہمارے دو صالح بندوں کے تحت میں تھیں مگر انھوں نے اُن دونوں کی خیانت کی۔

۳-اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوطؑ کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے، دیکھو باب ۱۹۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو پیدائش ۱۹:۳۱-۳۲ "پلوٹھی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔" یہ دلیل بالکل غلط ہے کیوں کہ ۱۹:۲۰-

۲۳ میں شہر ضغر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے۔ پھر وہ لڑکیاں کیوں کر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں۔ ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحاقؑ کے ایک واقعے پر قرآن کی خاموشی

کتاب پیدائش کے باب ۲۶ میں حضرت اسحاقؑ کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے: ''اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا۔ وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے۔'' (درس ۶) قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے چند واقعات پر قرآن کی خاموشی

باب ۲۵، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوبؑ اور عیسو دو توأم بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔ اب مندرجہ ذیل امور [پر] غور کیجیے:

اوّل: ۲۹ درس میں ہے کہ یعقوبؑ نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔

۳۰-اور عیسو نے یعقوبؑ سے کہا: اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے، کیونکہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔

۳۱-تب یعقوبؑ نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ۔

۳۲-عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرے جاتا ہوں، سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟

۳۳-تب یعقوبؑ نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا۔ اُس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اُس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوبؑ کے ہاتھ بیچا۔

۳۴-تب یعقوبؑ نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اُس نے کھایا اور پیا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناچیز جانا۔

ناظرین ذرا غور کریں کہ اُوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوبؑ کی کوئی تعریف نکلتی ہے، جنھوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی، جب تک اُس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اُسے عطا کیا تھا۔ شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا ۲۷ باب پڑھیے، جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحاقؑ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اُسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوبؑ کی ماں نے حضرت یعقوبؑ کو عیسو جیسا لباس پہنایا۔ اُن کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور اُن کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحاقؑ کے پاس بھیجا، اور یعقوبؑ نے باپ سے کہا کہ میں عیسو ہوں، شکار کھایئے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحاقؑ اس دھوکے میں آ گئے اور یعقوبؑ کو وہ برکت دی جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔ شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: پیدائش، ۳۴ باب میں دینہ دختر یعقوبؑ کا قصہ ہے: پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزندانِ یعقوبؑ نے امیر حوی حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹیوں کی لیت دیت جاری ہو جائے گی، مگر پھر لاوی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے، سب مردوں کو اور سکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بھیڑ، بکریاں، گائے، بیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا، سب دولت، سب بچے اور ان کی جورُوئیں لوٹ کر لے گئے۔'' شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: ۳۵ باب ۲۲ درس میں روبن جو حضرت یعقوبؑ کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اُس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔ شکر ہے یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: کتاب پیدائش ۳۸ باب میں یہوداہ (جو حضرت یعقوبؑ کا تیسرا بیٹا ہے) اور اس کی بہو تمر کا قصہ ہے۔ بائبل نے یہوداہ کو الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے "اُس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔" (۱۶ درس) لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہوداہ پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور بنی اسرائیل کے چند انبیائے مابعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔ شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگاتا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (سورہ اعراف ۷:۱۳۷) خدا تعالیٰ کا پاک فرمودہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا۔

قرآن میں حضرت یعقوبؑ کا روشن تذکرہ

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے اُس سے حضرت یعقوبؑ کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مرد خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

۱- قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بیٹے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرمادی تھی:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۔ (ھود ۱۱:۷۱) ہم نے سارہؓ کو اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی بشارت دی۔

۲- قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ اور اُن کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکرِ خیر باقی رکھا۔

وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ○ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ○ (مریم ۵۰-۱۹:۴۹)

ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق و یعقوب دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی۔

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسفؑ کا بیان

۱- حضرت یوسفؑ کا احوال کتابِ پیدائش کے باب ۳۷ اور پھر باب ۳۹ سے ۵۰ تک ہے۔ اگرچہ یہ بارہ باب حضرت یوسفؑ کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ایک فقرہ حضرت یوسفؑ پر بھی جڑ دیا گیا ہے:

"یوسفؑ اُن کے باپ کے پاس اُن کے بُرے کاموں کی خبر لاتا تھا۔" (درس ۲، باب ۳۷) اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ یوسفؑ (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی بُرے کام کرنے والے تھے۔

قرآن کریم نے بھی یوسفؑ کا قصہ ۱۲ رکوع میں بیان کیا ہے، لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ بلیغ اور ممتاز ہے۔

۲- قرآن پاک میں ہے کہ یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کا خواب سن کر یہ تعبیر فرمائی تھی:

يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ ۔ (یوسف ۱۲:۶) خدا تعالیٰ تجھے بر گزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔

۳- بائبل میں خواب کا تو ذکر ہے، مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں۔ گو وہ مضامین موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی بتائی ہوئی تعبیر ان ہی لفظوں میں پوری ہو گئی تھی۔

۴- قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسفؑ کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسفؑ کو ان کے اطمینانِ خاطر کے لیے بتا دیا تھا: وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۔ (یوسف ۱۲:۱۵) ہم نے یوسفؑ کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہچانتے ہوں گے۔ یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقدرت ہو گی کہ تو اُن کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔ لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔

۵- قرآن پاک میں ہے کہ امراۃ العزیز کے ہاتھ سے حضرت یوسفؑ کے پیراہن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پیراہن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسفؑ ملزم ہے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسفؑ کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہو گئی تھی، تب اُس نے یوسفؑ سے در گزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہ سے استغفار کرے۔

يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۚ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ (یوسف ۱۲:۲۹)

یوسف! تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی خدا تعالیٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔

لیکن بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ عزیز پر یوسفؑ کی بے گناہی ثابت ہی نہ ہوئی تھی۔

۶-قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسفؑ کو زنِ عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں، مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

۷-قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسفؑ سے اپنے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسفؑ نے اوّل اُن کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرضِ تبلیغ کو ادا کیا تھا:

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (یوسف ۱۲:۳۹-۴۰)

اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست خدا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ خدا نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں اُتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ کیسے عالی پایہ نبی تھے، جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرضِ تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا، اُسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر اُن سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے، لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

۸- بائبل میں ہے کہ جب یوسفؑ کو فرعون نے تعبیرِ خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انھوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا:

ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف۱۲:۵۰) [اپنے رب کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔] اس بیان سے حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی، پرہیز گاری نیز مستقل مزاجی اور عزتِ نفس کی نگہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

۹- قرآن مجید میں ہے کہ زنانِ مصر نے بھی یوسفؑ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی: حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (یوسف۱۲:۵۱) پناہ بخدا! ہم نے تو یوسفؑ پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔

اور زنِ عزیز نے بھی حضرت یوسفؑ کی صداقتِ بیان اور طہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا:

قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۵۱ ○ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۵۲ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۵۳ (یوسف۱۲:۵۱-۵۳)

زنِ عزیز نے کہا: اب تو سچ ثابت ہو گیا، خود میں نے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا اور وہ سچا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یوسفؑ جان لے کہ میں اُسے پس پشت (بھی) کوئی الزام نہیں دیتی، ہاں خدا بھی خیانت والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں، کیوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے، بجز اس شخص کے جس پر میرے رب کی عنایت ہو۔

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے۔ ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں جو بائبل میں نہیں، جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب ''الجمال والکمال'' (تفسیر سورۂ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔

ناظرین رحمۃ للعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورۂ مبارکہ کیوں کر نبی کریم ﷺ کے احوالِ مبارک کے لیے بطور پیشین گوئی بھی ہے۔ ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بائبل کے مضامین سن کر اُن کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کے واقعات

موسیٰؑ کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی کا نہیں۔ [بائبل] کی دوسری کتاب خروج اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی کتاب گنتی اور پانچویں کتاب استثنا انھی کے حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰؑ کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں۔ تاہم مجموعۃً اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔ مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ پر خدا کا غصہ یا پیار؟

[کتاب] خروج، ۱۴ درس، ۴ باب میں ہے کہ ''تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا۔'' یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے، مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو نہایت الفت و شفقت سے سمجھایا تھا:

یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ (النمل،۲۷:۱۰) اے موسیٰ (علیہ السلام)! ڈرو نہیں، ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

۲-اُمّ موسیٰؑ کا تذکرہ

[کتاب] خروج ۲۰:۶ میں ہے: ''عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبدہ سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی۔ ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔'' معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰؑ کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰی۔ (القصص،۲۸:۷) ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں، جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہِ راست آئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادرِ موسیٰؑ اور مادرِ عیسیٰؑ ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادرِ اسماعیلؑ کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور مادرِ اسماعیلؑ کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اُس نے خدا کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ دیکھو کتاب پیدائش ۱۶:۱۱-۷ و ۱۷:۲۱۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادرِ موسیٰؑ کی تعریف میں فرمایا ہے: لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا۔ (القصص،۲۸:۱۰) اگر ہم اُس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادرِ موسیٰؑ کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

۳۔ حضرت موسیٰؑ کی صفت

کتاب خروج ۱:۷ میں ہے: پھر خدا نے موسیٰ سے کہا: دیکھ! میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔

ناظرین! فقرہ ''خدا سا'' پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص خدا کا مشبہ بن سکتا ہے تو خدا کی وحدانیتِ ذات اور وحدانیتِ صفات کیوں کر قائم رہ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ ۴۲:۱۱) ''کوئی بھی چیز خدا۔۔۔ کی مثال جیسی نہیں۔''

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (النحل ۱۶:۷۴) ''خدا کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔''

۴۔ جادوگروں کا کردار

(الف) ۷: ۱۲-۱۱ خروج میں ہے کہ ''مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا۔''

(ب) ۸:۷ خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

(ج) ۱۷-۱۶:۸ میں ہے کہ موسیٰ نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔

۱۸ درس میں ہے: ''جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے''۔ ۱۹ درس میں ہے: تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔

جادو گروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اور اُن کے انجام کی بابت خاموش ہے، لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

(الف) فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰی (70) قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (71) قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (72) اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (73) [طٰہٰ ۲۰:۷۰-۷۳]

ساحروں نے خدا کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسٰی کے خدا پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا: تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسٰی تمہارا بڑا ہے، اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اب تمہارے ہاتھ پاؤں اِدھر اُدھر سے میں کاٹوں گا اور اُونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دُوں گا۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے۔ انھوں نے کہا: ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے۔ تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے، تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو کہ تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم میں سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی ہدایت نے کیوں کر ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی نصیحت ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترکِ اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب

اور دکھ درد دیے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیائے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

۵-رؤیت خداوندی اور صفات جسمانی

کتاب خروج ۱۱-۹:۲۴ پڑھو:

۹:تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہو اور ستر بزرگ اسرائیلی اُوپر گئے اور اُنھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ ۱۰:اور اُس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرمِ آسمان کی مانند تھی۔ ۱۱:اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اُس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔"

ناظرین! انھوں نے خدا کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہو گی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر کہنسیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے۔ بھلا جس خدا کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو، اُس کے مجسّم ہونے میں کیا شبہ رَہ گیا۔اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو بندوں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔ قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیت سے بالاتر بتاتے ہوئے فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ [الانعام ۶:۱۰۳] ابصار اُس کا ادراک نہیں کر سکتے وہ ابصار کا ادراک رکھتا ہے۔

ناظرین! اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

حضرت ہارونؑ کا تذکرہ

باب ۳۲ کتاب خروج کو ایک سے ۶ درس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ ''ہارونؑ نے سونے کا بچھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا: اے بنی اسرائیل! یہ تمہارا معبود ہے جو تمھیں مصر سے نکال لایا پھر ہارونؑ نے اس کے لیے قربانیاں بھی کیں۔''

ایک ایسے نبیؑ پر جو موسٰیؑ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمۂ عبادت کا امام ہو، یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا خدا بتایا، نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنی درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ ربّ کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل سامری کا تھا:

فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ (87) فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (88) (طٰہٰ ۸۸-۸۷:۲۰)

اسی طرح سامری نے ڈالا۔ پھر سامری نے اُن کے لیے ایک بچھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز بھی بچھڑے جیسی تھی، تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسٰی کا خدا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارونؑ سے حضرت موسٰیؑ نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا؟

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا 92 ○ (طٰہٰ ۹۲:۲۰) موسٰی نے کہا: اے ہارون! جب تو نے اُن کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے یعنی تبلیغ نہ کرے۔

اس کے جواب میں حضرت ہارونؑ کا یہ جواب بھی بیان فرما دیا:

اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ۔ (طٰہٰ ۲۰:۹۴) مجھے یہ ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔

الحمدللہ کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کر دیا، ورنہ اہلِ کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترغیب دینے والا بتا رہے تھے۔ کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید، قصص میں بائبل کے مضامین کو دُہراتا ہے۔

حضرت داؤدؑ کے واقعات

۱- کتاب ۲- سموئیل کے ۱۱ باب کو پڑھو، جس میں مسّماۃ بنت سبع زوجہ حتی اوریاہ اور داؤدؑ کا ذکر ہے۔ اُس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤدؑ نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا وہ اس کی جورو بنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں بُرا ہوا۔ شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤدؑ کی نسبت کوئی ایسا قصّہ نہیں۔ قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ (صٓ ۳۸: ۲۶) اے داؤدؑ! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے، لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کر۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ صٓ رکوع ۱ میں جو بیان بدیں الفاظ ہے: وَہَلۡ اَتٰىکَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ اِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ ۙ﴿۲۱﴾ (صٓ ۳۸:۲۱) اس میں یہی اوریاہ والا قصہ بیان کیا گیا ہے، لیکن ایسی بات، خوش فہمی کی، وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا، جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو

پھاند کر اندر جانے کی بابت ہے، کچھ ذکر نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جداگانہ قصّے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصّہ کا بیان کیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیانِ سلطنت اور حاکمانِ ملک کو نفلی عبادت کے مقابلے میں معدلت گستری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے، نیز صاحبانِ حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو داد رسی کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔[1]

۲-کتاب ۲- سموئیل کے باب ۱۳، درس ۱۴-۱۹ کو پڑھو، جس میں امنوں بن داؤدؑ اور اُس کی بہن تمر کا قصہ ہے۔ پھر ابی سلوم بن داؤدؑ کا، جو تمر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اُس نے امنوں کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرا دیا۔

۳-[کتاب] ۲- سموئیل ۲۰: ۱۶-۲۲ میں ابی سلوم بن داؤدؑ اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔ شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصّے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

---

[1] مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل لابن حزم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو اِن جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں، جو بکریوں سے مراد عورتیں لیتے ہیں، جو إِنَّمَا فَتَنَّاهُ سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو، جلد چہارم ص ۱۸، کتاب مذکور۔

بائبل میں حضرت سلیمانؑ کا متضاد کردار

بائبل کے ۱- سلاطین، باب ۳ کے درس ۵ میں ہے: ''خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا: جو تو چاہے کہ میں تجھے دُوں، سو مانگ۔''

۹ درس میں ہے: ''سلیمان نے عرض کیا: تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر، کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے، تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔''

۱۲ درس میں خدا کا ارشاد ہے: ''میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا، ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا۔''

۱- سلاطین کے ۶ باب، ۱۱ درس میں سلیمانؑ پر خدا کا کلام اُترنا درج ہے۔ اس قدر توصیف و محامد کے بعد ۱- سلاطین کے ۱۱ باب، ۴ درس میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اُس کی جوروؤں نے اُس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اُس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ ۵- سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عستاراۃ اور بنی عمون کی نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اُس نے اپنی ساری جوروؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

قارئین! ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو (یہودیوں کی تورات کے مطابق) اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا، جس سے خدا ہم کلام رہا ہو، جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اُس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو، جس نے ربّ قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو، کیا اُس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ایسے شخص کو اُس کی جوروان بت پرستی پر (جس کی شان مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ہے) مائل کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔

قرآن کا روشن تبصرہ

قربان جایئے قرآنِ پاک کی تعلیم کے، جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ [البقرۃ ۲:۱۰۲] سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔

اور فرمایا:

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ۔ [النمل ۲۷:۱۶] سلیمانؑ اپنے (باپ) داؤدؑ کا وارث ہوا۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کا وارث صرف سلیمانؑ کو بتایا ہے، حالانکہ حضرت داؤدؑ کے سترہ فرزندانِ[1] ذکور تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال واسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلامِ الٰہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب ۱- سلاطین ۴:۱۱ میں حضرت سلیمانؑ کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے: ''اور اُس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا، جیسا اُس کے باپ داؤدؑ کا دل تھا۔'' اس فقرہ کے بعد جب وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ورضوان اور نبوت میں حضرت سلیمانؑ کا وہی درجہ ہے جو حضرت داؤدؑ کا ہے اور ورثہ نبوت میں وہی داؤدؑ کے وارث تھے۔

---

[1] حضرت داؤدؑ کے چھ بیٹوں کے نام جو بمقام حبرون پیدا ہوئے ۲- سموئیل ۲:۳-۵ میں اور گیارہ بیٹوں کے نام جو یروشلم میں پیدا ہوئے ۲- سموئیل ۱۲:۵-۱۶ میں ہیں۔

حضرت ایوبؑ کا تذکرہ

بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو ۴۲ صفحے پر بخط باریک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ (سورۂ نساء و انعام) میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے اور دو جگہ اُن کا قصہ ہے۔ دونوں جگہ دو دو سطروں میں اُسے ختم کیا گیا ہے۔

سورۂ انبیاء میں ہے:

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۪ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ 84 ○ (الانبیاء ۸۴-۸۳:۲۱)

ایوبؑ کا ذکر کر وجب اُس نے اپنے خدا سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا، اس کی تکلیفیں دور کر دیں، اُسے کنبہ دوچند عطا کیا۔ یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یاد داشت رکھ سکتے ہیں۔

بائبل نے بھی ۴۲ صفحے کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب ۱۵-۱۰:۴۱ سے ظاہر ہے۔

عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں یہ ہے:
"ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی اُن کے درمیان آیا ہے، تب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔" (ایوب ۶:۱) ۲ باب کے ۱، ۲ درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔

غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر خدا کے حضور میں پہنچ جانا کس قدر ناممکنات سے ہے؟ اس میں خدا کے نبیوں کی کس قدر ہتک ہے؟ خدا کے دربار کی کس قدر توہین ہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔ الحمدللہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریاؑ کا تذکرہ

۱- زکریاؑ کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے ۲۵-۵:۱ میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورۂ مریم کے رکوع اوّل میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریاؑ کی دُعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے، حالانکہ اس دُعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی۔ آیا انھی اغراض پر، جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں، یا دینی مقصد کے لیے؟ قرآن مجید میں ہے کہ زکریاؑ نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ [مریم ۱۹:۶] میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الٰہی کی اشاعت و قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنّی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریاؑ کی دُعا کو استجابت حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریاؑ جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں، کیوں کہ اگر یہی معنی ہوں تو حضرت زکریاؑ کا واحد بیٹا آلِ یعقوبؑ کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے، کیوں کر وارث بن سکتا تھا۔ آلِ یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا۔ یہ دونوں دلائل باور کرادیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریاؑ کی دعا فوراً بشارتِ حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے ۲۵:۱ میں صرف یہ الفاظ

لکھے ہیں: ''خداوند نے مجھ پر نظر کی، میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دُور کرے۔'' یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریاؑ نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیاداروں کی اپنی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

۲-لوقا ۱: ۲۰ میں لکھا ہے کہ جبرائیلؑ نے زکریاؑ کو یہ کہا تھا: ''تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا، اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔''

اس سے دو باتیں نکلیں: (۱) حضرت زکریاؑ کا گونگا بنایا جانا بطورِ سزا کے تھا کہ اُنھوں نے جبرائیلؑ کی بات کا یقین نہ کیا۔ (۲) گونگے پن کی مدت موعود بچہ کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریاؑ نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکنے کو علامت قرار دیا تھا۔

ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضامین قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور زکریاؑ کو ایک عیب (سزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰؑ کا تذکرہ

انجیل میں حضرت یحییٰؑ کو یوحنا، بپتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ اُن کا ذکر لوقا ۱: ۵۷-۸۱ میں اور پھر ۲۰-۱: ۳ میں نیز ۲۹-۱۹: ۷ میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورۂ مریم و آلِ عمران میں ہے اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔

سورۂ مریم میں ہے:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (12) وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا (13) وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (۱۴) [مریم ۱۲:۱۹-۱۷]

اے یحییٰ! کتاب (شریعت) کو خوب تھام۔ ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی۔ وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا۔ وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔

اور سورۂ آلِ عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ [آلِ عمران ۳:۳۹]

وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔

یہ بارہ صفات ایسی ہیں جو مجموعۃ لوقا میں نہیں ملتی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید باوجود اختصار انجیل سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کی بزرگی

قرآن مجید حضرت عیسیٰؑ کو ایک انسان بتاتا ہے اور عیسائی اُن کو خداوند کہتے ہیں۔ قرآن مجید حضرت عیسیٰؑ کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی اُن کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اس لیے واقعات عیسیٰؑ کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اناجیل سے ماخوذ ہیں، اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔ البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اُس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریمؑ [کو صدیقہ بتا کر ابن مریمؑ کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا ۱۶ باب کا وہ فقرہ نبی ﷺ ہی پر صادق ہوا کہ ''وہ میری بزرگی کرے گا۔''

باب دوم

افضیلتِ سید المرسلین ﷺ

فصل اوّل: فضائل انبیاء و مرسلین کے جامع

وَ كَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا وَّ جَآءَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا ۔ صَلَّی اللّٰهُ تعالیٰ عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَلٰوةً كَثِیْرًا كَثِیْرًا

امابعد، نبی ﷺ کی افضیلت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے۔ اس مسئلے کا بیان، بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔ بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے جس سے ذات سبحانہ تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے، یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاءؑ کی تنقیصِ شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منہیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تخییر بین الانبیاءؑ بتایا گیا اور اہلِ اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ[1] کو علمائے سلف نے بیان افضیلت نبی ﷺ کا مانع نہیں

---

[1] صحیحین میں ہے، عن ابی سعید الخدری [بخاری، کتاب الخصومات، باب ۱، ح ۲۲۸۱۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ، ح ۲۳۷۴]

ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابو نعیم [1] اصفہانیؒ اور قاضی عیاض [2] مالکیؒ نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۔ [البقرۃ۲:۲۵۳] یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود متحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تخیر بین الانبیاءؑ کا فعل نہ ہو گا، بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہو گی جو باتفاق علما جائز اور ضروری ہے۔ انھی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیاتِ قرآنیہ سے تمسّک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منہیہ (تخییر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتدا اس احقر نے باہمہ بے بضاعتی کی ہے، اُسے درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بشرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس مضمون میں صرف انھی انبیائے کرامؑ کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض معزز ناظرین کسی مقام کو پڑھ کر تصور

---

[1] ابو نعیم مصنف کتاب حلیۃ الاولیاء، اعلام محدثین سے ہیں۔ ولادت ۳۳۶ھ وفات ۴۳۰ھ۔ نام احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق

[2] عیاض موسیٰ صوبہ غرناطہ کے شہر سبنسّتہ کے قاضی۔ فقہ، تفسیر، حدیث و سائر علوم کے امام تھے۔ مشارق الانوار اور کتاب الشفاء کے مصنف۔ ولادت ۴۷۶ھ وفات ۵۵۴ھ

فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکلا، لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائلِ کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں، اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود باجود نبی اکرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کا مفہوم یہ ہے: ع

آنچہ خوبان ہمہ دارند تُو تنہا داری

آدم علیہ السّلام

۱- آدمؑ کے فضائل بہت ہیں۔ نبی ﷺ کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ (البقرۃ ۲:۳۱) خدا نے آدمؑ کو سب اسماء سکھائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا ذکر بطور شاگرد ربّانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو، اس کا علم و فضل تام و اکمل ہو گا۔

نبی ﷺ کے حق میں فرمایا گیا ہے:

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرۃ ۲:۱۵۱) یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کا ذکر بطور استاد عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الٰہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعہ داخل ہیں، اور فقرہ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کے تحت میں عالم ملکوت اور جہانِ قلب کے وہ سب اسرار و غوامض

آجاتے ہیں جن سے تازمانِ بعثتِ نبوی عالم مادی کے کان ناآشنا اور متمدّن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

۲-اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے متعلق فرمایا ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ ۔[طٰہٰ۲۰:۱۱۵] ہم نے آدمؑ سے پہلے عہد لیا تھا، مگر وہ بھول گیا۔

اس آیت میں حضرت آدمؑ کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا اور بتایا گیا ہے کہ نسیان لازم بشریت ہے۔اس لیے کسی شخص کو شایاں نہیں کہ آدم کے ایک فعل یا ترکِ فعل پر جس کا صدور بوجہ نسیان ہُوا خوردہ گیری کرے۔

نبی ﷺ کے حق میں علیم حکیم فرماتا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى[الاعلیٰ۸۷:۶] ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہو گا۔[1]

---

[1] واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم ﷺ کے سہو کا ذکر ہے۔حدیث ذی الیدین [بخاری، کتاب الصلاۃ، ابواب المساجد، باب ۵۳، ح۴۶۸ وغیرہ] میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن بحینہ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب۹، ح۱۱۷] میں دو رکعت سے قیام اور حدیث ابن مسعودؓ [نسائی، کتاب صفۃ الصلاۃ، بَابُ مَا يَفْعَلُ مَنْ صَلَّى خَمْسًا، ح۱۲۵۶] میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیاتِ قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان اور شے ہے، سہو اور شے۔نسیان میں ذہول و غفلت اور آفت ذہن شامل ہیں اور سہو صرف ایک شغل کے لیے آتا ہے۔قرآن مجید [کی] ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے، سہو نہیں۔دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہو کا فعل سے۔فقط

اس آیت میں لفظ سَنُقْرِئُكَ پہلی آیت کے وَعَلَّمَ اٰدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کے لیے خود باری تعالیٰ اَلْمُقْرِئُ (حرفاً حرفاً سکھانے والا) ہے۔ اس آیت میں نبی ﷺ سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ غوائل بشریت کو رسالتِ محمدیہ ﷺ سے کوئی لگاؤ نہیں۔

۳-آدمؑ کی بابت فرمایا گیا ہے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ [البقرۃ۲:۳۷] آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدمؑ پر توجہ کی۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو وحی سے مشرف فرمایا، نیز اُس فعل نا خوش آئند کے اثر سے حضرت آدمؑ کو پاک ٹھہرایا۔ نبی ﷺ کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ۔ (الشوریٰ ۴۲: ۲۴-۲۵) خدا تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو محو کرتا اور حق کو حق ٹھہراتا ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔

اس آیت میں اُن کلمات کا جو نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے، ذکر ہے۔ نیز اُن کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو اُمت محمدیہ کو ان سے حاصل ہونے والے ہیں۔

۴-آدمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ - فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۔ (البقرۃ۲:۳۵-

۳۶) تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا، تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسلایا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوایا اور ہم نے کہا: اترو، تم سے بعض بعض کا دشمن ہو گا۔

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم بر خود، اخراج، ہبوط، عداوت یک دیگر کا ذکر بطورِ نتیجہ فرمایا گیا ہے۔ نبی ﷺ کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۔ (الفتح ۴۸:۱۸-۱۹) ان سب مومنوں سے، جب وہ درخت کے نیچے نبی ﷺ کی بیعت کر رہے تھے، خدا راضی ہوا۔ خدا نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا۔ پھر اُس پر سکینت نازل فرمائی۔ نیز ان کو فتح قریب دی اور مغانم کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی، خلوصِ قلب، نزولِ سکینہ، حال واستقبال کی فتوحات و مغانم کا حصول ہے۔

۵- آدمؑ کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا ۔ (البقرۃ ۲: ۳۴) ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، انھوں نے سجدہ کیا۔

اس آیت سے آدمؑ کی رفعتِ شان بخوبی نمایاں ہے۔ نبی ﷺ کی شان سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۔ (الاحزاب ۵۶:۳۳) خدا اور خدا کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوۃ بھیجا کرتے ہیں۔

یُصَلُّوْنَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوۃ بر نبی ملائکہ کے اشغالِ دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی ﷺ کی شانِ بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

ادریس علیہ السّلام

حضرت ادریس ؑ کا زمانہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان ہے۔

۱-اللہ تعالیٰ اُن کی صفت میں فرماتا ہے:

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۔(مریم ۱۹:۵۶) وہ بہت راست گو نبی تھا۔

نبی ﷺ کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ ۔[الزمر ۳۹:۳۳] وہ جو صدق کو لے کر آیا۔

۲-حضرت ادریس ؑ کے حق میں ہے:

وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا [مریم ۱۹:۵۷]، ہم نے ادریس ؑ کو درجہ عالی پر بلند کیا۔

اس آیت سے حضرت ادریس ؑ کی بلندیٔ شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [الانشراح ۹۴:۴] ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔

اِس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے، نبی ﷺ کا اسمِ گرامی بھی ضرور آتا ہے۔ اذان، تکبیر، تشہد، خطبہ، نماز، کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور ﷺ کا مبارک نام درود شریف میں آجاتا ہے۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں۔ انبیائے پیشین نے حضور ﷺ کے مقام ولادت، دارالہجرت، حلیہ، مکارمِ اخلاق، محاسن، فضائل کا ذکر بکثرت کیا ہے۔ مجموعہ بائبل میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یسعیاہؑ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت حزقی ایل، حضرت حبقوق، حضرت ملاکی، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ نے محامد محمدی اور نعوت احمدی کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعتِ ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔ مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصّل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہو گی۔

الیاس علیہ السّلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ادریس نبیؑ کا نام ہی الیاس ہے۔[1] اس لیے اُن کا ذکر حضرت ادریسؑ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ الیاسؑ نے بعل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی: إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ۔ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ (الصافات، ۳۷: ۱۲۴-۱۲۵) الیاسؑ نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔

---

[1] [بخاری، کتاب الانبیاء، باب ۶، ترجمۃ الباب]

کسی بُت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے، کیونکہ اُس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے بھی عرب کی مشہور دیویوں کے نام لے لے کر بُت پرستوں پر حجت الٰہی ختم فرمائی اور اُن کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ○ (النجم ۵۳: ۱۹ تا ۲۳)

کیا تم نے لات اور عزیٰ اور پھر تیسری منات کو دیکھا؟ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور خدا کے لیے بیٹیاں؟! یہ تو بھونڈی بانٹ ہے۔ لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں، جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ خدا نے اس بات کی کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو، حالانکہ تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

نبی ﷺ نے چونکہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا، اس لیے حضور ﷺ کو بہت سخت ابتلاؤں کا تحمل فرمانا پڑا۔

نوح علیہ السّلام

نوحؑ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ اُنھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور انشراح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں اُن کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

۱-دو جگہ نبی ﷺ اور حضرت نوحؑ کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی ﷺ کے نام کو تقدّم دیا گیا ہے:

(الف) اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ [النساء ۴: ۱۶۳] ہم نے تجھ پر وحی بھیجی، جیسا کہ نوحؑ اور ان کے بعد انبیاءؑ پر وحی بھیجی تھی۔

(ب) وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الاحزاب ۷:۳۳) جب ہم نے انبیاءؑ سے اُن کا میثاق لیا اور تجھ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریم سے میثاق لیا۔

آیت اوّل میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاءؑ کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسولوں کے نام بتائے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوحؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جو نام بیان ہوئے ہیں، ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اقتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نام عیسیٰ بن مریمؑ کے بعد ہوتا، مگر نہیں، وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

۲-نوحؑ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ۔ [نوح ۱:۷۱] ہم نے نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف بھیجا۔

سورۂ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوحؑ کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (الاعراف ۱۵۸:۷) اے محمد! ان سب کو جو نسلِ انسانی کے اندر داخل ہیں، بتادے کہ میں تم سب کی طرف اُس خدا کا رسول ہوں، جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

۳-نوحؑ کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء ۲۶:۱۱۴) میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔

اس آیت سے نوحؑ کا خلق اور اُمت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۔ (الانعام ۶:۵۲) جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو اُن کو اپنے سے الگ نہ کر۔

۴-اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو فرمایا:

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۔ (ھود ۱۱:۴۸) اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اُتر۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوحؑ کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی ﷺ کی اُمت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الف-هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (الاحزاب۳۳: ۴۳)اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔

ب-یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔ (المائدۃ۵:۶)اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔

ج-لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۔ (الانفال۸:۱۱) تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دُور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوۃ، تطہیر، اتمام نعمت، دوریٔ رجز شیطان، ارتباطِ قلوب، ثباتِ اَقدام کے وعدے اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں اُن ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات اُمت محمدیہ کو نبی ﷺ کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

ہود علیہ السّلام[1]

۱-ہودؑ کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔ قرآن مجید میں اُن کے الفاظ یہ ہیں:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔ (ھود۱۱:۲۷) ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔

---

[1] ہود علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۹۴) کیا خدا نے بشر کو رسول بنایا۔

۲-ہودؑ کے سامنے قوم کے مالدار لوگ کہا کرتے تھے:

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ۔ (ھود ۱۱:۲۷) ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔

اُمتیانِ نبی ﷺ کو بھی متکبرانِ مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے:

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۔ (البقرۃ ۲:۱۳) کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔

یہ جھوٹے مغرور جن لوگوں کو سفہاء بتاتے تھے، زمانے نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بسیط کے پھیلانے والے، مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب اور شائستگی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور ﷺ کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

۳-ہودؑ کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ ۔ (ھود ۱۱:۳۱) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضے میں خدا کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

یہی الفاظ سورۂ انعام کے پانچویں رکوع (آیت ۵۰) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ قُلْ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سُنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سُنانے سے مدعا یہ ہے کہ خدا کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتمادی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا اُن کے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرمایا ہے۔

صالح علیہ السّلام [1]

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالحؑ کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلانِ شرک کی بابت ہوا کرتے تھے:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ. (ھود ۱۱:۶۱)

اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اُسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو۔ میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا وعظ بحکم ربّانی یہ ہوتا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ

---

[1] صالح علیہ السلام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّهٗ دِيۡنِىۡ ۝ فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ۝ (الزمر ۳۹: ۱۰ تا ۱۵)

کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والو! رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ (سمجھادے [کہ]) جو دنیا میں نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے۔ (سمجھادے کہ) خدا کی زمین فراخ ہے، کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ (سمجھادے کہ) صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتادے: مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کروں اللہ کی، خالص کر کے واسطے اُس کے عبادت، اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کروں۔ بتا دے: مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے۔ بتادے کہ وہی خدا ہے، اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں، یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی، جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتادے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور اُن کا کنبہ خسارہ میں رہیں گے۔ (یاد رکھو) یہی کھلم کھلا ٹوٹا ہے۔

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو کہ حضور کیسے کیسے اسلوب کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السّلام

سیدنا حضرت ابراہیمؑ سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب اور مشاکلت کلّی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ہی نے دعا مانگی تھی کہ حضور ﷺ مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ [النساء ۴: ۱۲۵] اس لیے واقعاتِ ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔

۱- ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء ۲۱:۶۹) اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (المائدۃ ۵:۶۴) وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بجھا دیتا ہے۔

۲-ابراہیمؑ نے کعبہ کو بنایا:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ (البقرۃ ۲:۱۲۷) جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔

نبی ﷺ نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور ﷺ کے میلانِ قلب کو دیکھ کر اُسی کے موافق حکم نازل فرمایا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔ (البقرۃ ۲: ۱۴۴) ہم نے تیرے رُخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔

۳-ابراہیمؑ نے بُت خانہ کے بتوں کو توڑا:

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (الانبیاء ۲۱:۵۸) پس انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نبی ﷺ نے کعبہ کے 360 بتوں کو باہر نکلوا کر دائمی حکم، بطلانِ صنم پرستی کا صادر فرمایا:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل ۱۷:۸۱) حق آگیا، باطل چلا گیا، باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے۔

۴-ابراہیمؑ نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر عمل فرمایا۔

۵-ابراہیمؑ نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ۔ (الحج ۲۲:۲۷) لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائطِ استطاعت سُنایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ (آلِ عمران ۳:۹۷) اور واسطے اللہ کے، اوپر لوگوں کے، حج کرنا اس گھر کا یعنی کعبہ کا، جو کوئی پا سکے طرف اس کے راہ۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو البُغض لِلّٰہِ کی صفت جلیلہ میں دنیا کے سامنے نمونہ بنایا:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ (الممتحنہ ۶۰:۴)

تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں کا، جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم خدا کے سوا کرتے ہو اُن سے بھی بیزار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کو تمام دنیا کے لیے اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کی صفتِ جمیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب ۲۱:۳۳)

اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے اُن سب کے لیے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پدرِ اعظم اور سید ولد آدمؑ، تمام عالم کے اُسوہ قرار دیے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت اور افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول ہر فعل ہر عمل اُسی نمونہ کے مطابق کیا جائے جو منظور شدۂ بارگاہِ سرمدی ہے۔

۷- اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے خُلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔ (التوبۃ ۱۱۴:۹) ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھا۔

نبی ﷺ کے خلق کی بھی کلامِ مبین میں صفت فرمائی گئی، فرمایا:

(الف) وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم ۴:۶۸) تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرّف ہے۔

(ب) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔ (آل عمران ۳: ۱۵۹) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خُو بنایا، اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔

۸-ابراہیمؑ نے منکر وجودِ باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے: فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ ۔ (البقرۃ ۲:۲۵۸) اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اُسے مغرب سے نکال دے۔

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتابِ حکیم میں درج ہیں:

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (یٰس ۳۶:۷۹-۸۰)

کہہ دے: مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اُسے بار اوّل پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا، جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو۔

ہر دو واقعات میں مشابہت کلّی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ [الانعام ۶:۸۳] اور براہین محمدی بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے آغاز میں لفظ قُلْ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

لوط علیہ السّلام [1]

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے برادر زادہ ہیں۔ بی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے اور خلیل الرحمن ﷺ کی محبت میں اُنھوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔

۱- قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی:

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۔[الشعراء ۲۶:۱۶۷] اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

نبی ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ [التوبۃ ۹:۱۳] اپنی سوگندوں کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔

۲- لوطؑ کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نے ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ (الانبیاء ۲۱:۷۴) وہ خبائث والے کام کیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی ثنا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] حضرت لوطؑ کا زمانہ 1898 قبل مسیح پایا جاتا ہے۔ ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔ فقط

يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ (الاعراف،: ۱۵۷)

ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اُتارتا اور اُن کی گردنوں سے طوق نکالتا ہے۔

۳۔ لوطؑ کی مدد اور اُن کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ۔ (ھود۱۱: ۸۱) اے لوط! ہم تیرے خدا کے فرستادے ہیں، تیرے دشمن تیرے قریب نہ آئیں گے۔

نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ مددِ فرشتگان کی بابت فرماتا ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ [آل عمران ۳:۱۲۵] خدا تمہاری مدد پانچ ہزار فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔

مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں وہر چہ در و بر تر آمدہ بہرِ تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

اسماعیل علیہ السّلام

۱۔ قرآن مجید حضرت اسماعیلؑ کی صفت میں فرماتا ہے:

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (مریم ۱۹: ۵۴) وہ وعدہ کا سچا تھا۔

نبی ﷺ کے وعدوں کے پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے:

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ (الاحزاب ۳۳:۲۲) یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ خدا اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور خدا اور رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔

۲۔ حضرت اسماعیلؑ کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ۔ (مریم ۱۹:۵۵) اپنے کنبہ کو صلوۃ اور زکوۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

(الف) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ ۲۰:۱۳۲) اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اُسی پر قائم رہ۔

(ب) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء ۲۶: ۲۱۴) اپنے کنبہ کے زیادہ تر نزدیکیوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغِ رسالت فرمائی تھی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ ۲:۱۲۵) ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے پاک کرو۔

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحاقؑ اور ان کی شاخ داخل نہیں۔

حضرت اسماعیلؑ کے فخرِ دوزماں فرزند یعنی نبی ﷺ نے دنیا کو یہ حکم سنایا:

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرۃ ۲: ۱۴۴) تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کی رُخ پھیرو۔

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

اسحاق علیہ السّلام

اسحاقؑ کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ[1] کے ساتھ یا حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ یا حضرت یعقوبؑ کے ساتھ اُن کا اسم گرامی آتا ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ (الصافات ۳۷: ۱۱۲) ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق کی بشارت دی۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت اُن کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

۲- نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں سے کہا تھا:

---

[1] حضرت ابراہیمؑ کی عمر پوری سو سال کی تھی جب حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ یہ 40 سال کے تھے جب ان کی شادی ربقہ خاتون سے ہوئی۔ وہ نحور برادرِ ابراہیم کی پوتی ہیں۔ 60 سال کے تھے جب ان کے ہاں دو توآم بچے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ 180 سال کی عمر پاکر والد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف۶۱:۶) میں احمد ﷺ رسول کی، جو میرے بعد آئیں گے، بشارت دیتا ہوں۔

یعقوب علیہ السّلام

یعقوبؑ[1] کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا، قرآن مجید میں مذکور ہے:

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔ (البقرۃ۲:۱۳۳)

یعقوبؑ نے بیٹوں سے پوچھا: تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ وہ بولے: تیرے خدا کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے خدا کی، جو اکیلا معبود ہے، ہم عبادت کریں گے اور ہم اُسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

نبی ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

---

[1] جوان ہو کر ماموں کے گھر گئے۔ اُس کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا۔ بیس سال وہاں رہ کر واپس شام کو آئے۔ واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسرائیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحٰق کا انتقال ہوا۔ یہاں آکر برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف کو چاہ میں گرایا۔ جب حضرت یوسفؑ کا پتہ لگ گیا، تب حضرت یعقوبؑ بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے 68 لوگوں کے ساتھ مصر گئے۔ وہاں 11 سال رہے۔ وہیں 147 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 40 دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیمؑ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ فقط

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ○ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ۲:۲۱-۲۲)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ خدا جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اُوپر سے پانی اُتارا۔ پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ۔ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ۔ جب تم جانتے ہو (کہ خدا تعالیٰ کے برابر کا کوئی بھی نہیں۔)

۲۔یعقوبؑ کی تعلیم یہ تھی:

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف۱۲:۸۷) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی نااُمید مت بنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔

نبی ﷺ کی تعلیم بھی اُمت کو یہ ہے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران۳:۱۳۹) ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ ہو، تم ہی غالب رہو گے جب تم مومن ہو۔

۳۔زیاں کار گنہگار فرزند، حضرت یعقوبؑ سے درخواست کرتے ہیں:

يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ (یوسف۱۲:۹۷) اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔

اور یعقوبؑ اُن کو فرماتے ہیں:

سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔(یوسف۱۲: ۹۸) میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔

رب العالمین کل اہلِ عالم سے فرماتا ہے اور اُن کو رحمتِ عالم کی شان بتاتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ (النساء ۴:۶۴) جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور خدا سے بخشش چاہیں اور رسول بھی اُن کے لیے بخشش چاہے، تب وہ دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔

نبی ﷺ کی شانِ بلند کو معلوم کرنے کے لیے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ پر غور کرنا چاہیے، یہی راز ہے کہ ہر دعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی ﷺ کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دُعا کرائیں۔ اُس عہدِ ہمایوں کے انقراض کے بعد اہلِ علم کے واسطے صرف یہی طریق رَہ گیا ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَفِي الْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

یوسف علیہ السّلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف ؑ کو الْكَرِيمُ بْنُ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ بْنِ الْكَرِيمِ فرمایا گیا ہے۔[1]

۱-قرآن مجید میں اُن کے رؤیا کا ذکر ہے:

اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ۔ (یوسف۱۲:۴) میں نے گیارہ تارے اور سورج، چاند کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت یوسف ؑ کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف ؑ کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی اُن کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا۔ اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے حضرت یوسف ؑ کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب جھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ یوسف ؑ کا اُن کے اندر رہنا باعث یُمن و برکت ہے۔

نبی ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوۡلَهُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ ۚ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیۡنَ ۙ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَمُقَصِّرِیۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ ۔ (الفتح۴۸:۲۷)

---

[1] [ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب سورۃ یوسف، ۳۱۱۶]

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا۔ (خواب یہ تھا کہ مسلمان احرام کے لباس میں ہیں ان شاء اللہ داخل مسجد حرام ہوں گے۔ [پر امن، سر منڈوائے ہوئے اور بال کتروائے ہوئے] اور اُن کو کسی مخالف کا ذرا خوف نہ ہوگا۔

۱- یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا۔ مکہ سے نبی ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدّت آٹھ سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کی مصائب کے شکار رہے تھے۔ یوسفؑ کا خواب استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی ﷺ کا خواب استعارہ و تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بِالْحَقِّ کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔

۲- یوسفؑ پر امراۃ العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی ﷺ پر امراۃ زید کے نام سے افترا پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ پر فعل سوء (کارِ بد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

۳- یوسفؑ کے خلاف اُن کے بھائیوں نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا:

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا [یوسف ۱۲:۹] یوسف کو قتل کر دو یا کسی جگہ پھینک دو۔

نبی کریم ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ (الانفال ۸:۳۰)

جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں، یا قتل کر دیں۔

یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا، مگر نبی ﷺ کو اللہ نے دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

۴-یوسفؑ کی خدمت میں اُن کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ (یوسف۸۸:۱۲) اے حاکم! ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں، مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر اپنی مہربانی فرما۔

نبی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی قوم بھی قحطِ شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اُس کا مذکور آیتِ ذیل میں ہے (جیسا کہ ابن مسعودؓ نے تفسیر کی ہے، جو صحیح بخاری میں ہے):

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (الدخان۴۴:۱۰-۱۱) اس روز کا انتظار کر، جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکار اُٹھیں گے کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔

۵-حضرت یوسفؑ نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا اور نبی ﷺ نے ثمامہ بن اثالؓ کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوایا تھا۔

شعیب علیہ السّلام

حضرت شعیبؑ ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے، اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اَموال کے متعلق ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ ۔(ھود۱۱:۸۵) اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھاٹا نہ ڈالا کرو۔

نبی ﷺ نے بھی اُمت کو اس بارے میں جو تعلیم دی ہے وہ آیاتِ ذیل سے ظاہر ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۚ (الرحمن۵۵:۹) تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھاٹا نہ ڈالا کرو (ڈنڈی نہ مارا کرو۔)

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۭ (المطففین۸۳:۱-۳)

تطفیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں (تو اپنا گھر) پورا کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب اُن کو گھاٹا پہنچاتے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی بابت بتایا ہے: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ (الاعراف۷:۸۸) قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرتِ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ (الحشر۵۹:۸) مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جویا اور خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا ﷺ کی نصرت کرنے والے ہیں۔

۳- کفار نے حضرت شعیبؑ کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔(ھود۱۱:۹۱)اے شعیب! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

نبی ﷺ کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا، جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَفِیْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ۔ [حم السجدۃ ۴۱:۵] کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دُور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بُت پرستوں کا سا دیا:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ۔[البقرۃ ۲:۸۸] یعنی ہمارے دلوں پر تہ در تہ غلاف چڑھے ہوئے ہیں تیری تعلیم وہاں تک نہیں جاسکتی۔

۴۔حضرت شعیبؑ سے اُن کی قوم نے کہا تھا:

یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔(ھود۱۱:۸۷)اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنے روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیوپار کیا کریں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود خوار قوم چاہتی ہے کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رَہ کر سود خواری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ نبھ سکیں تو ایسی نماز کو دُور ہی سے سلام کر دیں۔ اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بات بھی نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے

دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی اُمید خام کو منقطع کرنے کے لیے اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی یہ حکم دیا ہو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○
[البقرۃ ۲:۲۷۸-۲۷۹]

اے ایمان لانے والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو خدا تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو۔ اور اگر پھر باز آجاؤ تب تمہارا رأس المال تم کو ملے گا، نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔

راقمِ مضمون کے نزدیک اس حکم سے یہ متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقمِ قرضہ مع سود کی نالش کرے تو قاضیٔ اسلام اس کے تمام دعوے کو خارج کردے، کیوں کہ رأس المال ملنے کی صورت اِنْ تُبْتُمْ کی شرط پر منحصر ہے۔

کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیائے بنی اسرائیل میں موسیٰؑ ایک شانِ خاص کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہیں ہوا۔ (استثناء، ص ۳۳ [۱۰:۳۴])

۱- موسیٰؑ کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ یتیمی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے والدۂ موسیٰ کو وحی کا ہونا پھر اُن کا خبر تابوت لانے کے لیے

اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا اُن کے والد بزرگوار کا مذکور نہ پایا جانا، اِس گمان کو قوی کرتے ہیں۔ واللہ اعلم! نبی ﷺ بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم بن چکے تھے۔

۲- موسیٰؑ کی تربیت آسیہ مکرمہ نے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اسی طرح حلیمہ سعدیہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شفقت مادرانہ کا برتاؤ کرتی تھیں اور وہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہا" کے منصب پر فائز ہوئیں۔

۳- موسیٰؑ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی ﷺ بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غارِ ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

۴- موسیٰؑ کو دختر شعیبؑ نے اُن کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی نبی کریم ﷺ کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور کی نذر کیا تھا۔

۵- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (القصص ۲۸:۲۹-۳۰)

جب موسیٰؑ (دس برس حضرت شعیبؑ کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اُس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا: یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ (میں جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکو۔ جب موسیٰؑ وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی: اے موسیٰؑ! میں اللہ ہوں سب عالموں کا پالنے والا۔

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حسیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ اور ندا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ نبی ﷺ کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم اُن آیات کو جو اس نظارہ پاک کے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ (بنی اسرائیل ۱۷:۱) پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو شباشب مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور واپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیر اس لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔

فرمایا: وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ○ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ○ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ○ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ○ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ○ (النجم ۵۳:۱۳-۱۸) اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ رکھا تھا جس شے نے ڈھانپ رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت اِدھر اُدھر ہوئی۔ نبی نے خدا کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔

فرمایا: مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ○ (النجم ۵۳:۱۱) آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اُسے نہیں جھٹلایا، یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا ہے۔

فرمایا: فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (النجم ۵۳:۱۰) پھر خدا نے اپنے بندہ پر وحی[1] کی، جو کی۔

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رؤیتِ عینی و یقینِ قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی کی برتری مفہوم کی رفعت اس بے چون و چگوں کیفیت کو تعقلِ انسانی کے سامنے اس طرح مصور و متشکل بنا رہی ہیں اور قلب و دماغ اُس سے متلذذ و متکیف بھی ہو رہے ہیں اور مع ہذا گہری حیرت اور عمیق دررِ بودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

۶- موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا وہ بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو بنی اسرائیل پکار اٹھتے ہیں: اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ (الشعراء ۲۶:۶۱) ''ہم تو پکڑے گئے۔'' موسیٰؑ فرماتے ہیں: قَالَ کَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ (الشعراء ۲۶:۶۲) نہیں ایسا نہیں، میرا خدا میرے ساتھ ہے، وہ میری رہبری فرمائے گا۔

ذرا غور کرو کہ موسیٰؑ اس معیتِ ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا۔ حضور اقدس ﷺ اور حضور ﷺ کے یارِ غار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھوہ کے اندر ہیں اور کفار ناہنجار یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آ گئے ہیں۔ ابو بکر کی زبان خاموش ہے مگر اندرونِ قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔ نبی

---

[1] جملہ آیات پر ذرا تدبر سے غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر و بصیرت اور وحی و رؤیت اور لسان و جوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

ﷺ فرماتے ہیں: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ[۹:۴۰]) ابو بکر دل کا فکر دُور کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

موسیٰؑ کے لفظ مَعِیَ اور نبی ﷺ کے لفظ مَعَنَا پر تدبر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اُسی معیتِ الٰہیہ میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور فِدَاهُ اَبِیْ وَاُمِّی کو خود حاصل تھی۔

۷۔ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانہ اُن کی جناب میں کہا تھا: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۔(المائدۃ۵:۲۴) تو اور تیرا خدا جاؤ اور دونوں جنگ کرو، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ [اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:] فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۔[المائدۃ۵:۲۶] ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ ۴۰ سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے۔ تو ان فاسقوں کا (اس فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کر۔

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔ بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انھوں نے حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ حضرت یوشع بن نونؑ کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔ نبی ﷺ کے عہدِ ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا (الفتح۴۸:۱۶) اے نبی! اَعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ بچھڑ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی۔ یا تو اُن سے تمہاری لڑائی ہو گی یا مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

سورۂ فتح کا نزول 7 ہجری میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ کی حیات میں ان مخلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیونکہ قرآن مجید ہی نے ان مخلفین کو، جب انھوں نے نبی ﷺ کے ہمرکاب چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا: فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا (التوبۃ ۹:۸۳) اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کروگے۔

البتہ 11 ہجری میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص واقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور جُند در جُند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الٰہی حکم تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشعؑ بن نون کی خلافت کی سی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے، جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارضِ موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشعؑ بن نون کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے بھی ارضِ موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اُس کا ایفاء ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

۸- فرعون کی عداوت اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (الشعراء ۲۶: ۵۷-۵۹) پھر ہم نے ان کو باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ستھرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔

نبی ﷺ پر بھی کفار نے احزاب وعساکر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـــُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ (الاحزاب ۲۵:۳۳-۲۷)

خدا نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنین کی جنگ کا اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں، اللہ تعالیٰ تو قوی وغالب ہے۔ خدا نے ان اہلِ کتاب کو، جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے، قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا۔ تم نے اُن میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا۔ خدا نے تم کو ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمہارا لشکر بھی نہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں، خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

موسیٰؑ نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۔ (طٰہٰ ۲۵:۲۰) اے خدا! میرا سینہ کھول دے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح ۱:۹۴) ”کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔“

۱۰-موسیٰؑ نے فرائض نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا: وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۝ هٰرُوْنَ۔ (طٰہٰ ۲۰:۲۹-۳۰) میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزر اٹھانے والا، بوجھ بٹانے والا) بنادے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ [الانشرح ۹۴:۲-۳] اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔

موسیٰؑ جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں: وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۔ (طٰہٰ ۲۰:۸۴) تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝ [الضحیٰ ۹۳:۵] تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

پہلی آیت میں رضوانِ ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی ﷺ منطوق۔

وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ [الصافات ۳۷:۱۸۱-۱۸۲]

ہارون علیہ السّلام

حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کو حضرت موسیٰؑ کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔

۱- بائبل میں ہے کہ حضرت ہارونؑ کے متعلق [یعنی ذمے] عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ خود امامت فرماتے اور مومنین اُن کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ۔ (المزمل ۷۳:۲۰)

خدا جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک ثلث شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (الشعراء ۲۶:۲۱۸-۲۱۹)

خدا تجھے دیکھتا ہے، جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔

۲- قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰؑ کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا۔ (القصص ۲۸:۳۴)

ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی، وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارونؑ کمال فصیح تھے۔ فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اُس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنست کہ در گزارش زبان کج مج نشود

وبلاغت آنست کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی، اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی، قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی و شخصی خصوصیت سے بھی۔ جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت وبلاغت کے ذُروۂ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فراوانی سے موجود ہیں کہ جوہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں۔ وضاحتِ بیان، ایجازِ کلام، جزلِ الفاظ، صحت معانی کا اندازہ ماہرینِ فن پر منحصر ہے۔

۱-مَا هَلَكَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَهُ [1] ”جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔“

۲-حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ [2] ”کسی شے کی محبت انسان کو اندھا بہرہ کر دیتی ہے۔“

۳-اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى [3] ”اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (دینے والے کا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔)“

---

[1] [العجالۃ النافعۃ فی الاحادیث المسلسلۃ، ابو الفیض محمد یاسین الفادانی، دار البصائر، دمشق، ۱۹۸۵ء، ص ۱۷]

[2] [شعب الایمان، بیہقی، ج ۱، ص ۳۶۸، ح ۴۱۱]

[3] [بخاری، کتاب الزکوۃ، بَابٌ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى، ح ۱۳۶۱]

۴-اَلْخَيْرُ كَثِيْرٌ وَقَلِيْلٌ فَاعِلُهٗ[1] ''نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔''

۵-رَحِمَ اللهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَكَتَ فَسَلِمَ[2] ''خدا اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔''

٦- ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَّثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ. فَاَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَخَشْيَةُ اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْاِقْتِصَادُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ. وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشُحٌّ مُّطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ[3]

''نجات دہندہ تین باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین باتیں ہیں۔ نجات دہندہ یہ ہیں: ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔ فراخ دستی و تنگ دستی میں میانہ روی کرنا، عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو یا ناخوش ہو۔ ہلاک کنندہ یہ ہیں: بخل جو تم پر حکم کرنے لگے، خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو، خود پسندی۔''

---

[1] [کتاب الامثال فی الحدیث النبوی، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر الاصفہانی، الدار السلفیہ، بمبئی، ہندوستان، ۱۹۸۷ء، ص ۵۷]

[2] [کتاب الزہد، ہناد بن السری الکوفی، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، الکویت، ۱۴۰۶ھ، ج ۲، ص ۵۳۵]

[3] [شعب الایمان، للبیہقی، ج ۵، ص ۴۵۲، ح ۷۲۵۲]

۷-لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَالَمْ تَرَی الْاَمَانَۃَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَۃَ مَغْرَمًا[1] ''میری اُمت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔''

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں۔ نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: سِحْرٌ یُّؤْثَرُ [المدثر ۷۴:۲۴] ''وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کر جاتا ہے۔''[2]

مخالفین نے خواہ اسے جادو کہا یا کچھ اور، مگر شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا کلام زبان سے نکلتے ہی دلوں میں جا گزیں ہوتا اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا: ع

سخن کز دل آید بود دل پذیر

غرض نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلّمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے، مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو، عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔

---

[1] [کنز العمال، ج۳، ص ۱۳۴، ح ۵۵۰۴، باختلاف الفاظ۔]

[2] [یُؤْثَرُ کا درست ترجمہ ''منقول'' ہے۔ اس کا ترجمہ ''اثر کرتا ہے'' کاتب کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (مدوّن)]

فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطاع میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے۔ نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو، جو حجازیوں کے ساتھ تھا، پھر اُسے جو اہلِ مدینہ کے ساتھ۔ علیٰ ہذا حضور ﷺ کے اُن کلمات پر جو وائل کندی اور قُطن عُلَیمی اور طہفہ نہدی اور ابو ثور بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک یمن و فرماں روایانِ حضر موت کو ارشاد فرمائے، غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کا بحرِ زخّار موجزن ہے کہ مکی و مدنی بھی منہ تکتے رَہ جاتے۔

الیسعؑ

الیسع یا یسع وہی ہیں جن کو بائبل نے یوشعؑ بن نون[1] کہا ہے۔

۱- سورۂ کہف [۱۸:۶۰-۶۵] میں اِن کو فتیٰ موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فتی یعنی زید رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔

۲- الیسع ہی کا ذکر اس آیت میں ہے: قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا۔ (المائدۃ ۵:۲۳) ان لوگوں میں سے جو خدا سے ڈرنے والے تھے، دو شخصوں نے جن پر خدا نے انعام کیا تھا، کہا۔

---

[1] یوشع بن نون نے 1426 ق م میں بعمر 110 سال وفات پائی۔ 25 سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت و نبوت کی وعدہ کی زمین کو انھی نے فتح کیا۔ (کتاب یشوع ۲۹:۲۴)

اس آیت میں ان کا وصف اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمَا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا ہے: اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ۔(الاحزاب ۳۳:۳۷) خدا نے اس پر انعام کیا اور رسول ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا۔

۳۔ حضرت الیسع کا نام سورۂ ص [۳۸:۴۸] میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مِّنَ الْاَخْیَارِ بتایا ہے۔ نبی ﷺ کو اور حضور ﷺ کی تبعیّت میں اُمت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۔ (البقرۃ ۲:۱۰۵) اہلِ کتاب میں سے کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔

داؤد علیہ السّلام

داؤدؑ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے، اسباطِ دوازدہ کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے والے، منکرینِ خدا سے جہاد کرنے والے، ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے، حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفاتِ بالا میں نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید برآں حضرت داؤدؑ نے قدومِ میمنت لزومِ نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل کو بہت سی امارات و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی مدح میں فرمایا ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۔(النمل ۲۷:۱۵) ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا۔

بے شک نعمتِ علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء کا علم جو براہِ راست رب العالمین سے اُن کو ملا کرتا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے: وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۔(الانبیاء[۷۹:۲۱]) ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ (النساء ۱۱۳:۴) اور جو جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی۔

نیز فرمایا ہے: وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۔(طٰہٰ ۱۱۴:۲۰) اے رب! مجھے علم میں بڑھاتا رہ۔

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور ﷺ کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

۲- حضرت داؤدؑ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۔[سبا ۱۰:۳۴] اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل عطا فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔[النساء ۱۱۳:۴] تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے ارشاد فرمایا: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى ۔(صٓ ۲۶:۳۸) اے داؤد! ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا، اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔

الارض، وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤدؑ اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیمؑ کے لیے تا بمحشر لکھ دیا ہے۔ بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤدؑ بکریاں چرایا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو بڑھایا اور اُن کو الارض کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا (النور ۲۴:۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لا چکے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں کہ خدا ان کو الارض کا خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے دین کو، جسے خدا ان کے واسطے پسند کر چکا ہے، تمکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک [نہیں بنائیں گے] یا ذرا بھی شرک نہ کریں گے۔

آیت پر تدبر کرنے سے امور ذیل بصراحت واضح ہوتے ہیں:

الف) آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزولِ آیت سے پیشتر ایمان اور عملِ صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

ب) آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ج)اُس خلافت کا عطیہ منجانب خدا تعالیٰ ہو گا۔

د) یہ خلافت اُس الارض کی ہو گی، جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔

ہ)اس خلافت کا نشان ایک یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔

و)اس خلافت کا نشان ایک یہ ہو گا کہ امنِ بسیط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اُٹھ جائے گا۔

ز)اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔

ح)اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں، کیونکہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ میں ضمیر جمع موعود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانۂ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورۂ نور کی ہے اور سورۂ نور میں قصۂ اِفک بھی مذکور ہے۔ یہ قصہ غزوۂ مریسیع میں ہوا اور یہ غزوہ 5 ہجری کا ہے۔ ہاں واقعۂ اِفک کے بعد وعدۂ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ

نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول 5 ہجری کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے چُن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی سابقین کو تھا جو 5 ہجری سے پیشتر ایمان اور عملِ صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب 5 ہجری سے بہت پہلے کے مشرف بہ ایمان ہیں۔ امام حسنؓ کو بھی انہی میں شامل کرو، جنھوں نے 9 ماہ خلافت کی تھی، کیوں کہ ان کا وجود باوجود بھی 3 ہجری سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابو بکر و عمرؓ ہی وہ ہیں جنھوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چونکہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے وہ سب نبی ﷺ ہی پر ایمان لانے کے طفیل تھے اس لیے آیت استخلاف سے نبی ﷺ ہی کی فضیلت آشکارا ہوتی ہے۔

۴۔ حضرت داؤدؑ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۔ (سبا ۳۴:۱۰) ہم نے لوہے کو اُس کے لیے نرم بنا دیا۔

نبی ﷺ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ (الزمر ۳۹:۲۳) ان کے جسم، اُن کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، جسے چاہتا ہے اُسے عطا فرماتا ہے۔

سلیمان علیہ السّلام

حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ بیٹوں اور اٹھارہ بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ [النمل۲۷:۱۶] کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

۱- حضرت سلیمانؑ نے جو گفتگو سفیرانِ سبا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو زر و مال دنیوی کی پروانہ تھی:

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ [النمل۲۷:۳۶] کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو۔ مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں اللہ فرماتا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (الضحیٰ[۹۳:۸]) خدا نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں، پس خدا نے آپ کو غنیٰ عطا فرمائی۔

۲- اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی بابت فرمایا ہے: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ۔ (سبا[۳۴:۱۲]) ہم نے ہوا کو سلیمان کا مسخر بنا دیا تھا۔

نبی ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ (الاحزاب۳۳:۹) جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور اُن لشکروں کو جو تم نے [نہ] دیکھے تھے، بھیجا۔

اس آیت میں ہوا کی اُس خدمت کا ذکر ہے جو اُس نے دشمنانِ اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی۔ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: نُصِرْتُ بِالصَّبَا[1] بادِ صبا میری نصرت کا آلہ بنادی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اُمت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی اس جگہ دوسرے ہیں۔ فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (الانفال ۸: ۴۶) خدا اور رسول کی اطاعت کرو آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔

غرض حضرت سلیمانؑ کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضے میں بھی ایک ریح۔ ہمارے باہمی نزاعوں نے اُس ریح کو کھو دیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

۳- اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی شوکت کا ذکر فرمایا:

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ (النمل ۲۷: ۱۷) سلیمانؑ کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔

نبی ﷺ کے احوالِ مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے:

۱۔ جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] [بخاری، کتاب الاستسقاء، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ نُصِرْتُ بِالصَّبَا۔ ح ۹۸۸]

اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (الجن ۷۲:۱-۲)

۲) کچھ جنوں نے قرآن کو سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجیب کتاب کو، جو نہایت پڑھی جانے والی ہے، سنا ہے۔ وہ ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔

۲۔ بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ (النصر ۱۱۰:۱-۲)

۲] اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔

۳۔ طیر کی خدمات کا ذکر اس سورۂ مبارکہ میں ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۭ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۙ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۧ (الفیل ۱۰۵)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیسی کی؟ کیا ان کے مفسدانہ ارادوں کو ملیامیٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے اور پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہاصِ نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین رحمہم اللہ کا بیان بالکل مراد ربانی کی وضاحت ہے۔

یونس علیہ السّلام

یہ شہر نینویٰ[1] کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونسؑ اُن سے خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے، تب لوگ پچھتائے۔ حضرت یونسؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

۱-اللہ تعالیٰ حضرت یونسؑ کے حال میں فرماتا ہے:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۔(الصافات ۳۷:۱۴۲) مچھلی نے ان کو لقمہ بنالیا۔

یونسؑ مچھلی کے شکم میں تین دن تک رہے تھے۔

نبی ﷺ بھی تین دن تک غار کے شکم میں رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (التوبۃ ۹:۴۰) جب کافروں نے نبی کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر تھے۔

یونسؑ کا شکم ماہی میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی ﷺ کا غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

۲-اللہ تعالیٰ حضرت یونسؑ کی بابت فرماتا ہے:

---

[1] حضرت یونسؑ (یونہ) بن متی کا زمانہ قریباً 862 ق م ہے۔ یونہ نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ (الصافات ۳۷:۱۴۳) اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم ماہی میں جانے کے بعد بھی یونسؑ ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔ نبی ﷺ کا غار کے اندر یادِ الٰہی میں تر زبان ہونا اور معیتِ ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ ۹:۴۰) غم نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے۔

۳-یونسؑ کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء ۲۱:۸۷) کوئی بھی معبود نہیں مگر تو، تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے بھی ایک جواب میں ہر دو امور کو جمع فرمایا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ۱۷:۹۳) کہہ دے: میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر و رسول ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزکیۂ نفس سے محفوظ رکھا۔ اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں، جہاں ہر دو اصول کو جمع کیا گیا ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ○(یٰس ۳۶:۸۳) پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔

دعا سکھائی گئی: سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۳:۱۹۱) تو پاک ہے ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

۴- یونسؑ کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین بر خدا و رسول ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے: وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (الانبیاء ۲۱:۸۸) یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ غم سے نجات دے گا جیسی یونسؑ کو دی تھی۔

ایوب علیہ السّلام [1]

ایوبؑ بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورۂ نساء کے آخری رکوع [۴:۱۶۳] میں ان کا نام [آیا ہے] اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی ربانی کا نزول ہوا۔

۱- اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی صفت میں فرماتا ہے: اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا (صٓ ۳۸:۴۴) ہم نے اسے صابر پایا۔

---

[1] حضرت ایوبؑ کا زمانہ اہل کتاب نے 520 ق م تجویز کیا ہے۔ ابتلا کے بعد وہ 14 ہزار بھیڑوں، 60 ہزار اونٹوں، ایک ہزار جوڑے بیل، ایک ہزار گدھے کے مالک، سات بیٹوں، تین بیٹیوں کے باپ تھے۔ 140 سال عمر پائی۔

صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، پختگی ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ در حقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی صفت میں فرماتا ہے: وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ [النحل ۱۶:۱۲۷] تیرا صبر تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ (اور تیرا صبر خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔)

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اول صبر، دوم خلوص۔

فرمایا: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور ۵۲:۴۸) اپنے رب کے حکم سے صبر کر، تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی صفت میں فرماتا ہے: نِعْمَ الْعَبْدُ (صٓ ۳۸:۳۰) اچھا بندہ!

نبی ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقاماتِ متعددہ میں ہے۔ یہ مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے مرتبہ اقصیٰ ہے۔ اُس جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد ہی سے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ (بنی اسرائیل ۱۷:۱) پاک ہے وہ خدائے تعالیٰ جس نے شبا شب اپنے بندہ کو سیر کرائی۔

نبی ﷺ کی صفت نماز میں بھی حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبد سے کیا گیا ہے:

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ○ (العلق ۹۶: ۹-۱۰) کیا اُس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا عبد نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ [الجن ۷۲: ۱۹] جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اُسے پکارتا ہے۔

غالباً یہی راز ہے کہ نماز کو معراج المومنین کہا گیا ہے۔

۳-اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی صفت میں فرماتا ہے:

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (صٓ [۳۸: ۱۷]) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

اُن کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (صٓ ۳۸: ۴۱) اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعا میں حسنِ ادب کی پوری مراعات فرماتے تھے۔ دکھ درد وغیرہ کو ذاتِ سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا زندگی کے ہر لمحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۶۲) لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۱۶۳) (الانعام ۶: ۱۶۲-۱۶۳)

میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو!) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

زکریا علیہ السّلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کا مذکور فرماتے ہوئے فرمایا ہے: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (مریم ۱۹:۲) یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اُس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا (بنی اسرائیل ۱۷:۸۷) تیرے رب کی رحمت ہے اور اُس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

نیز فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷) ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔

اس مقام میں نبی ﷺ کا اسم مبارک ''رحمت'' رکھ دیا ہے یعنی پیکر نورانی کو رحمت مشکل فرمایا ہے اور یہ غایت درجہ کا شرف ہے۔

۳- اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دُعا کا ذکر فرمایا ہے: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (مریم ۱۹:۳) جب اُس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔

یہ دعا قبول کی گئی اور ان کو یحییٰ نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریاؑ کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدانِ اسباب ظاہر یہ اُن کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی ﷺ کے متعلق اللہ عزوجل فرماتا ہے: قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ (البقرۃ ۲:۱۴۴) ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا۔ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھرا دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان اور وحیِ انور میں تقلب ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا اُسے اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ معاملہ اہم تھا، ہزاروں انبیاءؑ کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا، مگر باری تعالیٰ کو اپنے حبیب کی پسند اور میلانِ طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا، قبلہ بدل گیا اور صاف طور پر فرما دیا گیا:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔(البقرۃ ۲:۱۴۳) قبلہ کو جس پر تو ہے، قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور اُلٹے پھر جانے والوں کی ہم الگ الگ شناخت قائم کر دیں۔

یحییٰ علیہ السّلام

یحییٰؑ اپنے والد پیر ہرم زکریاؑ کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی۔

نبی ﷺ بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیمؑ (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دُعا کا نتیجہ ہیں، جو اُنھوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بشمولیت حضرت اسماعیلؑ مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۲۷) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (۱۲۸) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱۲۹) (البقرۃ ۲: ۱۲۹-۱۲۷)

جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے تب وہ دعا کر رہے تھے (ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سمیع و علیم! اس عمارت کو قبول فرما اور اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے توابٌ رّحیم! ہم کو جملہ آدابِ عبادت سکھا اور ہماری فرمانبردار ذریت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔

۲- اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یحییٰؑ کی بابت فرماتا ہے: مُصَدِّقًا بِّكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ [آلِ عمران ۳: ۳۹] ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰؑ کو كَلِمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰؑ کو اُن کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ کے قدومِ میمنت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔

نبی ﷺ کا نام عزوجل نے مُصَدِّقًا بِّكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ [البقرۃ ۲: ۹۷] (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) رکھا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سرانجام فرمایا ہے۔

الف: نبی ﷺ نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارکہ سے اطلاع دی اور اُن کے حالات بیان فرمائے جن سے اہلِ کتاب بھی واقف نہ تھے، مثلاً ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ۔

ب: بعض انبیاءؑ کی نبوت کی حضور ﷺ نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہلِ کتاب کرتے تھے، مثلاً حضرت سلیمانؑ کی تصدیق بمقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق بمقابلہ یہود۔

ج: پھر اس سے بھی بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔ پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مہ آبادیوں وغیرہ کے سوا، جو سب ایرانی نژاد تھے، اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی۔ یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام تر قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ الگ کر رکھا تھا۔ نبی [ﷺ] ہی نے مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کا لقب حاصل کر کے اس عقدہ کو کھولا، اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیاتِ قرآنی کی تلاوت فرمائی، جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔ (الفاطر ۳۵:۲۴) کوئی اُمت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔

وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد ۱۳:۷) ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراھیم ۱۴:۴) ہر رسول کو ہم نے اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا [النحل ۱۶:۸۴] قیامت کے دن ہم ہر اُمت میں سے اپنا شہید (خدا کا گواہ) اٹھائیں گے۔

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اُسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

۳۔ حضرت یحییٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے۔ (آل عمران [۳:۳۹]) اور نبی کریم ﷺ کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے:

فرمایا: يٰسٓ [۳۶:۱] اے سید![1]

۴۔ حضرت یحییٰ کو اللہ تعالیٰ نے حَصُوْر بھی فرمایا ہے۔

نبی ﷺ بھی حَصور تھے۔ حَصور کے لغوی معنی حصر کردہ شدہ[2] باز داشتہ[3] ہیں، جس سے مراد وہ بزرگوار ہوتا ہے جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔ [المائدۃ ۵:۶۷] ”اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔“

---

[1] یہ معنی امام جعفر صادقؒ سے مروی ہیں۔ دیکھو کتاب الشفاء [قاضی عیاض]، ص ۱۶، مطبوعہ بریلی ۱۲۸۶ھ

[2] [حفاظت کیا جانے والا]

[3] [روکا جانے والا]

حَصور کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو۔ جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ 25 سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی۔ اس عمر کے بعد شادی ہوئی بھی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق والتجا پر، جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو رَد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ 53 سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور ﷺ کے گھر میں تھی۔ 50 سال کی عمر تک صرف خدیجۃ الکبریٰؓ اور 53 سال کی عمر تک صرف سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں، اُس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفسیہ اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی ہوں۔

ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان ناظرین کو ہمارے مضمون امہات المومنین میں ملے گا جس سے واضح ہوگا کہ نبی کی خواہش کا اُن میں کچھ دخل نہ تھا۔[1] ہاں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۡ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○
(الاحزاب ۳۳:۵۰)

---

[1] [دیکھیے: رحمۃ للعالمین، جلد اول، ص ۴۳۵-۴۳۷، مطبوعہ: ادارہ معارف اسلامی، لاہور، جون ۲۰۱۱ء]

اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں (۱) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے (۲) اور وہ عورتیں، جو اللہ کے دیے ہوئے فَے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (۳) اور چچا کی بیٹیاں (۴) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (۵) اور ماموں کی بیٹیاں (۶) اور خالاؤں کی بیٹیاں، جنھوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (۷) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔

اِن ہفت گانہ اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔ قسم دوم کے تحت میں ایک یا دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینبؓ بنت حجش کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اوّل میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازتِ ربانی اور حلتِ قرآنی، اِن اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو، اُس کے حَصور ہونے میں کیا کلام ہے۔

۵۔ یحییٰؑ کو نبی بھی فرمایا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ دفعہ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا گیا ہے۔

۶۔ یحییٰؑ کو خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۔ [مریم ۱۹:۱۲] فرمایا گیا ہے۔ یعنی اے یحییٰ کتاب کو قوت سے تھام۔

نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (الجمعة [۶۲:۲]) لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔

۷۔یحییٰؑ کی شان میں ہے: وَكَانَ تَقِيًّا ۔[مریم ۱۹:۱۳] خدا کی جانب سے نرم خو، نرم دل۔

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران ۳:۱۵۹) یہ خدا کی رحمت ہے کہ اُس نے تجھے نرم بنایا۔ اگر تو بد خو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استفاضہ سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔

۸۔یحییٰؑ کو وَكَانَ تَقِيًّا [مریم ۱۹:۱۳] فرمایا گیا ہے یعنی وہ ستھرے اور پاکیزہ تھے۔

نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ [البقرۃ ۲:۱۲۹] ''وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔''

۹۔یحییٰؑ کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَكَانَ تَقِيًّا (مریم [۱۹:۱۳]) ''وہ بہت تقوے والا ہے۔''

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۔ (الفتح ۴۸:۲۶) پھر خدا نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مومنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مومنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ نے یحییٰ ؑ کو وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ ۔ [مریم ۱۹:۱۴] ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے۔ ماں باپ سے سلوک کرنے کا حضور ﷺ کو موقع حاصل ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی نبوت کے عہدِ مبارک میں ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ تھیں۔ یہ حبشن تھیں اور لونڈی تھیں۔ اُنھوں نے حضور ﷺ کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے، اُن کی ملاقات کے لیے اُن کے گھر جایا کرتے اور اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ [1] سے اُن کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد یہی میری ماں ہے۔ اُن کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک زانو پر ایک طرف اور امام حسنؓ کو ایک زانو پر ایک طرف لے کر بیٹھتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا تھے۔ ان کو صِنْوُ اَبِیْ [2] (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

عیسیٰ مسیح السّلام

حضرت مسیح ؑ کی شان بلند انبیائے کرام کے زمرے میں نہایت نمایاں ہے۔

۱- قرآن حکیم میں ہے کہ اُن کی جدّہ (نانی صاحبہ) نے ان کی والدہ مریم صدیقہ ؑ کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی:

---

[1] [المعجم الکبیر، للطبرانی، جزء ۲۴، ص ۳۵۱]

[2] [المعجم الکبیر، للطبرانی، جزء ۱۹، ص ۲۶۳]

وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ (آل عمران۳:۳۶) ''میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

نبی ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی:

وَقُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ ۙ○ وَاَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ○ [المومنون۲۳:۹۷-۹۸] اے پروردگار! میں وساوس شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار! مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے۔ اس بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔

۲- فرقان حمید میں مریمؑ و عیسیٰؑ کی بابت ہے:

وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبۡوَةٍ (المومنون۲۳:۵۰) ہم نے مریمؑ اور ابن مریمؑ کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔

یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ اُن کی پرورش میں الٰہی سامان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بابت حی و قیوم فرماتا ہے:

اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى (الضحیٰ۹۳:۶) تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا پھر خدا ہی نے تیرا ٹھکانا بنایا۔

حضرت عیسیٰؑ کا باپ نہ تھا اور نبی ﷺ بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضانتِ پدری سے مہجوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں تھے۔

۳- حضرت عیسیٰؑ کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے:

قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا (مریم ۱۹:۳۰) ''میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔''

رسول اللہ ﷺ کی شان میں قادر ذوالجلال فرماتا ہے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا (الکھف ۱۸:۱) ''حمد ہے اس اللہ کی جس نے اپنے بندہ پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی، بلکہ اُسے پائیدار (صداقت) بنایا۔''

۴۔ عیسیٰؑ کا فرمودہ ہے، جو کتاب اللہ میں ہے:

وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۔ (مریم ۱۹:۳۱) مجھے مبارک بنایا، جہاں کہیں بھی میں رہوں۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم اپنی اُمت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے:

وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۔ [النور ۲۴:۶۱] ''تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو، تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔''

۵۔ عیسیٰؑ اُن احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو اُن کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا (مریم ۱۹:۳۱) ''خدا نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔''

نبی ﷺ کو معبودِ حقیقی کا فرمان ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر ۱۵:۹۹) ''موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔''

۶۔ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ربّ قدوس فرماتا ہے:

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۔ [البقرۃ ۲:۸۷] ''ہم نے روح القدس سے اُس کی مدد دی۔''

نبی کریم ﷺ کے حال میں معین المتین نے فرمایا:

وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ۔ (التوبۃ ۹:۴۰) ''ہم نے نبی ﷺ کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔''

نیز فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ ۔ (الانفال [۸:۶۲]) ''خدا نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی۔''

نیز فرمایا: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ۔ (النحل ۱۶:۱۰۲) کہہ دے کہ اس کلامِ ربانی کو روح القدس لے کر میرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔''

۷۔ فرقان حمید میں حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔ (الصف ۶۱:۶) ''عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی، جو مجھ سے پہلے آئی ہے، تصدیق کرتا ہوں اور میں اُس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اُس کا نام احمد ہو گا۔''

[رسالت مسیحؑ کے دو مقصد]

مسیحؑ نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: ۱- تصدیق تورات اور ۲- بشارت احمد۔ ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیحؑ نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا۔

(الف) تصدیق تورات:

حضرت مسیحؑ نے فرمایا: یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں، ایک لفظ یا شوشہ تورات کا ہر گز نہ مٹے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ (انجیل متی ۱۸-۱۷:۵)

یہ کلامِ معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ نے اپنی رسالت کے مقصد اولین کو بخوبی پورا فرمایا۔

(ب) بشارتِ مِنۡۢ بَعۡدِی ﷺ

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابل تدبر ہیں:

اوّل: مِنۡۢ بَعۡدِی اس سے یہ ضروری ٹھہرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی اور اس مبشر اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو، حائل نہ ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظِ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زاد نہیں ہے، بلکہ الشفا میں قاضی عیاضؒ نے اور

خصوصیاتِ صغریٰ میں امام جلال الدین سیوطیؒ نے اور انسان العیون میں ابن دحلان نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک احمد ﷺ ایسا نام ہے جو نبی ﷺ سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابل تدبر اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کہ کیا فی الواقع نبی ﷺ کا نام احمد ﷺ تھا۔ واضح ہو کہ نبی ﷺ کے ذاتی نام دو ہیں: احمد اور محمد۔ اسم پاک احمد حضور ﷺ کی والدہ نے بشارتِ رؤیا کے موافق رکھا اور اسم پاک محمد حضور ﷺ کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک ''حمد'' سے بنتے ہیں۔ اسم پاک ''احمد'' حمد سے افعل التفضیل ہے اور اسم پاک ''محمد'' حمد سے مفعّل کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیمؒ نے کتاب جلاء الافہام میں تحریر کیا ہے کہ علما کے ایک گروہ کا قول ہے، انہی میں ابوالقاسم سہیلیؒ وغیرہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک احمد پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد ﷺ بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کی بشارت میں حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔[1]

[حضور ﷺ کے اسم مبارک احمد کے دلائل]

اس ثبوت میں کہ احمد حضور ﷺ کا اسم مبارک ہے، ہم دلائل پیش کریں گے۔

اوّل-احادیث

---

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو حمد سے مناسبتِ خاص ہے۔ حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد و محمد ہے۔ حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں میدانِ محشر میں جو رایت [جھنڈا] ہو گا اس کا نام لواء الحمد ہے اور حضور ﷺ کی امت کا نام حمادون ہے اور حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا الحمد للہ سے آغاز ہوتا ہے۔

امام ابن سعد نے الطبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ اُمِرَتْ اٰمِنَةُ وَهِیَ حَامِلَةٌ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنْ تُسَمِّیَهُ اَحْمَدَ۔[1]

''امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ جب آمنہ کے شکم مبارک میں نبی ﷺ تھے اس وقت آمنہؓ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔''

۲-امام ابن سعد نے الطبقات الکبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ یَعْنِی ابْنِ الْحَنَفِیَّةِ اَنَّهُ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سُمِّیْتُ اَحْمَدَ۔[2] ''محمد ابن حنفیہ کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد ﷺ رکھا گیا تھا۔''

۳-الخصائص الکبریٰ میں بیہقی کی روایت مندرج ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُوْدُ بْنُ عَبْدِاللهِ فَاَسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُّ وَصْفَكَ فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَقَدْ بَشَّرَ بِكَ ابْنُ الْبَتُوْلِ[3] ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جارود بن عبداللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے) آئے اور اسلام لائے اور انھوں نے کہا کہ اُس خدا کی

---

[1] [الطبقات الکبیر، ابن سعد، ج ۱، ص ۹۸، تحقیق احسان عباس، دار صادر بیروت، ۱۹۶۸ء]

[2] [ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۴]

[3] [الخصائص الکبریٰ، بیہقی [یہ کتاب سر دست نہیں مل سکی الدر المنثور (تفسیر سورۃ الاعراف آیت ۱۵۶) میں یہ روایت انھی الفاظ میں بیہقی کے حوالے سے موجود ہے۔ جب کہ دلائل النبوۃ میں کسی حد تک تفصیل درج ہے۔ دیکھیے باب ذکر حدیث قس بن ساعدۃ۔ (مدوّن)]

قسم ہے جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰؑ) نے آپ ﷺ ہی کی بشارت دی ہے۔"

۴-امام ابن سعد نے الطبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ سَهْلٍ مَوْلَىٰ عُثَيْمَةَ، أَنَّهُ كَانَ نَصْرَانِيًّا مِنْ أَهْلِ مَرِيسَ، وَكَانَ يَقْرَأُ الْإِنْجِيلَ، فَذَكَرَ أَنَّ صِفَةَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْإِنْجِيلِ، وَهُوَ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِسْمَاعِيلَ، اسْمُهُ أَحْمَدُ[1]

"سہل مولیٰ عثیمۃ کہتے ہیں کہ اہل مریس کے اندر ایک نصرانی تھا، جو انجیل پڑھا کرتا تھا، اس نے بتایا کہ نبی ﷺ کی صفت انجیل[2] میں درج ہے وہ اسماعیلؑ کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہو گا۔"

۵- صحیح مسلم میں بروایت جبیر بن مطعم عن ابیہ ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحَا اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدِي[3] "کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے سے کفر کو محو کیا۔ میں حاشر ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو اُٹھیں گے۔ میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

---

[1] [الطبقات الکبیر، ابن سعد، ج۱، ص۱۰۴، تحقیق احسان عباس، دار صادر بیروت، ۱۹۶۸ء]

[2] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علماء فقط تورات کو اور بعض انجیل کو مجموعہ بائبل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

[3] [مسلم، کتاب الفضائل، بَابٌ فِي أَسْمَائِهِ ﷺ، ح۴۳۴۳]

۶-یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔[1]

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے 5 نام بتائے۔ان میں سے دو اسم محمد و احمد کے [معنی] نہیں بتائے اور 3 اَسماء "ماحی و حاشر و عاقب" کے معنی بتائے ہیں اس لیے صاف ثابت ہو گیا کہ محمد و احمد حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وصفی ہوتا تو اُس کے معنی بھی اسی طرح بیان فرما دیتے جیسا کہ اسم نمبر 3، 4، 5 کے معنی بتائے تھے۔

دوم-اشعار

ائمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ ائمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ کے استعمال کے لیے اشعار قدماء کی شہادت قطعی ہوتی ہے۔

(الف)اشعار قبل از ولادتِ نبوی(ﷺ)

۱-تُبَّع جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے[ق۱۴:۵۰]،یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔اُس نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود سے جنگ کی تھی۔اہلِ یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تُبَّع کی مہمانی کرتے۔ تین شب اس طرح گزر گئیں۔تُبَّع شرمندہ ہوا اور اُس نے صلح کی درخواست کر دی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے اُحیحہ بن الحلاج اَوسی،اور بنیامین

---

[1] [بخاری، کتاب المناقب، بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ النَّبِيِّ ﷺ، ح۳۳۳۹]

قرظی[1] مامور ہوئے۔ اُحیحہ نے تُبع سے عرض کیا کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔[2] ہم سے کیوں جنگ کی گئی؟ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح بھی نہیں کر سکتے۔ تُبع نے کہا کیوں؟ کہا: یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تُبع نے اس پر یہ شعر پڑھا:

اَلْقٰی اِلَیَّ نَصِیْحَۃً کَیْ اَزْدَجِرَ عَنْ قَرْیَۃٍ مَحْجُوْرَۃٍ بِمُحَمَّدٍ

''اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اُس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد ﷺ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔''

پھر یہ اشعار تصنیف کیے:

شَھِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ بَارِئِ النَّسَمِ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَابْنَ عَمِ

''میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اُس اللہ کے رسول ہیں جو جانِ آفریں ہے۔ اگر میری عمر اُس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔''

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔[3]

---

[1] بنو قریظہ سے قرظی کہلاتے ہیں۔

[2] اوس و خزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے۔ یہ سیلِ ارم کے بعد مدینہ میں آ گئے تھے۔

[3] [سیرۃ ابن اسحاق، ج ۱، ص ۲۹۔ آخری دو اشعار البدایۃ والنہایۃ، ج ۲، ص ۱۶۶ پر اور دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔] اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کے درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

۲- قس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا اس کے اشعار ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثًا

أَرْسَلَ فِینَا أَحْمَدَ خَیْرَ نَبِیٍّ قَدْ بَعَثَ

لَمْ یَخْلُنَا مِنْهُ سُدًی مِنْ بَعْدِ عِیسَیٰ وَا کْتَرَثَ

صَلَّی عَلَیْهِ اللّٰهُ مَا حَجَّ لَهُ رَکْبٌ وَحَثَّ[1]

(ب) اشعار جو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھے گئے:

۱- حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ المؤید بروح القدس، نبی ﷺ کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَتَیٰ یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَهِیمِ جَبِینُهُ یُلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ

فَمَنْ کَانَ أَوْ مَنْ قَدْ یَکُونُ کَاَحْمَدَ نِظَامًا لِحَقٍّ أَوْ نَکَالًا لِمُلْحِدِ[2]

"جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔ حق کو استحکام دینے اور ملحد کو ذلیل بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔"

---

[1] [البدایۃ والنہایۃ، ج۲، ص۲۳۶۔ ترجمہ: تعریف اللہ ہی کی ہے جس نے مخلوقات کو عبث پیدا نہیں کیا۔ عیسیٰؑ کے بعد اس نے ہمیں ایک دن بھی خالی نہیں چھوڑا اور ہمارا خیال رکھا۔ اس نے ہمارے درمیان احمد کو بھیج دیا۔ وہ بہترین نبی ہے جو اس نے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمتیں بھیجے، جب تک قافلے اس کا رُخ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اکساتے ہیں۔]

[2] [سبل الہدیٰ والرشاد، ج۲، ص۲۱]

یہ اشعار دیوان حسان رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شہادت امام ابن عبد البر کی کتاب الاستیعاب میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا: كَانَ واللهِ كَمَا قَالَ فِيْهِ شَاعِرُهُ.[1] ''بخدا نبی ﷺ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ ﷺ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے۔''

۲- کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ حضرت کعبؓ اُن تین بزرگواروں میں سے ہیں، جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق فرماتے ہیں:

غَدَاةَ أَجَابَتْ بِأَسْيَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ

وَأَشْيَاعُ أَحْمَدَ إِذْ شَايَعُوا عَلَى الْحَقِّ ذِي النُّورِ وَالْمَنْهَجِ [2]

''صبح کے وقت تمام بنواوس و خزرج نے اپنی اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبی ﷺ کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔''

۳- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا وَفُرُوْضَهٗ بِكُلِّ فَتًى عَارِي الْأَشَاجِعِ مُذْوَدِ

---

[1] [الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب حرف الحاء، ج۱، ص۱۰۱]

[2] [البدایۃ والنہایۃ، ج۴، ص۵۶]

يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا اِنْ اَصَابَ شَهَادَةً مِنَ اللهِ يَرْجُوْهَا وَفَوْزًا بِاَحْمَدِ [1]

"ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے ہمارا ہر جوان پھرتیلا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا تھا۔ ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا خدا کے ہاں سے فضیلت اور احمد ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔"

ج- حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک لمبے قصیدے میں فرماتے ہیں:

اَطَالَتْ وُقُوْفًا تَذْرُفُ الْعَيْنُ جُهْدَهَا عَلٰى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِيْ فِيْهِ اَحْمَدُ

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلِ وَبُوْرِكَتْ بِلَادٌ ثَوٰى فِيْهِ الرَّشِيْدُ الْمُسَدَّدُ [2]

"آنکھ پوری طاقت سے بہہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوں جس کے اندر احمد ﷺ ہیں۔ اے قبر رسول ﷺ تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو الرشید المسدد ہیں) خواب گاہ ہے۔"

۲- خاتم الخلفا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب خوارج نے کہا کہ وہ اُن کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انہوں نے زبانِ مبارک سے یہ شعر پڑھے تھے:

يَا شَاهِدَ الْخَيْرِ عَلَيَّ فَاشْهَدْ

---

[1] [سیرۃ ابن کثیر، ج۳، ص۴۰۷]

[2] [البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۲۸۰]

اِنِّیْ عَلٰی دِیْنِ النَّبِیِّ اَحْمَدْ

مَنْ شَکَّ فِی اللّٰہِ فَاِنِّیْ مُھْتَدِیْ [1]

"اے خدا لگتی بات کہنے والے! تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد ﷺ کے دین پر ہوں۔ اللہ کے بارے میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔"

۳۔ جگر گوشہ رسول سیدہ بتول رضی اللہ عنہ کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات پر ہیں:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدْ اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا [2]

"مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آپڑتیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد ﷺ سونگھ لے اس پر کیا واجب ہے؟ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔"

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باقتضائے مقام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و محقق رہا ہے۔ قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضور ﷺ کی تشریف آوری و رونق

---

[1] ماخوذ از کتاب الکامل لابی العباس المبرد

[2] [عیون الاثر، ج ۲، ص ۴۴۵]

افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کی حیات و ممات میں حضور ﷺ کے شاعرانِ خاص اور ذوی القربیٰ حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

[حضور ﷺ کے بعد اسم 'احمد، کا رواج]

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الٰہیہ نے حضرت عیسیٰؑ والی بشارت کو جو بحق نبی کریم ﷺ تھی، پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تذئیل میں [یعنی بطورِ تتمہ] ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اسم ہمایوں و گرامی کا اُمت محمدیہ میں بطور تیمن و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا کیونکہ حضور ﷺ کے بعد مِنۢ بَعۡدِیۡ کی شرط اُٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنّہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصولِ یمن و برکت مقصد رہ گیا، اس لیے قدرتِ الٰہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ مبشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم سے برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اسی طرح رحمت ربانی کا اقتضا یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرتا رہے کہ اس اسم کا مبشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ مسیحؑ کی صداقت دنیا پر آشکارا ہو چکی ہے۔

[مشاہیر موسوم بہ ''احمد'']

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہا و علما و شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بالاستیعاب

استقصاء کیا جاتا تو ایک جلد درکار ہوتی، مگر اس جگہ اسم مبارک احمد کے اعداد 53 کے مطابق نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

☆-ائمہ و محدثین (10)

احمد بن محمد بن حنبل (ابو عبداللہ) امام اہل السنۃ والجماعۃ، یکے از ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم

احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ الحافظ الکبیر ابو بکر بیہقیؒ

احمد بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبدالرحمن امام نسائیؒ)

احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسّر المشہور ابو اسحاق الثعلبیؒ

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی (الحافظ ابو نعیمؒ)

احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رحمۃ اللہ علیہ

احمد بن علی بن ثابت بن احمد الحافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادیؒ

احمد بن محمد بن احمد محمد سلفۃ الاصبہانی (الحافظ ابو طاہرؒ)

احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید الہمدانی ابو الفضل الحافظ معروف بدیع الزمانؒ

احمد بن عبدالحلیم بن عبداللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابو العباس)

☆-فقہائے محققین (19)

احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباسؒ)

احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص الطبری الفقیہ (ابوالعباسؒ)

احمد بن عامر بن بشیر بن حامد المروزی القاضی ابو حامدؒ

احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القحطان البغدادی (ابوالحسینؒ)

احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک الازدی الطحاوی (ابو جعفرؒ)

احمد بن ابی طاہر محمد بن الاسفرائینی (الشیخ ابو حامدؒ)

احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبی المحاملیؒ

احمد بن محمد بن جعفر ابوالحسین (المعروف قدوریؒ)

احمد بن ابی ابوداؤد فرح بن جریر الایادی القاضی (ابوعبداللہؒ)

احمد بن محمد بن عبدالرحمن الہروی القاشانی (ابوعبیدؒ)

احمد بن علی بن محمد الوکیل ابوالفتح المعروف "بابن برہانؒ"

احمد بن محمد بن المظفر الخوانی (ابوالمظفرؒ)

احمد بن موسیٰ بن یونس بن محمد الارملی (ابوالفضل شرف الدینؒ)

احمد بن محمد بن ابوالفضل المعروف بابن الخازن ابوالفضلؒ

احمد بن فارس بن زکریا بن محمد الرازی (ابوالحسینؒ)

احمد بن محمد الحسینؒ ابوبکر ناصح الدینؒ

احمد بن منیر بن احمد الطرابلسی (ابوالحسین مہذب الدینؒ)

احمد بن علی بن ابراہیم الغسانی الاسواتی (القاضی الرشیدؒ)

احمد بن عبدالغنی بن احمد اللخمی المالکی (ابوالعباسؒ)

☆- عرفائے کاملین (4)

احمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالیؒ (ابو الفتوح، برادرِ امام غزالیؒ)
احمد سرہندی الشیخ الامام المجدّد الف ثانی، فاروقیؒ
احمد المدعو بشاہ ولی اللہ المحدث بن شاہ عبد الرحیم الفقیہ الدہلویؒ
احمد بریلوی السید الامام المجاہد فی سبیل اللہ

☆-وزراء وامراء(6)

احمد بن محمد بن عبد الکریم بہ سہل الکاتب ابو العباس صاحب کتاب الخراجؒ
احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التنوخی (ابو الجلا الموی)
احمد بن عبد الملک الاشجعی الاندلسی ذی الوزارتین الاعلیؒ
احمد بن ہارون الرشید بن المہدی الہاشمی (ابو العباسؒ)
احمد بن طولون صاحب دیار مصریہ (ابو العباسؒ)
احمد بن المستنصر بن الظاہر (ابو القاسم)

☆-شعراواد با(13)

احمد بن الحسین بن الحسین بن عبد الصمد الجعفی الکوفی، ابو الطیب المتنبّی
احمد بن محمد الدارمی المصفی المعروف بالنامی (ابو العباس)
احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم طباطبا
احمد بن محمد الانطاکی (ابو حامد الشاعر)
احمد بن جعفر بن موسیٰ برمکی الندیم
احمد بن محمد بن العاصی بن محمد الاندلسی (ابو عمرو)

احمد بن عبداللہ بن احمد بن غالب المخزومی اندلسی القرطبیؒ (ابوالولید)

احمد بن محمد الخولانی الاندلسی المعروف بابن الآبار

احمد بن یوسف السلیکی (ابونصر)

احمد بن محمد بن علی الثعلبی الدمشقی (ابوعبداللہ)

احمد بن محمد بن احمد المیدانی النیشاپوری (ابوالفضل)

احمد بن عبداللہ بن احمد اللخمی القاسمی (ابوالعباسؒ)

احمد بن علی بن احمد بن البنی (ابوالعباس)

☆- نحویین (2)

احمد بن محمد بن اسماعیل بن یونس المرادی المصری ابوجعفر

احمد بن بکر بن بقیۃ العبدی ابوطالب

باب دوم

افضیلتِ سید المرسلین ﷺ

فصل دوم: حضور ﷺ کے انفرادی فضائل

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا، فضیلت خاتم النبیین کا بیان [دیگر] مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا مگر حضور ﷺ کی نعوتِ عالیہ اور محامد و متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور ﷺ بالکل منفرد ہیں اُن کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب [کے باب ششم] میں ہوگا۔ خاتمہ باب سے پیشتر اس جگہ ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ محبان صادق و متبعین مخلص اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔

اللہ جل وعلا نبی کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (42) وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ [الاحزاب ۳۳: ۴۵-۴۶۔ اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔]

شَاهِداً

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الاحزاب۳۳:۴۵) [اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر]

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الفتح۴۸:۸) [ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبر دار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے]

لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا (الحج۲۲:۷۸) [تاکہ رسول تم پر گواہ ہو]

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرۃ۲:۱۴۳) [اور رسول تم پر گواہ ہو]

وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء۴:۴۱) [اور ان لوگوں پر تمھیں گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے۔

''شہادت'' امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اُس امر کا باور کرانا ہے۔ نبی ﷺ کی شہادت، جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تیقن کے درجہ تک پہنچایا، امور ذیل کے متعلق تھی:

ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات و تنزیہہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا و سزا سے تعلق، جزا و سزا کی حقیقت، وجود عالم معاد، عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعہ۔

ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تیقن کو ملحدوں اور دہریوں، منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا، یہ حضور ﷺ ہی کا حصہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرتِ الٰہیہ اور حکومتِ ربانیہ نے نبی ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔

یہ ایک قانونی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملے کے ثبوت و نفی پر ذرا موثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجے تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی ثقاہت، اعتبار اور راست بازی ہے۔

نبی ﷺ کی راست بازی اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابو بکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد کو رسولِ خدا تسلیم کر لیا؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔

ہرقل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابوجہل جیسے الدّالخصام نے کہا تھا کہ محمد! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں، لیکن شہادت دہندہ کی ثقاہت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالتا، یا بقولِ ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرنا اپنی ہنسی کرانا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔

حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے سمع اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے نعرہ سے فضائے ارض و سماء کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اُٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلتے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجمی کیا عربی، کیا شرقی کیا غربی، ہر ایک اُسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار در ہزار اور شمار در شمار بندوں کو وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے فرض پر آمادہ

نہیں کر لیتا اور اسود و احمر اور عبید و ملوک کو کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔ شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد غیبی موجود ہو گئے ہیں۔ ملکوں اور قوموں، جزیروں اور وادیوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزمِ رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی اُن سب کو یہ سنا دیتا ہے:

اَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ قَالُوْا بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِہٖ یَرْفَعُھَا اِلَی السَّمَآءِ وَیَنْکُتُھَا اِلَی النَّاسِ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ[1]

(وہ پوچھتا ہے کہ) لوگو، وہ قاضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا تو آپ کیا بتائیں گے؟ سب کے سب متفق اللفظ بول اُٹھتے ہیں: اجی حضور ﷺ نے تو جتنا کچھ فرمانا تھا اسے خوب ہی فرمایا۔ حضور ﷺ نے تو تبلیغ و تفہیم کا حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کا کھوٹا کھرا پن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اُٹھاتا، پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بھیجنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے: الٰہی! میری شہادت کو سُن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا، ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرما لینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہِ عالم میں شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا

---

[1] [البدایۃ والنہایۃ، ج۵، ص۱۴۸]

دوسری صفت حضور ﷺ کی وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جایئے، کسی نبی کی نسبت عَلَیْہِمْ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بشیر ونذیر، دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مُبَشِّر ومُنْذِر کے لفظ بھی ہیں اور بَشِیْر و نَذِیْر بھی، اور چونکہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے، اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علّو مرتبتِ نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا ۔ (الاحزاب۳۳:۴۷) مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ (یونس۱۰:۶۴) ”ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ خدا کے فرمودہ میں تبدیلی نہیں ہے یہ بشارت برترین کامیابی ہے۔“

ایک جگہ فرمایا:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ۔ (الزمر۳۹:۱۸) ”ان بندوں کو بشارت سنادے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقے پر چلتے ہیں۔“

یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انھی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔

اِنْذار کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں، لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو اُلٹ دیتا ہے۔ اِنذار کے معنی تو یہ ہیں کہ آدمی کو اُس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاءؑ اپنی اپنی اُمت کو اُن کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور بُرے انجام اور بُرے نتیجے کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی، خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوعِ انسانی اور حُبِّ جنس سے اشاعت پاتی ہے۔

نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بہ درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کجی اور اُس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور ﷺ کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم جلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پر دیوانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔[1]

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سر گرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ ہی کا حصہ ہے۔

الف: اُس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے یَاۤاٰلَ فِهْرٍ وَیَاۤاٰلَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔

---

[1] [بخاری، کتاب الرقاق، بَابُ الِانْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِي، ح٦١١٨]

ب: اُس خلوت کدہ کا خیال کرو، جہاں مکہ سے دُور اور دامنِ کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابو ارقم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔

ج: کوہِ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہہ رہا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔

د: عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی ﷺ یَآاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تُفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابو لہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور ﷺ کو دیوانہ بتا رہا ہے۔

ھ: مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھاٹی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر اس پُر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطراتِ راہ کے تصور نے یثرب کے قافلہ کو اُسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نورِ عالم ﷺ اُسی تاریکی میں یکہ و تنہا اس لیے گام فرسا ہیں کہ شاید کسی ایک ہی نفس کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔

و: کوہ تنعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور متکبرانہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ دیکھتے ہیں کہ دشمن سرِ باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا۔ حضور ﷺ اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اُسے وہی مبارک نام سناتے ہیں، جو غافل انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اُٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔

ز: راہِ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے۔ خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گزر رہے ہیں، جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور ﷺ کے ہمرکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے۔ کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطرہ لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور راہروؤں کو تیز گامی سے لیے جارہا ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ دعوتِ الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔ اُم معبد الخزاعیہ، سراقہ بن مالک المدلجی اور بریدہ بن الحصیب اسلمی اور اس کے ستر ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اس خشک بیابان ہی میں آبِ حیات پیا اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

ح: آٹھ یوم کی شبار وزی تگاپو [یعنی دن رات مشقت] کے بعد خدا کا رسول ﷺ قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آزما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے، مگر حضور ﷺ اُس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرمارہے ہیں، جہاں سے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کی صدا ہر صبح و مساء پہاڑیوں سے ٹکراتی، غافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک اُس داعی کی پکار کو تازہ کررہی ہے۔

ط: حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں۔ اہلِ مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ، صابی و ترسا بھی اہلِ ایمان کی طرح ہمہ راہِ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور خدا کا رسول اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ٹھہر جاتا، بنی سلیم کے قلوبِ سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

ی: مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور ﷺ کے فرشِ راہ بنائے بِاَبِی وَاُمّی، بِاَبِی وَاُمّی عرض کررہا ہے، مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں۔ کوچہ میں صاف زمین پر اُس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ وہ ناک

چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: محمد! تم نے گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ ہنس پڑتے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

ک: رُبیع بنت معوذ ایک شب کی بیاہی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حربیہ اشعار فخریہ لہجے میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو اُن کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

ل: سسکتی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں۔ اُس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے بچے ابراہیمؓ کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اُس وقت بھی حاضرین کو سخط اور رضائے الٰہیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

م: آخری مرض ہے، گیارہ دن کے تپ شدید اور دردِ سر میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سر گرمی ہے۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں، منبر پر نہ کھڑا ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت بالغہ و مواعظ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

ن: آخری دن ہے، سفرِ آخرت میں صرف پانچ گھنٹے کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں۔ نبی ﷺ ضعف اور شدتِ دردِ سر کی وجہ سے اپنے بستر پر، جسے کھجوروں کے پٹھوں سے نرم بنایا گیا ہے، لیٹے ہیں۔ دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلبِ

پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا، اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اُس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک خدا کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے یک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

س: آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسے اُس تنگ حجرہ میں جمع ہیں جس کے اندر دس سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم بر عباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔ اَلصَّلَاۃَ اَلصَّلَاۃَ وَمَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ نماز، نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔

ع: آخری سانس ہے دیدۂ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے۔ اُس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے، جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے، اَللّٰھم الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشمِ حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔

ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو۔ اس لیے دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرّف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُّنِیْرًا

سورۂ فرقان اور سورۂ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورۂ نبا میں سِرَاجًا وَّھَّاجًا فرمایا ہے مگر سِرَاجًا مُّنِیْرًا ایسا لفظ ہے جس کا استعمال ذات پاک نبوی کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔

نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے، کیونکہ اس نظام کے جملہ سیّارگان کا قبلۂ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے، یہی نیر اکبر ہے۔ عالم کون وفساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالمِ مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب خداوند کریم عالم روحانی کے نیر اعظم[1] کو اپنے نور میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا کے خطاب سے روشناسِ عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیّارگان سمائے نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالمِ شریعت کی بقائے دوام کی علّت اولیٰ بھی (صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دُور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر وشرک کو محو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی، انہیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی مہیمن ثابت ہوئی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت کرۂ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے۔ لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر وشرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیر، رواج کی گھٹا، تقلید کی اندھیاری کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نورِ ایمان سے، دماغوں کو عقائدِ صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتابِ مبین کے مطالعہ سے، خلا کو نورانی تعلیم سے، دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنوں کو براہین مبینہ سے روشن فرما دیا۔

---

[1] قرآن مجید کا نام نور بھی ہے۔

اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیا کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمِ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ [1] ثابت ہوئے۔ وہ جو حمایت سے راہ وراہنما گم کردہ تھے، اب خود خضرِ راہ بنے۔

بعض شپر چشم آفتاب کی روشنی میں چندھیا جاتے ہیں اور بعض بوم طبع رات کی تاریکی ہی میں پر و بال کھولتے ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے، جو انوارِ محمدی کی تاب نہیں لا سکتے اور ضوء رسالت سے مستنیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس سراج ربانی پر پروانہ وار نثار ہونا ضروری ہے۔

---

[1] [اس حدیث کو اکثر محدثین نے انتہائی ضعیف، بلکہ موضوع قرار دیا ہے۔ البتہ مسلم کِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ. بَابُ بَيَانِ أَنَّ بَقَاءَ النَّبِيِّ ﷺ أَمَانٌ لِأَصْحَابِهِ (ح۴۵۹۶) میں ایک حدیث موجود ہے جو اس مفہوم کی تائید کرتی ہے۔ (مدوّن)]

باب سوم

رحمۃ للعالمین

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

قرآن میں عالمین کا ذکر

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید دیکھنا چاہیے کہ لِلۡعٰلَمِيۡنَ کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ ۔(الانعام ۶:۹۰)

اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (یوسف ۱۲:۱۰۴، ص ۳۸:۸۷)

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ-(القلم ۶۸:۵۲)

اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا لِلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (الانبیاء ۲۱:۷۱)

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (آل عمران ۳:۹۶)

فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَاَصۡحٰبَ السَّفِيۡنَةِ وَجَعَلۡنٰهَآ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (العنکبوت ۲۹:۱۵)

وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَآ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۔ (الانبیاء ۲۱:۹۱)

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡعٰلِمِيۡنَ ۔ [الروم ۳۰:۲۲]

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 1، 2، 3 میں قرآن مجید کو ذکر للعالمین فرمایا گیا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے ''ذکر'' ہے۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ ''مُذَكِّر'' ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۔(الغاشیۃ۲۱:۸۸)

آیت نمبر 4، 5 میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر 4 بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر 5 بیت الحرام کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب واحترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الٰہی میں اُن کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لیے مشترک ہے اور لفظ هدًى بیت الحرام کے لیے خاص اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم شدہ ہے۔

آیات نمبر 6، 7، 8 میں لفظ آیت کا استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر 6 میں حضرت نوحؑ کی کشتی کو یا اہلِ کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر 7 میں حضرت مریمؑ اور اُن کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر 8 میں نوعِ انسانی کی مختلف زبانوں اور متلوّن رنگتوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ صرف قرآن مجید ہے مُبٰرَكٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ بیت المقدس و بیت الحرام ہیں اور لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم و حضرت ابن مریم اور اقوامِ عالم کا اختلاف الوان اور تباین اَلسنہ ہیں۔

رحمت کا ذکر نبی ﷺ کے لیے

اور لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ ہی کے لیے ہوا۔ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔(الاعراف[۷:۱۵۶]) میری رحمت ہر ایک شے سے زیادہ وسیع ہے۔

پس جب نبی ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔

رحمۃ للعالمین ہونے کی شرطیں

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمۃ للعالمین وہی وجودِ مزکّی ٹھہرے گا:

جس نے اہلِ عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلا شائبہ غرض اور بلا آمیزشِ طمع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو۔

جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو۔

جس نے دل کو پاک، رُوح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔

جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔

جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و پادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ، اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرّہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفانِ ربّانی کی سیر کرائی ہو۔

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔

جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔

جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔

جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔

جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

نبی ﷺ کی صفاتِ رحمۃ للعالمینی

وہ غریب کا محب... مسکین کا ساتھی شاہوں کا تاج... آقاؤں کا آقا

غلاموں کا محسن... یتیموں کا سہارا بے آسروں کا آسرا... بے خانماؤں کا ماویٰ

دردمندوں کی دوا... چارہ گروں کا دردمند مساوات کا حامی... اخوت کا بانی

محبت کا جوہری... اخلاص کا مشتری صدق کا منبع... صبر کا معدن

خاکساری کا نمونہ... رحمت ربانی کا پتلا اوّلین انسان... آخرین رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟ ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے جس نے ملکوں کی دُوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین دُور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

رحمتِ عامہ کے حامل

ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے:

جو یہودیوں کی طرح نذر و منت کی قبولیت کے واسطے بنی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔

جو، کاتھولکوں کی طرح آسمان کی کنجیاں شخصِ واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔

جو، رُوح کو سُرگ یا نرگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔

جو، خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی پادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔

جو، نسلِ واحد کے افراد ہی کو خدا کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔

جو، یہودیوں، عیسائیوں، زردشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماؤں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و افضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا اور اسے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خدا و بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں: عداس نینوائی، بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی، ضماد ازدی، طفیل دوسی، ذوالکلاع حمیری، عدی طائی، ثمامہ نجدی، ابوسفیان اُموی، ابوذر غفاری، ابوعامر اشعری، کرز فہری، ابوحارث مصطلقی، سُراقہ مُدلجی پہلو بہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟! یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق وکالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامانِ دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشّامِ جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

مرجعِ خلائق پیغمبر

ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے حجازی قوموں میں اُسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا، جو عزت کلیسائے روما کے مسند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔

اُس کے دربار میں عبداللہ بن سلام بھی موجود ہے۔ نسب عالی کے سلسلے کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیمؑ تک منتہی ہوتا ہے، قومی وجاہت پر نظر کرو تو یہودانِ بنوقریظہ وبنوقینقاع و بنونضیر و خیبر وفدک کا بچہ بچہ انہیں خَیْرُنَا وَابْنُ خَیْرِنَا کہہ کر یاد کرتا ہے، فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سُن لو کہ ربیون اور احبار تک سیدنا وابن

سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربارِ محمدی کے صف فعال میں جا گزیں ہیں اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہے ہیں:

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس بھی حاضر ہے۔ صحفِ انبیاء کا عالم ہے۔ سوریا اور یروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے۔ توراۃ وانجیل کو قدیم زبانوں میں پڑھا ہے۔ دربارِ ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربارِ حبش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیانِ حجاز کا گویا سب سے بڑا بشپ یہی ہے۔ اب وہی مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ [المائدۃ۵:۷۵] کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا ہے، جو زرتشتی مذہب چھوڑ کر کاثولیکی عیسائی بنا، پھر اطمینانِ قلب نہ پاکر دین حقہ کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل وجان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرمادیتے ہیں: سَلْمَانُ بْنُ إِسْلَامٍ بْنِ إِسْلَامٍ بْنِ إِسْلَامٍ، سَبْعِينَ مَرَّةً اسی طرح ستر بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت ومردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ اُحد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے ازدیاد غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فاتح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے۔ وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات وعزیٰ کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہِ حبش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔

اسی دربار میں ذوالبجادین موجود ہے جو گھر بار اہل و عیال کو چھوڑ کر آیا ہے۔ کمبل کا تہہ بند، کمبل کرتہ، جس پر ببول کے کانٹوں سے بخیہ گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرطِ شوق اور جوشِ انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہِ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

مفتوح دشمن سے رواداری

ہاں! رحمۃ للعالمین وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخذول و مقہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

الف: إِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ یہود بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی۔

ب: وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَىٰ مَنْ حَارَبَ جو کوئی اُن سے لڑے مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

ج: وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيحَةَ، وَالْبِرَّ دُونَ الْإِثْمِ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی، نفع رسانی، نیکی کے ہوں گے۔

د: وَأَنَّ بِطَانَةَ يَهُودَ كَأَنْفُسِهِمْ یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

ہ: وَأَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔[1]

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے:

ا۔ لِنَجْرَانَ جِوَارُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ، وَمِلَّتِهِمْ، وَأَرْضِهِمْ، وَأَمْوَالِهِمْ، وَغَائِبِهِمْ، وَشَاهِدِهِمْ، وَعَشِيرَتِهِمْ، وَتَبَعِهِمْ "اہلِ نجران کو خدا کی حفاظت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہو گی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور اُن کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔"

۲۔ وَأَنْ لَا يُغَيِّرُوا مَا كَانُوا عَلَيْهِ "ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔"

۳۔ وَلَا يُغَيَّرَ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ "ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہ جائے گا۔"

۴۔ وَلَا يُغَيَّرَ كُلُّ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ[2] "اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے اُس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔"

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو کافروں کو بھی بہ آواز بلند سناتا ہے:

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ا، ص ۱۷۸

[2] فتوح البلدان، بلاذری، [ج ا، ص ۷۷]

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ [الکافرون۱۰۹:۶] ''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔[البقرۃ۲:۲۵۶] ''دین کے معاملے میں کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔''

پھر اسی سلسلے میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۔[النور۲۴:۵۴] رسول کا کام لوگوں کو احکامِ الٰہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

بھلائی کی تعلیم

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو تمام عالم [کو] نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ (الممتحنۃ۶۰:۸) ''خدا تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ خدا تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انھوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔''

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اس طرح تعلیم دیتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ [حٰمٓ السجدۃ ۳۴: ۳۴]

''بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔''

عدل وانصاف کی تعلیم

رحمۃ للعالمین وہ ہے جو معاملاتِ انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (النساء ۴:۸) ''کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمھیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچ نہ لے جائے، انصاف ہی کرو۔ یہی خداشناسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو، خدا خوب جانتا ہے۔''

فرمایا: وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ؘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ (المائدۃ ۵:۲) ''قوم کی یہ مخالفت کہ انھوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا، تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو۔ تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اُن کی مدد کرو اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔''

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو شہادت واقعہ کے لیے لوگوں کو اس طرح تیار کرتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۔ (المائدۃ ۵:۸) ''اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔''

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا -(النساء ۴:۱۳۵)

"اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے والدین کے خلاف یا اقربا کے خلاف ہو (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمہیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ خدا اُن دونوں سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ سچی شہادت سے عدولی کرو، یا دبی زبان سے کوئی بات کہو یا گواہی سے ٹل ہی جاؤ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو، خدا خوب جانتا ہے۔"

میاں بیوی کے حقوق کی تعلیم

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ-(الروم ۲۱:۳۰)

"خدا کے نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنادیا تاکہ تم اُن سے تسلی پاؤ، پھر تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔"

رحمۃ للعالمین وہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتے کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اُس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی: اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ-[الزخرف ۴۳:۷۰] ''تم اور تمہاری بیویاں شادی ونشاط اور نعمت وشادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔''

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سناتا ہے: وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِىۡ عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۔ [البقرۃ ۲:۲۲۸] ''عورتوں کے حق شوہروں پر ویسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔''

پھر سنیارٹی [فوقیت] کے متعلق یہ تعلیم فرماتا ہے: اَلرِّجَالُ قَوَّامُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ وَّبِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ -[النساء ۴:۳۴] ''مرد غالب ہیں عورتوں پر بوجہ اس فضیلت کے جو خدا نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔''

انسانی جان کی حرمت اور جنگ کے اصول

ہاں رحمۃ للعالمین وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر وقیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ۔(المائدۃ ۵:۳۲) ''اگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اُس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔''

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوشِ انتقام کے وفور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، درماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ، مذاہب مختلفہ اور ادیانِ متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی اِن اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔ اب اصول ہائے بالا پر رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے احکام کو سنو۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۔ (الحج ۲۲:۳۹-۴۰)

”جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے کیونکہ وہ مظلوم تھے اور خدا ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں، صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ (یہ اجازت دے کر) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معابد، پارسیوں کے مندر، مسلمانوں کی مسجدیں، (جن میں خدا کا بہت نام لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔“

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۔ (النساء ۴:۷۵)

''تم خدا کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ خدایا! ہم کو اس بستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔''

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے، تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوسِ حکمرانی کے لیے، بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دینے کے لیے۔ جنگ کو اختیار کیا گیا تھا، نہ تلوار کا خوف دِلاکر کلمہ اسلام پڑھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو؟ اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہر گز نہیں، تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔ ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جس سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے: فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔(التوبۃ۹:۲) ''یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔''

جنگ کے لیے اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے، لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے:

الف: اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ۔ [النساء ۴:۹۰] ”جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں، جن سے تمہارا عہد ہے۔“

ب: اَوۡ جَآءُوۡکُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ اَوۡ یُقَاتِلُوۡا قَوۡمَہُمۡ۔ [النساء ۴:۹۰] ”یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رُک گئے۔“

تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا: فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا۔ (النساء ۴:۹۰) ”پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔“

خیال کرو کہ یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بجبر قبلوانے کا ہر گز نہیں۔

غور کرو! کہ ایک معاہد قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو اُن سے مسلمانوں کا تعلق بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو فَاِخۡوَانُکُمۡ فِی الدِّیۡنِ کے درجے میں ہوتے۔ پھر اس معاہد قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔ پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا، جو مسلمانوں سے یہ عہد کر لے کہ وہ نیوٹرل (غیر جانب دار) رہے گا۔ نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ اُن کے مخالفین کا۔ دیکھو! اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا بجبر قبولوانا ہوتا، تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

اچھے اخلاق کی تعلیم

ہاں! رحمۃ للعالمین وہ ہے جو انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسنِ جمیلہ اور صفاتِ کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔

ماں باپ کی بابت سکھایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا- (بنی اسرائیل ۲۴:۱۷) ''اُن کے لیے ذلت کے بازوؤں کو زمین پر بچھادے اور دعا بھی کیا کر، اے خدا! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے۔''

اس حکم میں فرماں برداری، اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اسی طرح ہر انسان خدا کے رحم کا محتاج ہے۔

قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ-(النور ۲۲:۲۴) ''چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور در گزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ خدا تم کو معاف کر دے۔''

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان معافی کا خدا سے خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا۔ گویا یہ اصول بتایا: ''معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔''

زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا -(بنی اسرائیل ۱۷:۳۲) ”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ تو بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے۔“

برے راستے کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔ ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگیٔ طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو، مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا، لیکن کیا اُسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اس کی بیٹی بہو غیر کے بستر پر جائے، اس کی غیرت اُسے پسند نہیں کرتی تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا رستہ بنا رہا ہے؟ یہ رستہ سب سے پہلے اُس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین وہ ہے، جس نے شراب اور جوئے کی حُرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو رجس اور عملِ شیطان اور بنائے عداوت و سببِ بغض و سرمایۂ غفلت اور ذریعۂ دوری از خدا بتایا۔ یہ فیصلہ اس زمانے کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار پولوس کی ہدایت کے پابند [از راہِ تعیش] سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے، جب ایران شراب کے پیالہ کو جامِ جم سمجھتا تھا، جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹھاکروں کے تقرب کے لیے اُس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا، جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اُس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا، اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا، لیکن یورپ کی جنگ عظیم (از 1914 تا 1918ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔

شاہِ برطانیہ جارج پنجم نے ترکِ مَے نوشی میں اول قوم کو خود نمونہ بن کر دکھایا۔ پھر روس وانگلستان وفرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔

فی الواقع ترکِ شراب ایک رحمت ہے اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلے کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جا سکتے ہیں۔

ناظرین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم وغیر مسلم ہر دو مساوی طور پر اُن سے مستفید ہو سکتے ہیں، چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شائستگی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین تھے۔

البتہ اہلِ اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفاتِ خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتابِ حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا ہے: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ [التوبۃ ۹:۱۲۸] دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رأفت کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی ﷺ کی رحمت ورأفت سے استفاضہ کرتے ہیں۔

باب چہارم

حُبُّ النبی ﷺ

فصل اوّل: محبت کی حقیقت

محبت اور عشق میں فرق

غزلیات وآبیات کے شیدا، لفظِ عشق کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظِ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔[1] قاموس میں ہے: اَلْجُنُونُ فُنُونٌ، وَالْعِشْقُ مِنْ فَنِّهِ، يَسْتَجْلِبُهُ الْمَرْءُ عَلَى نَفْسِهِ بِاسْتِحْسَانِ بَعْضِ الصُّوَرِ وَالشَّمَائِلِ[2] یعنی جنون کی بہت سی اقسام ہیں عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

---

[1] وَلَا يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَفْظُ الْعِشْقِ فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ الْبَتَّةَ (زاد المعاد، ج ۲، ص ۹۶) واضح ہو کہ حدیث مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَمَاتَ، فَهُوَ شَهِيدٌ اور حدیث مَنْ عَشِقَ وَ كَتَمَ، وَعَفَّ، وَصَبَرَ، إلخ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

[2] [یہ عبارت نہیں ملی، القاموس المحیط للفیروز آبادی میں عشق کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: عَجَبُ الْمُحِبِّ بِمَحْبُوبِهِ، أَوْ إِفْرَاطُ الْحُبِّ، وَيَكُونُ فِي عَفَافٍ وَفِي دَعَارَةٍ، أَوْ عَمَى الْحِسِّ عَنْ إِدْرَاكِ عُيُوبِهِ، أَوْ

پس جب عشق کے معنی قسمے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور رسول ﷺ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسنِ جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفتِ کمالِ انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات [عالیہ] کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایان ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب، محبوب ہی ہے، خواہ کوئی محب پیدا ہو یا نہ ہو، مگر معشوق، معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ''لیلیٰ را بہ چشم مجنون باید دید'' کے واضع نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

محبت کی تعریف

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار للمحبوب کا نام ہے۔

بعض نے کہا محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔

مَرَضٌ وَسَوَاسِيٌّ يَخْلِبُهُ إِلَىٰ نَفْسِهِ بِتَسْلِيطِ فِكْرِهِ عَلَى اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْأُمُورِ (دیکھیے مادہ ع ش ق، باب القاف، فصل العین)]

میرے نزدیک تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمراتِ محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روحِ انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی رُوح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث شریف اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ[1] اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے درجات

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع واعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اُسی قدر ارفع و دائمی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اُس کا اُس کی جانب میلان ہوگا۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ (البقرۃ۲:۱۶۵) ”مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، مگر جو ایمان والے ہیں اُن کی محبتیں خدا کے ساتھ بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلب کو ایمان، فؤاد کو ایقان، روح کو راح اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک

---

[1] [بخاری، کتاب الانبیاء، بَابُ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، ح۳۱۵۸]

چشمہ جو خس و خاشاکِ علائق سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رُک گیا تھا، پھر فوارہ وار اُسی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تختِ ارتقا پر بٹھاتی ہے۔ محبت ہے، جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرمادیا ہے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[1] ''ہر شخص کا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

محبت کی بنیاد کمال اصلی

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمالِ اصلی پر ہوتی ہے۔ سیکڑوں اشخاص حاتم طائی سے محبت رکھتے ہیں، اس لیے نہیں کہ انہیں اس کی جائیداد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے، بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جود و سخا سے محبت ہوتی ہے۔

سیکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں، نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں دادرسی یا کسی دعویٰ میں ڈگری اُس داوری گاہ سے ملی [ہے]، بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل و داد کو محمود سمجھتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، عن ابی موسیٰ، بَابُ عَلَامَةِ الْحُبِّ، کتاب البر والصلۃ، [۵۸۱۶]

سیکڑوں اشخاص رستم واسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سر گرمی سے سنا کرتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفتِ مردانگی و شجاعت سے اُن کو محبت ہوتی ہے۔

بیسیوں اشخاص سقراط وافلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں، جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے، کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم وحکمت کے خود قدردان ہوتے ہیں۔

بیسیوں اشخاص شیکسپیئر، ہومر، فردوسی و سعدی، لبید و متنبی، بیاس اور دالمیک کی فصاحت وبلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوتِ گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزکّیٰ کی محبت کا مذکور ہے، اس کی شانِ بلند کا تعقّل کرنے کے لیے خیال کرو:

ایک آدمؑ... إِنَابَتْ إِلَى اللهِ کا راز آشکارا کرنے والا،

ایک ادریسؑ... علوم اوّلین وآخرین کا درس دینے والا،

ایک نوحؑ... اسرار واعلان سے تبلیغ کرنے والا،

ایک ابراہیمؑ... گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا،

ایک اسماعیلؑ... بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا،

ایک یعقوبؑ... خدائے قادر سے عہد باندھنے والا،

ایک یوسفؑ... بدخواہ اور بداندیش پر ترحم کرنے والا،

ایک موسیٰؑ... قوم کو برگزیدہ بنانے والا،

ایک ہارونؑ... امام فصیح،

ایک یحییٰؑ، مبلغ متواضع،

ایک داؤدؑ... قوم کو اجتماعی قوت دینے والا،

ایک سلیمانؑ... خدا کے لیے پاک گھر بنانے والا،

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ

ہاں وہ... جس کے منہ میں خدا کا کلام ہونے کی خبر موسیٰؑ نے دی۔

ہاں وہ... جسے مسیحؑ نے روح الحق بتایا۔

ہاں وہ... جس کی ہیبت و جلال سے داؤدؑ نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں وہ... جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمانؑ نے مقدس میں گایا۔

وہ... جس کی حمد سے حبقوقؑ نے عالم کو پر آوازہ کیا۔

وہ... جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے ملائکی نے خدا کے گھر کو جلال دیا۔

وہ... جس کے لباس اور ران پر ''شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند'' لکھا ہوا یوحنّا نے پڑھا۔

وہ... جس کے پیچھے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحبِ بصر، صاحبِ دل ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفی، ایسے محمد ﷺ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لیے غایت شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہ سمجھے گا!

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ (التوبۃ ۹:۲۴)

'' سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں، باپ، بیٹے، بیٹیاں، بہن بھائی، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول سے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔''

اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اُن کی محبت عام میلانِ انسانی کے موافق مسلّمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا کا مالک ہے، ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نہی نہیں کی، بلکہ تفریقِ درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے۔

ع گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی!

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کھولا گیا ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ[1] ''کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اُسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ماں، باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔''

صحیح ابن خزیمہ میں ہے: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ[2] ''کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اُس کے اہل ومال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔''

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں، یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ اور فضائل متکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ، جنھوں نے حضور ﷺ کو حبیبِ خدا اور محبوبِ خلق خدا بنادیا ہے، ثبات واستقرار رکھتے اور دوام وبقا سے متمکن ہیں۔

---

[1] [بخاری، کتاب الایمان، بَابُ حُبِّ رَسُولِ اللہ ﷺ مِنَ الْإِیمَانِ، ح ۱۴]

[2] زرقانی، ج ۶، ص ۲۸۰

فصل دوم

حضور ﷺ سے محبت کیوں؟

میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسنِ اخلاق اور شرف افعال کے اوّل چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفاتِ عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جُود و سخا کا بیان

۱- جنگ حُنین میں چھ ہزار قیدی، 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں، 4 ہزار اوقیہ (چھٹانک) چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے اُن میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے اسی طرح واپس گئے۔

۲- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ [1] ''نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکّہ چاندی یا سونے کا، یا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی وصیت ہی فرمائی۔''

۳- معلّٰی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ فرمایا: بیٹھ، خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھالیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اُس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی

---

[1] [مسلم، کتاب الوصیۃ، بَابُ تَرْكِ الْوَصِيَّةِ لِمَنْ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ يُوصَى فِيهِ، ح ۱۶۳۵]

حضور ﷺ کو پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دی اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا، مگر کوئی لینے والا نہ اُٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی، اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اُٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اُم المومنین نے پوچھا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پھر پوچھا: تب کوئی خاص حکم خدا کا آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین نے کہا: پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے؟ اُس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا: یہ ہے، جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔[1]

۴-ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ[2] ''جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا، میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اُسے اُس کے وارث سنبھالیں گے۔''

---

[1] - اعلام النبوۃ [ابوالحسن الماوردی]، ص ۱۵۵ [تحقیق: محمد المعتصم باللہ البغدادی، طبع دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۸]

[2] اعلام النبوۃ، ص ۱۵۵ [سنن ابن ماجۃ، کتاب الاحکام، بَابُ مَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا، ح ۲۴۰۷ بتقدیم وتاخیر فقرات۔ یہ حدیث بخاری اور ابوداؤد، میں بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، مگر اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا (بخاری، كِتَابُ فِي الِاسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُونِ، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا، ح ۲۲۲۳، کتاب الفرائض، باب میراث الاثیر، ح ۶۲۶۶، ابوداؤد، كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، بَابٌ فِي أَرْزَاقِ الذُّرِّيَّةِ ح ۲۵۶۶)۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ، (کتاب الفرائض، بَابُ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، ح ۳۰۴۰)،]

۵- جابر بن عبداللہ صحابی انصاریؓ سے روایت ہے: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا[1] ''نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور ﷺ نے لا (نہیں) فرمایا ہو۔''

اسی حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا:

نرفت لا بزبانِ مبارکش ہر گز مگر بَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی ﷺ فی الحقیقت اَجْوَدُ النَّاسِ بِالْخَيْرِ (نیکیوں میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل وانصاف کا بیان

۱- نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اَعداء بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خیثمؒ سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔[2]

۲- حجرِ اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر ''رحمۃ للعالمین جلد اول'' میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ قرار داد یہ تھی: جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعبہ

---

[1] صحیحین [بخاری، کتاب الادب، بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ، ح۵۶۸۷، مسلم، کتاب الفضائل، بَابُ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا، وَلَا كَثْرَةً، ح۲۳۱۱]

[2] الشفاء [قاضی عیاض، ج۱، ص۱۳۴]، ص۹۵

میں آئے وہی حکم قرار پائے۔ نبی ﷺ آ نکلے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے: هٰذَا مُحَمَّدٌ هٰذَا الْاَمِيْنُ قَدْ رَضِيْنَا بِهٖ[1] لو، محمد [ﷺ] آ گئے، ان کے فیصلے پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔

تیقنِ انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

۳- فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ اُسامہ بن زیدؓ نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے، بھولے پن سے اُس کی سفارش کر دی، ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدودِ الٰہی میں سفارش کرتے ہو؟ دیکھو، اگر میری بیٹی فاطمہ [ؓ] بھی ایسا کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔

نجدت و شجاعت کا بیان

نجدت اُس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتماد علی النفس قائم رہے۔ شجاعت قوتِ غضبیہ کے اس کمال کو کہتے ہیں جو انقیادِ عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کی ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے عینی مشاہدات موجود ہیں۔

۱- حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور اُن کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہو گا۔ وہی فرماتے ہیں:

---

[1] الشفاء [ج ۱، ص ۱۳۴]

إِنَّا كُنَّا إِذَا حَمِيَ الْبَأْسُ، وَاحْمَرَّتِ الْحَدَقُ، اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَمَا يَكُونُ أَحَدٌ أَقْرَبَنَا إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ[1] "جب گھمسان کا رَن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اُتر آتا، اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔"

۲- جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے درہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا مینہ برسایا کہ مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کا منہ موڑ دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازبؓ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ تو براء نے کہا: نَعَمْ، لَكِنْ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمْ يَفِرَّ. لَقَدْ رَأَيْتُهُ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ، وَأَبُو سُفْيَانَ آخِذٌ بِلِجَامِهَا، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ[2] "ہاں، مگر رسول اللہ ﷺ تو پھر بھی نہ بھاگے۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر چڑھے ہوئے ہیں، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی نے لگام پکڑ رکھی ہے، اور حضور ﷺ یہ فرما رہے ہیں: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

خچر پر سوار ہونا ہی ثبات واستقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید خچر کا انتخاب بھی مردانگی کی دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا سی گرد وغبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ ہزار فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہِ تحمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ وعداوت کا موجب

---

[1] [الشفاء، ج۱، ص۱۱۶]

[2] [الشفاء، ج۱، ص۱۱۵، اس روایت کا کچھ حصہ بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۱، ح۴۰۶۳ میں بھی موجود ہے۔]

تھا، صرف قمر نبوت ہی کا خاصہ نُور پاشی ہے۔اسی واقعہ کے متعلق عباسؓ عم النبی ﷺ کی روایت میں ہے:

وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ نَحْوَ الْكُفَّارِ، وَأَنَا آخِذٌ بِلِجَامِهَا أَكُفُّهَا إِرَادَةَ أَنْ لَا تُسْرِعَ، وَأَبُو سُفْيَانَ آخِذٌ بِرِكَابِهِ.[1] ''مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔اس وقت نبی ﷺ خچر کو ایڑ لگانے اور دشمن کی جانب بڑھنے لگے۔میں نے لگام اور ابوسفیان نے رکاب پکڑ لی،اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔''

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں:

نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَغْلَتِهِ[2] ''نبی ﷺ اپنے خچر سے اتر پڑے۔''

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار فوج بھاگ رہی ہے، حضور ﷺ اس کے مقابلے کے لیے اپنی سواری آگے کو لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

۳۔ صحیحین میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے: مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا،لوگ سمجھے چھاپہ آپڑا۔سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اُس شور کی جانب کو چلے۔آگے چلے تو انھیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمائل کیے ہوئے تھے۔

---

[1] [الشفاء، ج۱، ص۱۱۵]

[2] [یہ روایت مسلم میں نہیں ملی،البتہ بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۱، ح۴۰۶۳ میں موجود ہے۔]

یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تنہا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرماتے تھے: لَمْ تُرَاعُوا،لَمْ تُرَاعُوا[1] ''ڈرو نہیں،ڈرو نہیں۔''

۴-ناظرین کو بیعت عقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہو گا کہ شبِ تاریک اور منزلِ پُرخطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا،ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردۂ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

۵-تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں،جہاں خونریزی و سفّاکی ہی کی حکومت تھی،ہر ایک مذہبی ضلالت [کے خلاف جنگ] کا اعلان کرنا،کسریٰ و قیصر و حبش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگجو قبائل کے خشم و غضب کی پروانہ کرنا شجاعت اور قوتِ قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکنت و تواضع نبی ﷺ کی صفت لازم تھی۔تواضع ہی تھی کہ خچر اور حمار پر سواری فرماتے۔دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔مسکینوں،غریبوں کی عیادت فرماتے۔فقراء کے برابر جا بیٹھتے۔صحابہؓ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے،نہ کوئی امتیازی نشان بناتے۔غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔بازار سے

---

[1] [بخاری، كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ، ح ۲۷۵۱، مسلم، کتاب الفضائل، بَابٌ فِي شَجَاعَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَقَدُّمِهِ فِي الْحَرْبِ، ح ۲۳۰۷]

سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانوروں کو خود چارہ ڈالتے۔ اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جاں نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ ہوتے تھے۔[1]

انسؓ کہتے ہیں: حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی، اُس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ ہو گی۔[2]

یہودانِ بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے، تو اُس روز حضور ﷺ حمار پر سوار تھے، جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسّی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف[3] پڑی ہوئی تھی۔[4]

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: حضور ﷺ نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، اُٹھنے لگے تو دُکان دار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا۔ حضور ﷺ نے جھٹ ہاتھ کو پیچھے ہٹا لیا اور زبانِ مبارک سے فرمایا:

---

[1] [الشِّفَا بِتَعْرِيفِ حُقُوقِ الْمُصْطَفَىٰ، قاضی عیاض، ج۱، ص۱۳۲-۱۳۳]

[2] [سنن ابن ماجہ، كِتَابُ الْمَنَاسِكِ، بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ، ح۲۸۸۱، اس حدیث کو علامہ البانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (مدوّن)]

[3] کھجور کی صف میں نے إِكَافٌ مِنْ لِيفٍ کا ترجمہ کیا ہے یہ لفظ شمائل ترمذی میں ہے۔

[4] [سنن الترمذی، کتاب الجنائز، ح۹۳۸]

هٰذَا تَفْعَلُهُ الْأَعَاجِمُ بِمُلُوكِهَا، وَلَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنْكُمْ [1] ”یہ تو عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی میں سے ایک ہوں۔“

حیا کا بیان

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ [2]

”نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگیں تھے۔ کوئی مکروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرے پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے۔“

اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو رُو در رُو کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے:

إِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ: لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ [3]

---

[1] [شعب الایمان للبیہقی ۳۹، ح ۵۹۷۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، تابع مسند ابی ہریرہؓ، ح ۶۰۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی، ح ۱۱۲۵]

[2] متفق علیہ [بخاری، کتاب الادب، ح ۵۶۳۷، مسلم، کتاب الفضائل، ح ۴۲۸۴۔]

[3] شمائل ترمذی [بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ح ۳۴۱۔]

''ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ ملے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے، جسے وہ ناپسند کرتا ہو، جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا۔

۳۔ بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور ﷺ تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے، تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور اُن سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت و رأفت

۱۔ ایک گنوار آیا، اُس نے سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اُسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے؟ وہ بولا: نہیں۔ تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اُس کی طرف اُٹھے۔ حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رُک جاؤ۔ پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لا کر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کام میرے اصحاب کو ناگوار گزرا تھا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اسی طرح کہہ دو، جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہو، تاکہ اُن کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں؟ وہ بولا: ہاں! میں کہہ دوں گا۔

پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار آ گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا؟! وہ بولا: ہاں اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے [مثال دیتے ہوئے] فرمایا: ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے۔ وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا: تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں۔ لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اُسے جا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔ میری

اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اُسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔[1]

۲- نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے خدا! میری اس عرض کو ایک مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہِ بشریت بددعا بھی دے بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اُس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔[2]

۳- امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اُسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اُسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا) کہ اگر تیرا ارادہ بھی ہو گا تو تو قابو نہ پا سکے گا۔[3]

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت متحقق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو، پھر معافی دی جائے۔ کرم کے معنی میں داد و دہش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔

---

[1] کتاب الشفاء، [قاضی عیاض، ج۱، ص۱۲۴]، ص۵۵

[2] [الشفا، ج۱، ص۱۲۵، سبل الہدی والرشاد، ج۷، ص۳۰]

[3] [نسائی، كِتَابُ الْقَسَامَةِ. بَابُ الْقَوَدِ مِنَ الْجَنْبَةِ، ح۴۶۹۴]

یہ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی، اور اس وقت اُس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے عفو تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

۱۔ صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا۔ چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد! میرے یہ دو اونٹ ہیں، ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو، کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ سے ہو گئے، پھر فرمایا: مال تو اللہ کا ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا، تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟ اعرابی بولا: نہیں۔ پوچھا: کیوں؟ اعرابی [بولا]: مجھے معلوم ہے کہ تم برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے۔ نبی ﷺ ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو، ایک کی کھجوریں دی جائیں۔[1]

۲۔ حضور ﷺ نے زید بن سعنہ یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضے کے لیے آیا۔ حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اُتار لی اور کُرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اُسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد عمر فاروقؓ سے فرمایا:

---

[1] [بخاری، كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ، ح۵۶۲۴۔ نسائی، كِتَابُ الْقَسَامَةِ، بَابُ الْقَوَدِ مِنَ الْجَنْبَةِ، ح۴۶۹۴۔ الشفا، ج۱، ص۱۰۸، بخاری میں اس قدر تفصیل نہیں جو مصنف نے نقل کی ہے۔ الشفا میں پوری تفصیل درج ہے۔ (مدوّن)]

أَنَا وَهُوَ كُنَّا إِلَى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ أَحْوَجَ، يَا عُمَرُ، تَأْمُرُنِي بِحُسْنِ الْقَضَاءِ، وَتَأْمُرُهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي

''عمر! تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادائی ہونی چاہیے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔''

پھر زیدؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَجَلِهِ ثَلَاثٌ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروقؓ سے فرمایا: جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا، کیوں کہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔[1]

۳۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کوہِ تنعیم سے 80 شخص یہ ارادہ کر کے اُترے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں (حضور ﷺ دامانِ کوہ میں اُترے ہوئے تھے۔) انھوں نے اپنے کام کے

---

[1] رواہ البیہقی مفصلاً، کتاب الشفا، ص ۴۵ [السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۶، ص ۵۲۔ المستدرک، كِتَابُ مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ، بَابُ ذِكْرِ إِسْلَامِ زَيْدِ بْنِ سَعْنَةَ] واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے 50 تولہ سیر کے حساب سے دو سیر ساڑھے تین چھٹانک ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعنہ کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزونی کا سبب ہوگی۔ اسی پیشین گوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی تھیں۔

لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قراءت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔[1]

۴-ابو سفیان بن حرب اُموی وہ شخص تھا جس نے اُحد، احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی۔ وہ قبل از اسلام دورانِ ایامِ جنگ میں گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اُس سے کلام فرمایا:

وَيْحَكَ يَا اَبَا سُفْيَانَ اَلَمْ يَأْنِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ افسوس، ابو سفیان! ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔

ابو سفیان بولا: بِأَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَا اَحْلَمَكَ وَاَوْصَلَكَ وَاَكْرَمَكَ میرے باپ ماں حضور ﷺ پر قربان، آپ ﷺ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو و کرم کرنے والے ہیں۔[2]

۵-زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا۔ اُس نے اقبال جرم بھی کر لیا۔ نبی ﷺ نے پھر بھی اُسے معاف فرما دیا۔[3]

---

[1] مسلم [كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي كَفَّ﴾، ح۳۳۷۳] وابو داؤد [كِتَابُ الْجِهَادِ، بَابٌ فِي الْمَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ، ح۲۳۱۳]، ترمذی و نسائی [آخری دو کتابوں میں یہ حدیث نہیں ملی۔]

[2] [دلائل النبوۃ، ج۵، ص۶۹، المعجم الکبیر للطبرانی، ج۶، ص۲۹۴]

[3] [دلائل النبوۃ، ج۴، ص۳۶۰، المعجم الکبیر للطبرانی، ج۲، ص۲۰]

زُہد فی الدنیا

واقعاتِ زہد کے بیان میں میں نے اُس زمانے کے حالات کو لیا ہے، جب نبی ﷺ کا حکم تمام عرب میں نافذ تھا، جب بحرین سے حبش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطراری نہ تھا، بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب لاچاری نہ تھا بلکہ فطری سُبک رُوحی کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔

۱-اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غنیٰ سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی، مگر اگلے دن کا روزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو خدا تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تمتعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔ میں حضور ﷺ کے فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ فاقہ سے کیسا دب گیا ہے) اور کہا کرتی: واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجیے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرما دیتے:

يَا عَائِشَةُ، مَا لِي وَلِلدُّنْيَا؛ إِخْوَانِي مِنْ أُولِي الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوا عَلَىٰ مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هٰذَا، فَمَضَوْا عَلَىٰ حَالِهِمْ، فَقَدِمُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ، فَأَكْرَمَ مَآبَهُمْ وَأَجْزَلَ ثَوَابَهُمْ، فَأَحِدُنِي أَسْتَحْيِي أَنْ تَرَفَّهْتُ فِي مَعِيشَتِي أَنْ يُقَصَّرَ لِي غَدًا دُونَهُمْ، وَمَا مِنْ شَيْءٍ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللُّحُوقِ بِإِخْوَانِي وَأَخِلَّائِي[1]

"عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام؟ میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے، وہ اسی چال پر چلے اور خدا کے سامنے گئے۔ خدا نے ان کو اکرام کیا اور ان کو

---

[1] [الشفاء، قاضی عیاض، ص ۱۴۲-۱۴۳، تفسیر الثعالبی، تفسیر سورۃ النجم، آیت ۴۲]

پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو اُن سے کم رَہ جاؤں۔ دیکھو مجھے جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیلوں سے جاملوں۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور ﷺ صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروزِ عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جاملے۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَجَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا - شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا - اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَرَأْفَةَ تَحَنُّنِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَمُعْلِنِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ بِغَيْرِ نِكْلٍ عَنْ قَدَمٍ وَّلَا وَهَنٍ فِيْ عَزْمٍ دَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِقَابِسٍ اَلَاحَ اللّٰهُ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔[1]

"اے مبسوطات کے پھیلانے والے، اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی وسعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد ﷺ پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا فاتح، وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ [باطل] کی فوجوں کو کچل دینے والا، ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی لغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا، وہ تیری وحی کا محافظ تیرے

---

[1] الحزب الاعظم، المنزل السادس

عہد کا نگہبان، وہ تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ، وہ جس نے راہگیروں کے لیے سرِ راہ مشعل جلائی (جس کے اسباب بفضل خدا ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد ﷺ جس کے سبب سے اُن دلوں کو جو کفر وگناہ میں غوطے کھا رہے تھے، نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے، ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی، وہ تیرا امین ومامون، وہ تیرے علم مخزون کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ سچا رسول۔

۲- علی مرتضیٰؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور کی سنت (طریقہ) کیا ہے؟ فرمایا:

اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي میرا رأس المال (اصل سرمایہ) تو معرفت ہے۔

وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي میرے دین کی جڑ عقل ہے۔

وَالْحُبُّ أَسَاسِي میری بنیاد محبت ہے۔

وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي میری سواری شوق ہے۔

وَذِكْرُ اللهِ أَنِيسِي میرا انیس ذکر الٰہی ہے۔

وَالثِّقَةُ كَنْزِي میرا خزانہ اعتماد بر خدا ہے۔

وَالْحُزْنُ رَفِيقِي میرا ساتھی غمِ دل ہے۔

وَالْعِلْمُ سِلَاحِي میرا ہتھیار علم ہے۔

وَالصَّبْرُ رِدَائِي میرا لباس صبر ہے۔

وَالرِّضَا غَنِيمَتِي میرا مالِ یغمار ضائے سبحانی ہے۔

وَالْعَجْزُ فَخْرِي میرا فخر عجز بدرگاہِ ربانی ہے۔

وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي میرا پیشہ زہد ہے۔

وَالْيَقِينُ قُوتِي میری خوراک یقین ہے۔

وَالصِّدْقُ شَفِيعِي میرا شفیع صدق ہے۔

وَالطَّاعَةُ حَسْبِي میرا اندوختہ طاعت الٰہی ہے۔

وَالْجِهَادُ خُلُقِي میرا خلق جہاد ہے۔

وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔[1]

عام اخلاق

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت بربنائے پانزدہ [15] سالہ تجربہ یہ ہے:

---

[1] الشفاء، ص ۶۵ [طبع جدید، ص ۱۴۶-۱۴۷]

۱- إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ آپ قرابتیوں سے [حسن] سلوک کرنے والے

۲- وَتَحْمِلُ الْكَلَّ درماندوں کو سواری دینے والے

۳- وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ناداروں کو سرمایہ دینے والے

۴-وَتَقْرِي الضَّيْفَ مہمانوں کی خدمت کرنے والے

۵- وَتُعِينُ عَلَىٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ. مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے ہیں۔[1]

۲- بیہقی نے ابو قتادہؓ سے روایت کی ہے کہ نجاشی کا وفد حضور میں آیا، تو نبی ﷺ بنفسِ نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا: ہاں، مگر إِنَّهُمْ كَانُوا لِأَصْحَابِنَا مُكْرِمِينَ، وَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُكَافِئَهُمْ اِن لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔[2]

۳-انس بن مالکؓ کہتے ہیں: میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا، کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب مبعث النبی ﷺ [کتاب بدء الوحی، ح۳]

[2] [بیہقی، فی دلائل النبوۃ، بَابُ الْهِجْرَةِ الْأُولَىٰ إِلَى الْحَبَشَةِ]

[3] [بخاری، کتاب الادب، بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ، ح۵۵۷۸، مسلم، كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، ح۴۲۶۹]

(الف) حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا۔ میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا۔ میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا (آغاز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر 8 سال کی تھی) نبی ﷺ بھی وہاں آگئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا: پیارے اُنَیس اب تو اس کام کو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: ہاں میں جاتا ہوں۔[1]

۴۔ نبی ﷺ کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تو کوئی ضروری جزو کلام باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس حلم و حیا اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنسنا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔[2]

حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلّمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا، سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا۔ اب جو اُس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اُس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے! نہیں، نہیں بخدا وہ ساحر تو نہیں۔[3]

---

[1] صحیحین۔ [مسلم، کتاب الفضائل، بَابُ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، ح ۴۲۷۲، ابوداؤد، مع تحقیق الالبانی، ح ۴۷۷۳]

[2] الشفاء، ص ۱۱ [طبع جدید، ص ۱۳۸]

[3] الشفاء، ص ۶۰ [طبع جدید، ص ۱۳۵، دلائل النبوۃ، بَابُ اعْتِرَافِ مُشْرِكِي قُرَيْشٍ بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى مِنَ الْإِعْجَازِ. فَصْلٌ مَا هُوَ بِسَاحِرٍ.، ح ۵۰۷]

محبت کے سوا چارہ نہیں

المختصر اس بحرِ ناپیدا کنار کی شناوری محال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی، ایسے محاسنِ جمیلہ کا مالک، ایسے اشرف اقوال کا صاحب، ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اُس سے محبت کی جائے، یا ایسا ہے کہ اُس سے محبت نہ کی جائے؟ میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسے محمد ﷺ، ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باوجود، ایسے مصطفیٰ، ایسے بر گزیدہ سے محبت نہیں کرتا وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق وصفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق وصفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا

آؤ ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا اُن سے سیکھیں، جن کو خدا نے خود اپنے پیارے کی محبت وصحبت کے لیے چُن لیا تھا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبدأ محبت ہو۔

صحابہ کرامؓ کا حُبِّ رسول ﷺ

۱- عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی میں روانہ کیا تھا۔ اُسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آکر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آبِ وضو پر صحابہؓ یوں گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے [لعاب] وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم

کا یہ حال ہے کہ حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا: لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی دیکھا۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔[1]

۲- زید بن دثنہؓ کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے اُن سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے لے چلے تو ابو سفیان بن حرب نے اُس سے کہا: زید! تجھے خدا ہی کی قسم، تم چاہتے ہو کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے؟ زیدؓ نے کہا: خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کانٹا لگے۔ ابو سفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمد ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔[2]

---

[1] [بخاری، كِتَابُ الشُّرُوطِ. بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ. ح۲۵۲۹۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۹، ص۲۱۹]

[2] مؤلف کی عادت یہ ہے کہ بعض واقعات اپنی یادداشت پر اعتماد کر کے درج کرتے ہیں، اس کی ایک مثال یہ ہے۔ اس واقعے کو مؤلف نے پہلی جلد میں حضرت خبیبؓ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہاں زید بن دثنہؓ کے نام سے نقل کیا ہے۔ پہلی جلد میں مؤلف نے طبری اور ابن ہشام کا حوالہ دیا ہے، جبکہ یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ طبری (ج۲، ص۲۱۶) اور سیرت ابن ہشام (ج۲، ص۱۷۲) دونوں کے مطابق ابو سفیان بن حرب کا مکالمہ زید بن دثنہؓ سے ہوا تھا۔ ہمارے لیے یہ حوالہ تلاش کرنے میں بڑی دقت ہوئی مگر آخر کار معلوم ہوا کہ اللُّدَرُ فِي اخْتِصَارِ الْمَغَازِي وَالسِّيَرِ. (كِتَابُ) مَغَازِي رَسُولِ اللهِ ﷺ وَبُعُوثِهِ (بَابٌ) بَعْثُ بِئْرِ مَعُونَةَ. ج۱، ص۴۶ میں ابو سفیان کا یہ مکالمہ حضرت خبیبؓ کے حوالے سے منقول ہے۔ (مدوّن)]

۳- عبید اللہ بن یزیدؓ صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں۔ جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا، آتا ہوں، اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فردوسِ بریں میں انبیاء کے درجۂ بلند پر ہوں گے، میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنی مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پا سکوں گا۔

نبی ﷺ نے اُسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اُس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ [النساء ۴:۶۹] ”جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر خدا کا انعام ہوا۔“[1]

۴- ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ وہ بولے: میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں، آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہو گی۔ اس واقعے پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کو نازل فرمایا اور نبی ﷺ نے حدیث انسؓ میں صاف ہی فرما دیا:

---

[1] [اس واقعے میں نام کا تعین کہیں سے نہیں ہو سکا، البتہ نام کے تعین کے بغیر یہ واقعہ اور اس سے اگلا واقعہ تفسیر و حدیث کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے منقول ہے۔ دیکھیے: ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۵۵، شُعَبُ الْإِيمَانِ لِلْبَيْهَقِيِّ، الرَّابِعُ عَشَرَ مِنْ شُعَبِ الْإِيمَانِ، وَهُوَ حُبُّ النَّبِيِّ ﷺ-ج ۳، ص ۴۲۰، ح ۱۳۷۰، المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۰، ص ۲۳۵ وغیرہ]

مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ[1] ''جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا اگر تو ایسی صبح و شام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو، تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا: یہی میری روش ہے جس نے میری روش کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی۔

۵- جنگِ اُحد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر، قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئی۔ اُس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بحمد للہ وہ تو بخیریت ہیں، جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی: نہیں، مجھے دکھاؤ کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اُس کی نگاہ چہرۂ مبارک پر پڑی تو وہ جوشِ دل سے بول اٹھی: کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ[2] تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔

---

[1] - رواہ الترمذی، [کِتَابُ الْعِلْمِ. بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَخْذِ بِالسُّنَّةِ وَاجْتِنَابِ الْبِدَعِ، ح۲۶۰۲، علامہ البانیؒ کے بقول یہ روایت ضعیف ہے۔ المعجم الاوسط للطبرانی، باب المیم من اسمہ محمد۔ سبل الہدیٰ والرشاد، الصالحۃ الشامی، جزء۱۱، ص۴۳۰۔ الشفاء، قاضی عیاض، ج۲، ص۲۱]

[2] زرقانی، جلد۶، ص۲۹۰۔ [تاریخ طبری، ج۲، ص۷۴] یہ خاتونِ بلند پایہ ہند زوجہ عمرو بن الجموح انصاریہ ہیں۔

۶- عبداللہ بن اُبی، رئیس المنافقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ صادقین میں سے تھا، اُس نے نبی ﷺ سے گزارش کی: لَوْ شِئْتَ لَآتَيْتُ بِرَأْسِهِ[1] اگر حضور ﷺ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی ﷺ نے انکار فرمادیا۔

۷- عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔[2]

۸- انس ؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے اُن میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہوتے، حضور ﷺ باہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھا

---

[1] [متن میں منقول الفاظ نہیں ملے، اس سے قریب تر الفاظ مسند حمیدی کے ہیں: وَلَئِنْ شِئْتَ أَنْ آتِيَكَ بِرَأْسِهِ لَأَتَيْتُكَ بِهِ (مسند جابر بن عبداللہ ۱۸۱، ح ۱۲۹۴) المستدرک میں اس مفہوم کی کئی روایات ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: يَا رَسُولَ اللهِ! اَقْتُلُ أَبِي. قَالَ: لَا تَقْتُلْ أَبَاكَ. دلائل النبوۃ للبیہقی کی ایک روایت میں تھوڑی سی تفصیل ہے: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُرِيدُ قَتْلَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ، فَإِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَأْمُرْنِي بِهِ، فَأَنَا أَحْمِلُ إِلَيْكَ رَأْسَهُ. (دلائل النبوۃ للبیہقی، بَابُ هُبُوبِ الرِّيحِ، ج ۴، ص ۱۲۱)]

[2] [مسلم، كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ الْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، ح ۱۷۳]

کرتے۔ حضور ﷺ اُن کو دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔[1]

۹- نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنیؓ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا: تم بیت الحرام میں آ گئے ہو، طواف تو کر لو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔[2]

۱۰- علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی؟ فرمایا: بخدا نبی ﷺ ہم کو مال واولاد، فرزند ومادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔[3]

جذبات محبت کی انتہا

جذبات محبت کو دیکھنا ہو تو اُس وقت دیکھو جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

---

[1] [الشفا، ج ۲، ص ۳۸، سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر وعمر، ح ۳۶۰۱، ترمذی نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور البانیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مدوّن)]

[2] [السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ج ۳، ص ۳۱۸، سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۱۵]

[3] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے، جہاں پانی نہ ملنے سے بیسیوں اشخاص جنگلوں میں مر جایا کرتے تھے۔ [مؤلف]

كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلَا مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ ﷺ[1].

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری، یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

جابر بن سمرہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے: لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ[2] نہیں نہیں، حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب وماہتاب جیسا تھا۔

انسؓ کہتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَزْهَرَ اللَّوْنِ، كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤَ.[3] نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا، پسینہ کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔

---

[1] - شمائل ترمذی [بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، ح ۳۴۰۔ سنن ترمذی، كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.، ح ۱۹۳۸]۔ صحیحین میں عطر کی جگہ عنبرۃ اور عرق کی جگہ رائحۃ ہے۔ [یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ دیکھیے: كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلِينِ مَسِّهِ وَالتَّبَرُّكِ، ح ۴۲۹۹۔ بخاری میں عطر کی جگہ عبیرۃ کا لفظ ہے۔ دیکھیے: كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِفْطَارِهِ، ح ۱۸۳۷ (مدوّن)]

[2] رواہ مسلم [كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ شَيْبِهِ ﷺ، ۴۳۲۶]

[3] صحیحین [مندرجہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ دیکھیے: كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلِينِ مَسِّهِ وَالتَّبَرُّكِ ح ۴۲۹۹۔ بخاری میں آخری فقرہ نہیں ہے۔ دیکھیے: كِتَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ ﷺ ح ۳۲۸۳۔ (مدوّن)]

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔[1]

علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں: مَنْ رَّاٰهُ بَدِيْهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ۔ يَقُوْلُ نَاعِتُهٗ: لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ[2] جو کوئی یکایک حضور ﷺ کے سامنے آجاتا وہ دہل جاتا۔ جو پہچان کر پاس آبیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔

رُبیع بنت معوذؓ صحابیہ ہیں۔ اُن سے عمار بن یاسرؓ کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے۔ انھوں نے فرمایا: لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً[3] اگر تو حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا۔

---

[1] صحیح مسلم [كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَلِينِ مَسِّهِ وَالتَّبَرُّكِ، ح۴۲۹۷]

[2] رواہ الترمذی، [كِتَابُ الْمَنَاقِبِ، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ ﷺ، ح۳۵۷۱]

[3] [سنن الدارمی، مقدمہ، بَابٌ فِي حُسْنِ النَّبِيِّ ﷺ، ح۶۱]

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں، چاندنی رات تھی، نبی ﷺ حلۂ حمراء اوڑھے لیٹ رہے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ[1] بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِیْ عجیب طور پر لذت دید اور ذوقِ نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابرؓ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبداللہ بن سلامؓ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث ترمذی میں ہے، حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں: میں آپ ﷺ کو دیکھنے گیا تھا:

فَلَمَّا اِسْتَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ[2] یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟

ام سلیمؓ جو انس بن مالکؓ کی والدہ ہیں، ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دوپہر کو ان کے گھر سوتے، بستر چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ ام سلیمؓ پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتی اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا

---

[1] رواہ الترمذی [كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ، ح۲۷۳۵] والدارمی [مقدمہ، بَابٌ فِي حُسْنِ النَّبِيِّ ﷺ، ح۵۸]

[2] [ترمذی، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ، ح۲۴۰۹۔ ابن ماجہ، كِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَالسُّنَّةِ فِيهَا، ح۱۳۲۴، كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ، بَابُ إِطْعَامِ الطَّعَامِ، ح۳۲۴۲۔ ترمذی میں اِسْتَبَیَّنْتُ کی جگہ اِسْتَثْبَتُّ ہے۔ ابن ماجہ میں پہلے مقام پر اِسْتَبَنْتُ (یاء کے بغیر) اور دوسرے مقام پر تَبَیَّنْتُ ہے۔ (مدوّن)]

تو پوچھا۔ انھوں نے کہا: عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ[1] یہ حضور ﷺ کا پسینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملالیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔

حضرت عمرؓ ایامِ خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے۔ سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَاةُ الْأَبْرَارِ صَلَّى عَلَيْهِ الطَّيِّبُوْنَ الْأَخْيَارُ

قَدْ كَانَ قَوَّامًا بِكَّاءً بِالْأَسْحَارِ يَا لَيْتَ شِعْرِيْ وَالْمَنَايَا أَطْوَارُ

هَلْ تَجْمَعُنِيْ وَحَبِيْبِيَ الدَّارُ؟[2]

(ترجمہ) ”محمد ﷺ پر ابرار کے درود، اس پر طیبون و اخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے۔ موت تو بہتیری طرح آتی ہے کاش مجھے یقین آجائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔“

حضرت عمرؓ وہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحبِ فراش رہے۔

مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسّان بن ثابت کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں:

---

[1] متفق علیہ [مسلم، كِتَابُ الْفَضَائِلِ، بَابُ طِيبِ عَرَقِ النَّبِيِّ ﷺ، ح ۴۳۰۰، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۲۵۴۔ بخاری میں نہیں ملی۔ (مدوّن)]

[2] [تفسیر القرطبی، جزء ۱۳، ص ۱۴۶، کنز العمال، جزء ۱۲، ص ۵۶۲]

[جَنْبِي] يَقِيْكَ التُّرْبُ، لَهْفِي لَيْتَنِي غُيِّبْتُ قَبْلَكَ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ

أَأُقِيمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِينَةِ بَيْنَهُمْ ذِي لَهَفٍ، نَفْسِي لَيْتَنِي لَمْ أُولَدِ

فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهِ مُتَلَذِّذًا، يَا لَيْتَنِي أُسْقِيتُ سُمَّ الْأَسْوَدِ

أَوْ حَلَّ أَمْرُ اللهِ فِينَا عَاجِلًا مِنْ يَوْمِنَا فِي رَوْحَةٍ أَوْ فِي غَدِ

فَتَقُومُ سَاعَتُنَا فَنَلْقَى طَيِّبًا، مَحْضًا ضَرَائِبُهُ كَرِيمُ الْمُحْتَدِ

وَاللهُ أَسْمَعُ مَا حَيِيتُ بِهَالِكٍ إِلَّا بَكَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

صَلَّى الْإِلٰهُ وَمَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهِ وَالطَّيِّبُونَ عَلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ[1]

(ترجمہ) جب مٹی نے آپ ﷺ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے پیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا۔ [کیا] اب میں حضور ﷺ کے بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں۔ کاش کوئی کالا سانپ آئے، مجھے ڈس جائے۔ یا الٰہی آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم طیب پاک کریم النفس، جمیل الشیم نبی ﷺ سے جا ملیں۔ خدا خوب سنتا ہے، میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی ﷺ پر روتا ہی رہوں گا۔ خدا اور حاملانِ عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔

حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضے

---

[1] -[یہ اشعار الفاظ اور ترتیب کے اختلاف کے ساتھ طبقاتِ ابن سعد، ج ۲، ص ۳۲۲، سیرتِ ابن ہشام، ج ۲، ص ۶۶۹ وغیرہ میں موجود ہیں]

صحابہ رضوان اللہ اجمعین سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ الودُود الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبتِ خدا کا دعویٰ رکھتے تھے صاف طور پر فرمادیا تھا: اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ۔[آلِ عمران ۳:۳۱] اگر خدا سے محبت ہے تو رسول ﷺ کا اتباع کرو۔ اس لیے صحابہ نے اتباعِ رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہؓ کے خلوص اور محبت النبی ﷺ کے صحیح معنی کا مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہؓ کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہؓ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے درِ دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔[1]

کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اُس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی۔

لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ۔[الحجرات ۴۹:۲] لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ صوت النبی ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نہی بالا کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو اِن آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

---

[1] [كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقْرَعُونَ بَابَهُ بِالْأَظَافِرِ الشفا، ج۲، ص۴۰]

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ لِلتَّقۡوٰی۔ [الحجرات ۴۹:۳]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دل میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے، جس کی اطاعت خدا نے ہم پر فرض کی ہے، ہم کو مل جائے اُس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک میں ہے: مَنۡ اَحَبَّ شَیۡئًا اَکۡثَرَ ذِکۡرَہٗ[1] جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ آلِ نبی ﷺ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

---

[1] زرقانی، ج۶، ص ۲۸۵۔ [کنز العمال عن عائشہ مرفوعا، ج۱، ص ۴۲۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۱۹۹۔ امام بیہقی کے مطابق یہ مالک بن دینار کا قول ہے۔ (العاشر من شعب الایمان، بَابُ عَلَامَةِ حُبِّ اللهِ دَوَامُ ذِكْرِهِ، ح ۵۳۱)]

حضرت عمر فاروقؓ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہؓ کے روزینے مقرر کرنے لگے تو عبداللہ بن عمرؓ (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار مقرر کیا اور اسامہ بن زیدؓ کا تین ہزار پانچ سو سالانہ۔ عبداللہؓ نے کہا: اسامہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے؟ وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ عمر فاروقؓ نے کہا: اُس کا باپ تیرے باپ سے اور وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔[1]

امامین شہیدین حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُن کے ابوین طیبین کی محبت عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اُن کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا، ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ﷺ ہے۔

مہاجرینؓ و انصارؓ سے، جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بکثرت موجود ہیں، محبت رکھنا محبت النبی ﷺ ہے۔ اتباعِ صحابہؓ اور متابعتِ سنتِ خلفاء عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل ان شاءاللہ جلد ثالث میں کی جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ

---

[1] [سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب زید بن حارثہ، ح ۳۸۱۲]

باب پنجم

تحقیق ماہ وسالِ سیرتِ نبوی ﷺ

[تحقیق ماہ وسالِ سیرتِ نبوی ﷺ]

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ [یونس ۱۰:۵]

واقعاتِ سیرت کو قلم بند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم وتاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سنِ ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح و تطبیق ایام و تواریخ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارے میں تمام مبحث جو موجبِ طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

۱- سنہ ہجری

۱- یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال 354 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ یہ سنہ جولین پیریڈ کے 1948439 دن گزرنے سے بعد شروع ہوا ہے۔

۲- اہلِ ہیئت نے سنین قمری کو دورِ صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ 30 سال قمری کا دورِ صغیر اور سات دورِ صغیر یعنی کہ 210 سال قمری کا دورِ کبیر[1] ہوتا ہے۔ دورِ صغیر 30 سال میں سے 19 سال 354 دن کے اور 11 سال 355 دن کے ہوتے ہیں۔ اور بلحاظِ تعدادِ ایام ہر دورِ صغیر 10631 دن کا اور دورِ کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے۔

۳- ہر دورِ صغیر دوسرے دورِ صغیر کے ساتھ یہ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دورِ صغیر میں قمری مہینے 29-29 یا 30-30 دن کے آئے تھے اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ 29-29 یا 30-30 دن کے آئیں گے اور پچھلے دورِ صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔

۴- دورِ کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔

۵- نقشہ مندرجہ ذیل میں سنہ 1 ہجری سے سنہ 1470 ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن رؤیت عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور 355 دن کے برسوں کو خطوطِ وحدانی میں دکھایا گیا ہے۔

---

[1] اگست سنہ 1ء یوم چہار شنبہ [بدھ] کو محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ ہم نے سنہ عیسوی قمری کا آغاز اسی تاریخ سے کیا ہے۔ ہم نے عیسوی قمری سنہ اس لیے وضع کیا تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ ایک مدت معینی میں شمسی اور قمری برسوں میں کس قدر تفاوت ہو جاتا ہے۔ [مؤلف]

[٦]- غُرّۂ سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ: نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سالِ ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے اس سال کو 210 پر تقسیم کریں۔ بعد تقسیم جس قدر سال باقی رہیں ان کو سالہائے ہجری کے خانے میں لکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہوا ملے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہو گا۔ ان میں سے خانہ (ب) کے زیادہ سے زیادہ سال جو کم ہو سکتے ہوں، ان کے نیچے اور ان برسوں کے کم ہونے کے بعد جس قدر سال باقی رہتے ہوں، ان کے مقابل میں:

نقشہ غرہ سنین قمری ہجری

سالہائے ہجری (الف)							دورہائے ۳۰ سالہ (ب)						
۱		۹	۱۷	۲۵	(۰)	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ
(۲)		۱۰	۱۸	۲۶		جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ
		۱۱	۱۹	۲۷		سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ
	۴	۱۲	۲۰	۲۸		شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
	(۵)	(۱۳)	(۲۱)	۲۹	یہ جدول جنتری کے مطابق ہے	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ
	۶	۱۴	۲۲			دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہار شنبہ
	۷	۱۵	۲۳			شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ	چہارشنبہ	دوشنبہ
۳	(۸)	(۱۶)	(۲۴)	(۳۰)		چہارشنبہ	دوشنبہ	شنبہ	پنجشنبہ	سہ شنبہ	یک شنبہ	جمعہ

۷۔ سنین ہجری وعیسوی کی تواریخ وشہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدولِ تعدادِ ایامِ سالہائے ہجری درج کی جاتی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ وسنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدولِ تعدادِ ایامِ سالہائے ہجری سے معلوم کر کے ان میں 227015 دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر

دنوں کا شمار یکم جنوری سنہ 1 عیسوی یوم دوشنبہ سے بہ حساب جدید شمار کریں، جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال مہینے تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری سنہ ا یوم دوشنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری سنہ یوم دو شنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل	جدول تعداد ایام سالہائے ہجری		
	سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام		سالہائے ہجری	تعداد ایام	میزان افزون ایام
۲۲۷۰۱۴	۱	۱۰	۳۵۴	۲۳۲۳۳۰	(۱۶)	۳۵۵	۵۶۷۰
۲۲۷۰۶۸	(۲)	۳۵۵	۷۰۹	۲۳۲۶۸۵	۱۷	۳۵۴	۶۰۲۴
۲۲۷۷۲۳	۳	۳۵۴	۱۰۶۳	۲۳۳۰۳۹	۱۸	۳۵۴	۶۳۷۸
۲۲۸۰۷۷	۴	۳۵۴	۱۴۱۷	۲۳۳۳۹۳	(۱۹)	۳۵۵	۶۷۲۳
۲۲۸۴۳۱	(۵)	۳۵۵	۱۷۷۲	۲۳۳۷۴۸	۲۰	۳۵۴	۷۰۸۷
۲۲۸۷۸۶	۶	۳۵۴	۲۱۲۶	۲۳۴۱۰۲	(۲۱)	۳۵۵	۷۴۴۲
۲۲۹۱۴۲	۷	۳۵۴	۲۴۸۰	۲۳۴۴۵۷	۲۲	۳۵۴	۷۷۹۶
۲۲۹۴۹۵	(۸)	۳۵۵	۲۸۳۵	۲۳۴۸۱۱	۲۳	۳۵۴	۸۱۵۰
۲۳۹۸۵۰	۹	۳۵۴	۳۱۸۹	۲۳۱۵۶۵	(۲۴)	۳۵۵	۸۵۰۵
۲۳۰۲۰۴	۱۰	۳۵۴	۳۵۴۳	۲۳۵۵۲۰	۲۵	۳۵۴	۸۸۵۹
۲۳۰۵۵۸	(۱۱)	۳۵۵	۳۸۹۸	۲۳۵۸۷۴	۲۶	۳۵۴	۹۳۱۳

۲۳۰۹۱۳	۱۲	۳۵۴	۴۲۵۲	۲۳۶۲۲۸	(۲۷)	۳۵۵	۹۵۶۸
۲۳۱۲۶۷	(۱۳)	۳۵۵	۲۶۰۷		۲۸	۳۵۴	۹۹۲۲
۲۳۱۶۲۲	۱۴	۳۵۴	۴۹۶۱		۲۹	۳۵۴	۱۰۲۷۶
۲۳۱۹۷۶	۱۵	۳۵۴	۵۳۱۵		(۳۰)	۳۵۵	۱۰۶۳۱

جدول دورہائے صغیر قمری مع تعداد ایام		جدول دورہائے کبیر مع تعداد ایام	
تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام
۳۰	۱۰۶۳۱	۴۲۰	۱۴۸۸۳۴
۶۰	۲۱۲۱۲	۶۳۰	۲۲۳۲۵۱
۹۰	۳۱۸۹۳	۸۴۰	۲۹۷۶۸۶
۹۰	۳۱۸۹۳	۱۰۵۰	۳۷۲۰۸۵
۱۲۰	۴۲۵۲۴	۱۲۶۰	۴۴۶۵۰۲
۱۵۰	۵۳۱۵۵	۱۴۷۰	۵۲۰۹۱۹
۱۸۰	۶۳۷۸۶		
۲۱۰	۲۴۴۱۷		

جدول تعداد ایام سالہائے ہجری

۸-اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعہدِ خلافت حضرت عمر فاروقؓ جاری ہوا۔ یوم الخمیس ۳۰ جمادی الثانی ۱۷ھ م ۱۲/۹ جولائی ۶۳۸ء علی مرتضیٰؓ کے مشورہ سے [اسلامی] سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبوی سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورینؓ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔

۹-سَنہ ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورتِ مجوزہ پر چلا آتا ہے، جو دنیا کے مروجہ سنین میں سے غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ بہ لحاظ تداول واستعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً:

(الف) یکم محرم سنہ ۱ھ ۶؍جولائی سنہ ۵۳۳۵ جولین کے مطابق [ہے]۔ جولین پیریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے ۵۳۳۴ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے ۹۸۹ سال بعد ۱۵۸۲ء میں وضع ہوا ہے۔

(ب) سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم سنہ 1 ھ کے دن 3-آب سنہ 4382 عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے 4381 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔

(ج) سنہ کل جگ سنہ ہجری سے ۳۷۲۳ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر یورپین مورخ اور ہیئت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا، یعنی اپنے حساب سے ۳۴ صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالمِ وجود میں لایا گیا تھا۔

(د) سنہ سکندری سنہ ہجری سے ۹۳۲ سال پہلے کا ہے، مگر اپنی موجودہ ہیئت میں نوزائیدہ ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ھ) سمت بروشٹہ کے مطابق یکم محرم سنہ اھ کے دن ۲۶ر ساون سمت ۶۷۹ تھا۔ اس لیے بظاہر سمت بروشٹہ سنہ ہجری سے ۶۷۸ سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت ۸۹۸ بروشٹہ سب سے پہلا سال ہے، جو سمت بروشٹہ کے نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ یکم بہار (طرہ اول) سمت ۸۹۸ بروشٹہ ۲۳ جمادی الاولی ۲۲۶ھ کے مطابق ہے، اس حساب سے سمت بروشٹہ سنہ ہجری سے ۲۲۵ سال بعد شروع ہوتا ہے۔

(و) تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ ۶۷۸ء مطابق ۱۳۰ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھو کلاسیکل ڈکشنری جی۔ چمرانز، مطبوعہ لندن ۱۸۳۱ء۔

(ز) عیسوی قدیم انگلستان میں ۲ ستمبر ۱۷۵۳ء یوم چہار شنبہ مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ تک جاری رہا۔ ۴ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق ۱۴ ستمبر ۱۷۵۲ء لکھا گیا۔

۱۰- اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوندی یعنی کبیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیوں کہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ شارعؑ اس نہج حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور مبنی بر مصلحت دین ہے۔

اسلام کی اعلیٰ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت و حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی

مہینے ادلتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت تقلب ایام کا سد باب نہ کیا جائے۔

ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہِ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی ﷺ ماہِ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرما دیتے یا قمری حساب میں کبیسہ (لوند) لگانا منظور فرما لیتے تو نتیجہ کیا ہوتا۔ حضور ﷺ کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم کا ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے تنگی و سختی میں پڑ جاتے۔ کیوں کہ ایک عالمِ علمِ جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساواتِ جہانگیری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا اور قمر کی حرکات کو انسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ.

۲-جولین پیریڈ (دورِ جولیانی)

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
سہ شنبہ	جنوری	365 دن 6 گھنٹے	=	20شعبان5499	1929725[1]

[1]-۱۰ ستمبر یا دوسری روایت کے مطابق ۱۳ ستمبر کی رات۔ [مؤلف بتغیر الفاظ]

سنہ جولین پیریڈ جو ۱۵۸۲ء مطابق ۹۹۰ھ میں وضع کیا گیا تھا، اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی تصحیح و تطبیق کی غرض سے سنہ عیسوی سے ۴۷۱۳ سال (شمسی) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں ۴۷۱۳ سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہوتا ہے۔ سال کی مقدار ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے ہے مگر تین سال تک ۶ گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال ۳۶۵ دن کا رہ جاتا ہے۔ جب ۴ سال میں ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر سے ۲۴ گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ ۲۸ دن کی بجائے ۲۹ دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دورِ صغیر ۲۸ سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستورِ سابق واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں ۲۸ سالہ دورِ جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے۔

۳- سنہ عبرانی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
دوشنبہ	تسری	12-13 ماہ قمری	347997	28شعبان4517	1581728

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ ۵۲۸۴ ہے۔ اس کو ۲۸ سال پر تقسیم کرنے سے ۲۰ سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۲۸۴ جولین پیریڈ اسی دن

سے شروع ہوگا جس سے دورِ صغیر کا بیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ بیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا۔ اس لیے سنہ ۲۰ کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شمار کرتے ہیں۔

انبیائے بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہِ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰؑ فصلِ خریف میں ماہِ تسری سے شروع کرنا اختیار کیا۔ پھر موسیٰؑ کے عام سے سال کا آغاز ماہِ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہِ تسری ہی سے آغازِ سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی ۳۵۸ء میں ہوئی تھی مگر دسویں صدی عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ پندرہویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ سنۂ پیدائش کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بحساب خود پیدائش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے ۳۴۴۹ سال پہلے شمار کیا ہے۔

بروئے حساب یہود پیدائش آدم کو سنہ سکندری تک ۳۴۴۸ سال گزرے تھے۔ اوّلین سال یہود کے تحسین ماہ تسری کی پہلی تاریخ ۷؍اکتوبر ۹۵۳ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سنین یہود کا حساب دور ۱۹ سالہ پر رکھا گیا ہے۔ ۴۳۳۱ یہود ۱۶/۱۸ قمر ۵۷۰ کو سہ شنبہ کے دن مطابق ۲۹ رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال ۳۵۴ دن کا تھا۔

دور ۱۹ سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ ماہ قمری کے ہوتے ہیں۔ ۱۲ ماہی سال کو سال محیط اور ۱۳ ماہی سال کو سال کبیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و مبسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے:

سالہائے مبسوط	سالہائے مکبوس
سال بسیط ناقص=353دن	سال کبیسہ ناقص=383دن
سال بسیط معتدل=354دن	سال کبیسہ متعدل=384دن
سال بسیط کامل یازائد=355دن	سال کبیسہ کامل یازائد=385دن

۳۵۳دن کا سال ایام ہفتہ میں سے شنبہ یادوشنبہ کو شروع ہوگا۔ ۳۵۴دن کا سال ایام ہفتہ میں سے سہ شنبہ وپنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ ۳۵۵دن اور ۳۸۳دن اور ۳۸۵دن کا سال شنبہ دوشنبہ وپنجشنبہ کو ۳۸۴دن کا سال ہمیشہ سہ شنبہ سے شروع ہوگا۔ یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے ۳۷۶۰سال اور ستمبر کے بعد ۳۷۶۱سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیدائش مبارک تک:

دور صغیر ۱۱۳۱۵۷۵۳دن کے

۱۱۷سال ۶۲۰۰دن کے

۷مہینے ۲۰۷دن کے

آٹھویں مہینے کے ۱۰دن

۱۵۸۱۷۲۸کل دن ہوئے تھے۔

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت ۱۰-آیار ۴۳۳۱عبرانی ہے۔

۴-نوح یا سنہ طوفان

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
پنج شنبہ	توت	365	588464	27 ربیع الاول سنہ 3838ق	13144261

طوفان سے ولادت مسیحؑ تک کی مدت میں عیسائی علما میں اختلاف ہے کیوں کہ تورات عبرانی سے ۲۳۴۸، تورات سامری سے ۲۹۹۸ [اور] تورات یونانی سے ۳۱۲۸ سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ ۱۳۰ سال سے ۷۸۰ سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مہینے ہفتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابو معشر بلخی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعین اس وقت سے کیا ہے جب سبو سیاروں کا اجتماع برج حوت کے ۲۷ درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابو معشر کے حساب سے ۷ عیسوی تک ۳۱۰۲ سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابو معشر کی قرار داد مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدّت از تورات یونانی سے ۲۶ سال بعد ہے۔

ابو معشر ابوریحان کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے ۱۳۵۹۹۷۵ دن قبل ہوا تھا۔ اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے ۳۱۰۲ سال پہلے ۱۷ فروری سنہ ۱۶۱۲ جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی، جس نے البیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے، [نے] طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت ابن البارزیار نے کتاب القرانات میں پنجشنبہ و جمعہ کی

درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہلِ علم نے شب طوفان سے پہلے یوم پنجشنبہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کے دن جمعہ کو قرار دیا۔

قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ابو معشر بلخی نے سنہ شمسی کی مقدار ۳۶۵دن،۶ گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال ۳۶۵دن کا رکھا ہے جس کا ہر مہینہ ۳۰-۳۰دن کا شمار ہوتا ہے اور ۵دن آخر سال میں بڑھا کر ۳۶۵دن پر ختم کیا گیا ہے۔

۵-کل جُگ

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
جمعہ	بیساکھ	12 منٹ 6 گھنٹے،365 دن، 55853.36 سیکنڈ	588465	28 ربیع الاول 3838 ق ھ	1341260

سال مبدل کل جُگ یوم اعتدال ربیعی سے ۵۸دن پہلے ۱۸-۱۷فروری کی درمیانی شب کے ۱۲بجے سے شروع ہوا تھا۔اس سال میں اعتدال ربیع کا دن ۱۶اپریل سنہ ۱۶۱۲مطابق ۲۹جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جُگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے۔مبدا کل جُگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جُگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جُگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں، مگر سنہ طوفان و سنہ کل جُگ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا آغاز شبِ طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جُگ کا آغاز بھی طوفانِ نوحؑ کے واقعۂ عظیمہ کی یادگار ہے۔ سنہ کل جُگ کے مطابق تاریخِ ولادت یکم جیٹھ ۳۶۷۲ ہے۔

سنہ عیسوی میں ۲۰۱۴ سال ۳ماہ جمع کرنے سے اُسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔

آرک بشپ اُشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے ۱۹۹۶ سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا نے ولادت ابراہیم کو ۲۰۱۵ قبل عیسوی تحریر کیا ہے (دیکھو جلد چہارم، مطبوعہ دفعہ نہم، ص۶۸۱) جو مطابق یکم اکتوبر ۳۶۹۹ جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلوپیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

۶-سنہ ابراہیمی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از آغاز سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
یک شنبہ	اکتوبر	365 دن، 6 گھنٹے، 0 منٹ		5 ربیع الثانی 2717 ق	944008

سنہ عیسوی میں ۲۰۱۴ سال ۳ماہ جمع کرنے سے اُسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔

آرک بشپ اُشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے ۱۹۹۶ سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا نے ولادت ابراہیم کو ۲۰۱۵ قبل عیسوی تحریر کیا ہے (دیکھو جلد چہارم، مطبوعہ دفعہ نہم، ص۶۸۱) جو مطابق یکم اکتوبر ۳۶۹۹ جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلوپیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

۷-بخت نصری

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
چہارشنبہ	توت	365دن	1448637	4شعبان1411ق	481088

یہ سنہ بخت نصر اوّل کے یومِ جلوس ۲۶ فروری ۳۹۶۷ء جولین اور ۴۷۷ سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بخت نصر وہ نہیں جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے ۱۴۲ سال بعد تھا۔ اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔

اس کے بعد سال، مہینے اُن ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخِ ولادت نبوی ۱۸ توت ۱۳۱۹ بخت نصری ہے۔

۸- بکرمی قمری شمسی سال

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	چیت	12-13 ماہ قمری	1700675	28شوال سنہ 700	229050

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سنہ رومی کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو ۴ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی رہتے ہوں ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے ۲۸ دن کے ۲۹ دن لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور ۲۸ سال کا ہے جس کے بعد سال وماہ ایام ہفتہ دورِ سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔

اس سنہ کو اہلِ یورپ مقدونوی یا سلوکسی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندر کی وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے بابل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے ۳ ماہ ۳۱۱ سال قبل یکم اکتوبر ۴۴۰۲ جولیانی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی، ۲۰ نیسان ۸۸۲ سکندر ہے۔

۹- بکرمی قمری شمسی سال

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	چیت	12-13ماہ قمری	1700675	28شوال سنہ 700	229050
شنبہ	بیساکھ	365دن،6گھنٹے،12 منٹ، 55853.36 سیکنڈ	1700675	28شوال سنہ 700	229050

سمت بروشٹہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کوکبی سال ہے۔ کیونکہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کا برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروشٹہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروشٹہ کا یکم بیساکھ سنہ عیسوی سے ۵۶ سال ۹ ماہ ۱۹ دن قبل ۱۳ مارچ ۴۶۵۷ جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے ۱۰ دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکرمی بروشٹہ یوم اعتدال ربیعی سے ۲۳ دن بعد ۱۳ اپریل کو شروع ہوتا ہے، اس سنہ کے مطابق ولادت یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ ہے۔

۱۰- بکرمی قمری شمسی سال

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	چیت	12-13 ماہ قمری	1700675	28شوال سنہ 700	229050

ہندی قمری شمسی بکرمی سال ۱۲/۱۳ ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری ۱۵-۱۵ دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے۔ نصف اول کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی ۱۴ تاریخ سے شروع ہو کر ۲۸ کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش رؤیت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی ۱۳ کو ختم ہوتا ہے۔ بدی پکش سے پندرہویں دن کا نام اماوس (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے پندرہویں دن کا نام پور نماشی (بدر) ہے۔ یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہِ چیت کے ۱۵ دن گزر کر ۱۵ دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہِ چیت قمری کا نصف اول سال ماقبل میں اور نصف دوم سال مابعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال ۱۳ ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی شمسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ اُن شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو ۳۰ دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیرھویں مہینے کا نام اوبک ماس ہے جسے لوند بولتے ہیں۔ لوند کا مہینہ سوریا سدھانتا کے قاعدہ سے اُس وقت زیادہ کیا جاتا ہے، جب معمولی مہینے کا نصف اول گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لوند کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔ جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینہ کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اُس مہینے کو کسشیا (متروک) کہتے ہیں۔ کسشیا کا

مہینہ منکسر پوس ماگھ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ کسشیا کی وجہ سے سال ۱۱ ماہ کا رہ جاتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینہ کے عوض لوند کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسشیا کا مہینہ اسی سال میں واقع ہوتا ہے جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کسشیا کے سال میں ۱۱ مہینے قمری تواصل ہوتے ہیں اور دو مہینے لوند کے (ایک کسشیا کے عوض کا، ایک اوبک ماس کا ہوتا ہے) اس لیے کسشیا کا سال اکثر ۱۳ مہینے کا اور شاذ ۱۲ مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک ۶۲۷ قمری شمسی سالوں میں ۳۹۶ سال ۱۲ ماہ اور ۲۳۱ سال ۱۳ ماہ، یعنی کل ۷۷۵۵ ماہ گزرے تھے۔ منجملہ ان کے ۳۶۴۱ ماہ، ۲۹-۲۹ دن کے اور ۴۱۱۴ مہینے ۳۰-۳۰ دن کے تھے۔ اسی طرح ۶۲۷ قمری شمسی سالوں کے ۲۲۹۰۹۰ دن ہوتے ہیں۔ ان میں ۱۵ دن چیت شدی سنہ ۶۲۸ کے، ۱۵ دن بیساکھ بدی سنہ ۶۲۸ کے [اور] ۱۱ دن بیساکھ شدی سنہ ۶۲۸ کے شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسیادت آنحضرت ﷺ تک ۲۲۹۰۵۰ دن ہو جاتے ہیں۔

اس طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک موہنی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

۱۱-عیسوی قدیم

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔

سنہ عیسوی حضرت مسیحؑ کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا، مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت اس سنہ سے ۴ سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جانا ۷۴۸ء مطابق ۱۳۰ ہجری سے ہے۔ اس سنہ کا دور ۲۸ سال کا ہے، جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انھی ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں، جس طرح ۲۸ سالہ دور گذشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹر یا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا۔ انگلستان نے ۱۷۵۲ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ وامریکہ میں سال کا آغاز مہینہ سے مانا جاتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۲-عیسوی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
دوشنبہ	جنوری	365 دن، 5 گھنٹے، 48 منٹ، 46 سیکنڈ	1711425	18 جمادی الاولیٰ، 641ھ	208300

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے ۱۱ منٹ ۱۴ سیکنڈ زیادہ تھی۔ اس لیے اعتدال ربیعی کا دن ۲۱ مارچ تھا اور ۱۵۸۲ میں ۱۱ مارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی۔ حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعی و خریفی سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم موسم میں یا گرم موسم کے مہینے سردی میں آجائیں گے۔ قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو ۳ جنوری سنہ اء تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری سنہ اء قرار دی گئی ہے۔ بحساب قدیم ہر پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہوتی تھی۔ اب بہ حساب جدید پہلی صدی سے ۳۹ صدیوں تک جس صدی کو ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال ۳۶۶ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۵ دن کی ہے۔ اور جو صدی ۴۰۰ پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہیں ہو سکتی اس کا سال ۳۶۵ دن کا اور وہ صدی ۳۶۵۲۴ دن کی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ﷺ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہے۔

۱۳- قبطی جدید

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
جمعہ	توت	365 دن 6 گھنٹے	1825029	29 رمضان المبارک، 349ق ھ	104696

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قلطیانوس انطاکی کے یوم جلوس ۲۹ اگست ۲۸۴ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں ۳ سال ۳۶۵ دن کے اور

سالِ چہارم جسے ۴ پر تقسیم کرنے سے ۳ باقی رہ جائیں ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ تیس دن کا، ۳۶۵ دن کے سال میں ۱۲ مہینوں کے بعد ۵ دن نسیئ کے اور ۳۶۶ دن کے سال میں ۶ دن نسیئ کے زیادہ کر لیتے ہیں۔

اس سنہ کا دور ۲۸ سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ﷺ ۲۵ بر مودہ سنہ ۲۷۸ کو ہوتی ہے۔

۱۴- جلوس نوشیر وانی

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
شنبہ	خُرداد	365	1915260	14 جمادی الاولی 94ق ھ	14465

مجوس میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سالِ جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستعمل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔ نوشیر واں کا جلوس آغاز سال مجوس سے ۶۳ دن بعد بروز شنبہ ۱۳/۱۵ ستمبر ۵۳۱ء مطابق ۴ ماہِ خرداد کو ہوا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نوشیر وانی سے ۱۴۴۶۴ دن کے بعد ۴۰ جلوس نوشیر وانی میں ۱۸ ماہ وے مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

مجوس کا مستقل سال ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے کا ہے، مگر ۱۱۹ سال تک ۶ گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب ۱۲۰ سال میں ۶ گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کا مجموعہ سے ۳۰ دن بن

جاتے ہیں تب ایک مہینہ کبیسہ کا ۱۲۰ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ ۱۲۰ سال کا دورِ صغیر اور ۱۲ دور صغیر یعنی ۱۴۴۰ سال کا دورِ کبیر ہوتا ہے۔ کبیسہ کا مہینہ ہر دورِ صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے ۱۲۰ویں سال میں ماہِ اوّل دو بار، دوسرے دور کے ۱۲۰ویں سال میں دوسرا مہینہ دو بار، تیسرے دور کے ۱۲۰ویں سال میں تیسرا مہینہ دو بار، اسی طرح دورِ اعظم کے ۱۴۴۰ویں سال بارھواں مہینہ دو بار شمار ہو کر از سرِ نو ماہ اول سے ماہ کبیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد، آخری بادشاہ فارس کے بعد کبیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال ۳۶۵ دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن خمسہ مترقہ کے اضافہ کر کے سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کرتے ہیں۔ ۵ دن مجوس ماہِ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں اور اہلِ اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ وے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مؤرخینِ اسلام کی تاریخ سے ۵ دن کم ہوتی ہے۔ سنہ مجوسی کا دور سات سال کا ہے۔

۱۵-عام الفیل

1	2	3	4	5	6
شروع سنہ کا پہلا دن	سال کا پہلا مہینہ	مقدار سال	تعداد ایام جولین پیریڈ از شروع سنہ ہذا	شروع سنہ کی قمری تاریخ از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے۔
یک شنبہ	جمعرات محرم	354 دن، 8 گھنٹے، 48 منٹ، 34.44 سیکنڈ	1929657 1929674	18 محرم 53ق ھ	51 68

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی ۷ اتاریخ کو ہوا تھا۔اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار ۱۸ محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ پیدائش نبی ﷺ سے ۵۰ دن پہلے کا ہے۔

محرم کے ۱۳ دن

صفر کے ۲۹ دن

ربیع الاول کے ۸ دن

کل ۵۰ دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ۹ ربیع الاول سنہ اعام الفیل کو ہوئی۔

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
۴۱ میلاد نبوی	جمعرات ۴-۱۲-۶۰۹ء	ہفتہ ۳-۱-۶۱۰ء	اتوار ۱-۲-۶۱۰ء	منگل ۳-۳-۶۱۰ء
(۴۲)	پیر ۲۳-۱۱-۶۱۰ء	بدھ ۲۳-۱۲-۶۱۰ء	جمعہ ۱۲-۱-۶۱۱ء	ہفتہ ۲۰-۲-۶۱۰ء
۴۳	ہفتہ ۱۳-۱۱-۶۱۱ء	اتوار ۱۲-۱۲-۶۱۱ء	منگل ۱۱-۱-۶۱۲ء	بدھ ۹-۲-۶۱۲ء
(۴۴)	بدھ ۱-۱۱-۶۱۲ء	جمعہ ۱-۱۲-۶۱۲ء	ہفتہ ۲۰-۱۲-۶۱۲	پیر ۱۹-۱-۶۱۳ء
(۴۵)	پیر ۲۳-۱۰-۶۱۳ء	منگل ۲۰-۱۱-۶۱۳ء	جمعرات ۲۰-۱۲-۶۱۳ء	جمعہ ۱۸-۱-۶۱۴ء
۴۶	جمعہ ۱۱-۱۰-۶۱۴ء	ہفتہ ۹-۱۱-۶۱۴ء	پیر ۹-۱۲-۶۱۴ء	بدھ ۸-۱-۶۱۵ء
(۴۷)	منگل ۳۰-۹-۶۱۵ء	جمعرات ۳۰-۱۰-۶۱۵ء	جمعہ ۲۸-۱۱-۶۱۵ء	اتوار ۲۸-۱۱-۶۱۵ء
۴۸	اتوار ۱۹-۹-۶۱۶ء	پیر ۸-۱۰-۶۱۶ء	بدھ ۱۷-۱۱-۶۱۶ء	جمعرات ۱۶-۱۲-۶۱۶ء

۴۹	جمعرات ۸-۹-۶۱۷ء	ہفتہ ۸-۱۰-۶۱۷ء	اتوار ۶-۱۱-۶۱۷ء	منگل ۶-۱۲-۶۱۷ء
(۵۰)	پیر ۲۸-۸-۶۱۸ء	بدھ ۲۷-۹-۶۱۸ء	جمعرات ۲۶-۱۰-۶۱۸ء	ہفتہ ۱۵-۱۱-۶۱۸ء
۵۱	ہفتہ ۱۸-۸-۶۱۹ء	اتوار ۱۶-۹-۶۱۹ء	منگل ۱۶-۱۰-۶۱۹ء	بدھ ۱۴-۱۱-۶۱۹ء
۵۲	بدھ ۶-۸-۶۲۰ء	جمعہ ۵-۹-۶۲۰ء	ہفتہ ۴-۱۰-۶۲۰ء	پیر ۳-۱۱-۶۲۰ء
۵۳	ہفتہ ۲۷-۷-۶۲۱ء	منگل ۲۵-۸-۶۲۱ء	جمعرات ۲۴-۹-۶۲۱ء	جمعہ ۱۳-۱۰-۶۲۱ء
۱ہجری	جمعہ ۲۷-۷-۶۲۲ء	اتوار ۱۵-۸-۶۲۲	پیر ۱۲-۹-۶۲۲ء	منگل ۱۲-۱۰-۶۲۲ء
(۲)	منگل ۵-۷-۶۲۳ء	جمعرات ۴-۸-۶۲۳ء	جمعہ ۲-۹-۶۲۳ء	اتوار ۲-۱۰-۶۲۳ء
۳	اتوار ۶-۶-۶۲۴ء	پیر ۳-۷-۶۲۴ء	بدھ ۲۲-۸-۶۲۴ء	جمعرات ۲۰-۹-۶۲۴ء
۴	جمعرات ۱۳-۶-۶۲۵ء	ہفتہ ۱۳-۷-۶۲۵ء	اتوار ۱۱-۸-۶۲۵ء	منگل ۱۰-۹-۶۲۵ء
(۵)	پیر ۳-۶-۶۲۶ء	بدھ ۲-۷-۶۲۶	جمعرات ۲۱-۷-۶۲۶ء	ہفتہ ۳۰-۸-۶۲۶ء
۶	ہفتہ ۱۳-۵-۶۲۷ء	اتوار ۲۱-۶-۶۲۷ء	منگل ۲۱-۷-۶۲۷ء	بدھ ۱۹-۸-۶۲۷ء
۷	بدھ ۱۱-۵-۶۲۸ء	جمعہ ۱۰-۶-۶۲۸ء	ہفتہ ۹-۷-۶۲۸ء	پیر ۸-۸-۶۲۸ء
(۸)	اتوار ۳۰-۴-۶۲۹ء	منگل ۳۰-۵-۶۲۹ء	بدھ ۲۸-۶-۶۲۹ء	جمعہ ۲۸-۷-۶۲۹ء
۹	جمعہ ۲۰-۴-۶۳۱ء	ہفتہ ۱۹-۵-۶۳۰ء	پیر ۱۸-۶-۶۳۰ء	منگل ۱۷-۷-۶۳۰ء
۱۰	منگل ۹-۴-۶۳۱ء	جمعرات ۹-۵-۶۳۱	جمعہ ۷-۶-۶۳۱ء	اتوار ۷-۷-۶۳۱ء
۱۱	ہفتہ ۲۸-۳-۶۳۲ء	پیر ۲۷-۴-۶۳۲ء	بدھ ۲۷-۵-۶۳۲ء	جمعرات ۲۵-۶-۶۳۲ء

سنین اسلام	جمادی الاول	جمادی الآخر	رجب	شعبان
۴۱ میلاد نبوی	بدھ ۱-۴-۶۱۰ء	جمعہ ۱-۵-۶۱۰ء	ہفتہ ۳۰-۵-۶۱۰ء	پیر ۲۹-۶-۶۱۰ء
(۴۲)	پیر ۲۲-۳-۶۱۱ء	منگل ۲۰-۴-۶۱۱ء	جمعرات ۲-۵-۶۱۱ء	جمعہ ۱۸-۶-۶۱۱ء
۴۳	جمعہ ۱۰-۳-۶۱۲ء	اتوار ۱۹-۴-۶۱۲ء	پیر ۸-۵-۶۱۲ء	بدھ ۷-۶-۶۱۲ء
(۴۴)	منگل ۲۷-۲-۶۱۳ء	جمعرات ۲۹-۳-۶۱۳ء	جمعہ ۲۷-۴-۶۱۳ء	اتوار ۲۷-۵-۶۱۳ء
۴۵	اتوار ۱۷-۲-۶۱۴ء	پیر ۱۸-۲-۶۱۴ء	بدھ ۱۷-۴-۶۱۴ء	جمعرات ۱۶-۵-۶۱۴ء
۴۶	جمعرات ۶-۲-۶۱۵ء	ہفتہ ۸-۲-۶۱۵ء	اتوار ۶-۴-۶۱۵ء	منگل ۶-۵-۶۱۵ء
(۴۷)	پیر ۳۱-۱-۶۱۶ء	بدھ ۲۵-۲-۶۱۶ء	جمعہ ۳۱-۳-۶۱۶ء	ہفتہ ۲۴-۴-۶۱۶ء
۴۸	ہفتہ ۱۵-۱-۶۱۷ء	اتوار ۱۳-۲-۶۱۷ء	منگل ۱۵-۳-۶۱۷ء	بدھ ۱۳-۴-۶۱۷ء
۴۹	بدھ ۴-۱-۶۱۸ء	جمعہ ۳-۱-۶۱۸ء	ہفتہ ۴-۳-۶۱۸ء	پیر ۳-۴-۶۱۸ء
(۵۰)	پیر ۱۵-۱۲-۶۱۹ء	منگل ۲۳-۱-۶۱۹ء	جمعرات ۲۲-۲-۶۱۹ء	جمعہ ۲۲-۳-۶۱۹ء
۵۱	جمعہ ۱۴-۱۲-۶۲۰ء	ہفتہ ۱۲-۱-۶۲۰ء	پیر ۱۱-۲-۶۲۰ء	منگل ۱۱-۳-۶۲۰ء
۵۲	منگل ۲-۱۲-۶۲۱ء	جمعرات ۱-۱-۶۲۱ء	جمعہ ۳۰-۱-۶۲۱ء	اتوار ۱-۳-۶۲۱ء
۵۳	اتوار ۲۲-۱۱-۶۲۲ء	پیر ۱۱-۱۲-۶۲۲ء	بدھ ۲۰-۱-۶۲۲ء	جمعرات ۱۸-۲-۶۲۲ء
۱ ہجری	جمعرات ۱۱-۱۱-۶۲۳ء	ہفتہ ۱۱-۱۲-۶۲۳ء	اتوار ۹-۱-۶۲۳ء	منگل ۸-۲-۶۲۳ء
(۲)	پیر ۳۱-۱۰-۶۲۳ء	بدھ ۳۰-۱۱-۶۲۳ء	جمعرات ۲۹-۱۲-۶۲۳ء	ہفتہ ۲۸-۱-۶۲۴ء
۳	ہفتہ ۲۰-۱۰-۶۲۴ء	اتوار ۱۸-۱۱-۶۲۴ء	منگل ۱۸-۱۲-۶۲۴ء	بدھ ۱۶-۱-۶۲۵ء
۴	بدھ ۹-۱۰-۶۲۵ء	جمعہ ۸-۱۱-۶۲۵ء	ہفتہ ۷-۱۲-۶۲۵ء	بدھ ۶-۱-۶۲۶ء
۵	اتوار ۲۸-۹-۶۲۶ء	منگل ۲۸-۱۰-۶۲۶ء	جمعرات ۲۷-۱۱-۶۲۶ء	جمعہ ۲۶-۱۲-۶۲۶ء

۶	جمعہ ۱۸-۹-۶۲۷ء	ہفتہ ۱۷-۱۰-۶۲۷ء	پیر ۱۶-۱۱-۶۲۷ء	منگل ۱۵-۱۲-۶۲۷ء
۷	منگل ۶-۹-۶۲۸ء	جمعرات ۶-۱۰-۶۲۸ء	جمعہ ۴-۱۱-۶۲۸ء	اتوار ۴-۱۲-۶۲۸ء
(۸)	ہفتہ ۲۱-۸-۶۲۹ء	پیر ۲۵-۹-۶۲۹ء	بدھ ۲۵-۱۰-۶۲۹ء	جمعرات ۲۳-۱۱-۶۲۹ء
۹	جمعرات ۱۶-۸-۶۳۰ء	جمعہ ۱۴-۹-۶۳۰ء	اتوار ۱۴-۱۰-۶۳۰ء	پیر ۱۲-۱۱-۶۳۰ء
۱۰	پیر ۵-۸-۶۳۱ء	بدھ ۴-۹-۶۳۱ء	جمعرات ۳-۱۰-۶۳۱ء	ہفتہ ۲-۱۱-۶۳۱ء
(۱۱)	ہفتہ ۱۵-۷-۶۳۲ء	اتوار ۲۳-۸-۶۳۲ء	منگل ۲۲-۱۰-۶۳۲ء	بدھ ۱۱-۱۱-۶۳۲ء

سنین اسلام	رمضان	شوال	ذی قعدہ	ذی الحجہ
میلاد نبوی	منگل ۲۸-۷-۶۱۰ء	جمعرات ۲۷-۸-۶۱۰ء	جمعہ ۲۵-۹-۶۱۰ء	اتوار ۲۵-۱۰-۶۱۰ء
(۴۲)	اتوار ۱۸-۷-۶۱۱ء	پیر ۲۱-۸-۶۱۱ء	بدھ ۱۵-۹-۶۱۱ء	جمعرات ۱۴-۱۰-۶۱۱ء
(۴۳)	جمعرات ۶-۷-۶۱۲ء	ہفتہ ۵-۸-۶۱۲ء	پیر ۴-۹-۶۱۲ء	منگل ۳-۱۰-۶۱۲ء
(۴۴)	پیر ۲۵-۶-۶۱۳ء	بدھ ۲۵-۷-۶۱۳ء	جمعہ ۲۴-۸-۶۱۳ء	ہفتہ ۲۲-۹-۶۱۳ء
۴۵	ہفتہ ۱۵-۶-۶۱۴ء	اتوار ۲۱-۷-۶۱۴ء	منگل ۱۳-۸-۶۱۴ء	بدھ ۱۱-۹-۶۱۴ء
۴۶	بدھ ۴-۶-۶۱۵ء	جمعہ ۱۲-۷-۶۱۵ء	ہفتہ ۲-۸-۶۱۵ء	پیر ۱-۹-۶۱۵ء
(۴۷)	پیر ۲۴-۵-۶۱۶ء	منگل ۲۲-۶-۶۱۶ء	جمعرات ۲۲-۷-۶۱۶ء	جمعہ ۲-۸-۶۱۶ء
۴۸	جمعہ ۱۳-۵-۶۱۷ء	ہفتہ ۱۱-۶-۶۱۷ء	پیر ۱۱-۷-۶۱۷ء	بدھ ۱۰-۸-۶۱۷ء
۴۹	منگل ۲-۵-۶۱۸ء	جمعرات ۱-۶-۶۱۸ء	جمعہ ۳-۶-۶۱۸ء	اتوار ۳۰-۷-۶۱۸ء
۵۰	اتوار ۲۲-۴-۶۱۹ء	پیر ۲۱-۵-۶۱۹ء	بدھ ۲۰-۶-۶۱۹ء	جمعرات ۱۹-۷-۶۱۹ء
۵۱	جمعرات ۱۰-۴-۶۲۰ء	ہفتہ ۱۰-۵-۶۲۰ء	اتوار ۶-۶-۶۲۰ء	منگل ۸-۷-۶۲۰ء

۵۲	پیر ۳-۳-۶۲۱ء	بدھ ۱۹-۴-۶۲۱ء	جمعرات ۲۸-۵-۶۲۱ء	ہفتہ ۲۷-۶-۶۲۱ء
۵۳	ہفتہ ۲۰-۳-۶۲۲ء	اتوار ۱۸-۴-۶۲۲ء	منگل ۱۸-۵-۶۲۲ء	بدھ ۱۶-۶-۶۲۲ء
۱ہجری	بدھ ۹-۳-۶۲۳ء	جمعہ ۸-۴-۶۲۳ء	ہفتہ ۷-۵-۶۲۳ء	پیر ۶-۶-۶۲۳ء
(۲)	اتوار ۲۶-۲-۶۲۴ء	منگل ۲۷-۳-۶۲۴ء	جمعرات ۲۶-۴-۶۲۴ء	جمعہ ۲۵-۵-۶۲۴ء
۳	جمعہ ۱۵-۲-۶۲۵ء	ہفتہ ۱۶-۳-۶۲۵ء	پیر ۱۵-۴-۶۲۵ء	منگل ۱۴-۵-۶۲۵ء
۴	منگل ۴-۲-۶۲۶ء	جمعرات ۶-۳-۶۲۶ء	جمعہ ۴-۴-۶۲۶ء	اتوار ۴-۵-۶۲۶ء
(۵)	اتوار ۲۵-۱-۶۲۷ء	پیر ۲۳-۲-۶۲۷ء	بدھ ۵-۳-۶۲۷ء	جمعرات ۲۳-۴-۶۲۷ء
۶	جمعرات ۲۵-۱-۶۲۷ء	جمعہ ۱۲-۲-۶۲۸ء	اتوار ۱۳-۳-۶۲۸ء	منگل ۱۲-۴-۶۲۸ء
۷	پیر ۱۴-۱-۶۲۹ء	بدھ ۱-۲-۶۲۹ء	جمعرات ۲-۳-۶۲۹ء	ہفتہ ۱-۴-۶۲۹ء
(۸)	ہفتہ ۱۳-۱۲-۶۲۹ء	اتوار ۲۱-۱-۶۳۰ء	منگل ۲-۲-۶۳۰ء	بدھ ۲۱-۳-۶۳۰ء
۹	بدھ ۱۲-۱۲-۶۳۰ء	جمعرات ۱۰-۱-۶۳۱ء	ہفتہ ۹-۲-۶۳۱ء	پیر ۱۱-۳-۶۳۱ء
۱۰	اتوار ۱-۱۲-۶۳۱ء	منگل ۳۱-۱۲-۶۳۱ء	بدھ ۱۹-۱-۶۳۱ء	جمعرات ۲۷-۳-۶۳۲ء
(۱۱)	جمعہ ۲-۱۱-۶۳۲ء	ہفتہ ۱۹-۱۲-۶۳۲ء	پیر ۱۸-۱-۶۳۳ء	منگل ۱۶-۲-۶۳۳ء

شمارہ	واقعہ	یوم	سنہ قمری اسلامی					سنہ شمسی عیسوی			سنہ قمری عیسوی[1]
			تاریخ	ماہ	سنہ ولادت	سنہ نبوت	سنہ ہجرت	تاریخ	ماہ	سال	
1	ولادت باسعادت	یک شنبہ/دوشنبہ	یکم۸	محرم	۱			۲	فروری	۵۷۱	۵۸۸
				ربیع الاول	۱			۱۵	اپریل	۵۷۱	۵۸۸
2	بعثت نبوت	دوشنبہ	۹	ربیع الاول	۴۱			۹/۱۲	۲	۶۱۰	۶۲۸
3	نماز فجر وعصر کی فرضیت	دوشنبہ	۹	ربیع الاول	۴۱	۱		*	۲	۶۱۰	۶۲۸
4	آغاز نزول قرآن	شب جمعہ	۱۷	رمضان	۴۱	۱		۱۴/۱۷	۸	۶۱۰	۶۲۸

[1] اگست سنہ ۱ء یوم چہار شنبہ [بدھ] کو محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ ہم نے سنہ عیسوی قمری کا آغاز اسی تاریخ سے کیا ہے۔ ہم نے عیسوی قمری سنہ اس لیے وضع کیا تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ ایک مدت معینی میں شمسی اور قمری برسوں میں کس قدر تفاوت ہو جاتا ہے۔ [مؤلف]

5	ہجرت صحابہ بملک حبش	*	*	رجب	۲۵	۵		*	۴	۶۱۴	۶۳۲
6	نبی ﷺ کا محصور ہونا	سہ شنبہ	یکم	محرم	۴۷	۷		۳۰/۳	۹/۱۰	۶۱۵	۶۳۴
7	سفر طائف	*	*	جمادی الثانی	۵۰	۱۰		*	۲	۶۱۹	۶۳۷
8	معراج وفرضیت نماز خمسہ	دوشنبہ	۲۷شب	رجب	۵۰	۱۰		شب ۱۹/۲۰	مارچ	۶۱۹	۶۳۷
9	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	*	*	ذی الحجہ	۵۰	۱۰		*	۷	۶۱۹	۶۳۷
10	بیعت عقبہ اولیٰ	*	*	ذی الحجہ	۵۲	۱۲		*	۷	۶۲۱	۶۳۹
11	بیعت عقبہ ثانیہ	*	*	ذی الحجہ	۵۴/۵۳	۱۴/۱۳		۶	جون	۶۲۲	۶۴۰
12	ہجرت ازمکہ وداخلہ غار	شب جمعہ	۲۷	صفر	۵۴	۱۴	۱	۹[1]	ستمبر	۶۲۲	۶۴۱
13	داخلہ قبا[اسلام کا پہلا خطبہ]	دوشنبہ	۸	ربیع الاول	۵۴	۱۴	۱	۲۰/۲۳	ستمبر	۶۲۲	۶۴۱

[1] ۱۰ ستمبر یا دوسری روایت کے مطابق ۱۳ ستمبر کی رات۔[مؤلف بتغیر الفاظ]

		جمعہ	۱۲	ربیع الاول	۵۴	۱۴	۱	۲۴/۲۷	ستمبر	۶۲۲	۶۴۱
14	داخلہ مدینہ طیبہ	دوشنبہ	۲۲	ربیع الاول	۵۴	۱۴	۱	۱۰[1]	اکتوبر	۶۲۲	۶۴۱[2]
15	بنیاد مسجد نبوی	*	*	ربیع الاول	۵۴	۱۴	۱	*	اکتوبر	۶۲۲	۶۴۱
16	ظہر و عصر و عشاء کی نمازوں میں اضافہ	*	*	ربیع الثانی	۵۴	۱۴	۱	*	اکتوبر	۶۲۲	۶۴۱
17	تحویل قبلہ	شنبہ	۱۵	شعبان	۵۵	۱۵	۲	۱۱/۱۴	اکتوبر	۶۲۴	۶۴۲
18	رمضان کا پہلا فرض روزہ	یک شنبہ	یکم	رمضان	۵۵	۱۵	۲	۲۶/۲۹	فروری	۶۲۴	۶۴۲

[1] [پیش نظر نسخے میں تاریخ کے خانے میں ۷/۴ درج ہے، اور اگلے خانے میں ۱۰ اکتوبر لکھا ہے۔ تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی میں ۱۲ اکتوبر ہے۔ اس لیے ۱۰ ہی کو مؤلف کی تحقیق قرار دے کر درج کر دیا گیا۔ (مدوّن)]

[2] - یہ تاریخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ہے۔ دیگر علمائے سیرت نے داخلہ مدینہ کی تاریخ جمعہ ۱۲ ربیع الاول اختیار کی ہے۔ [مؤلف]

19	فرضیت زکوٰۃ	*	*	*	۵۵	۱۵	۲	*	*	۶۲۴	۶۴۲
20	فرضیت جہاد	*	*	*	۵۵	۱۵	۲	*	*	۶۲۴	۶۴۲
21	جنگ بدر کا دن	سہ شنبہ	۱۷	رمضان	۵۵	۱۵	۲	۱۳/۱۶	مارچ	۶۲۴	۶۴۲
22	تحریم خمر	*	*	*	۵۶	۱۶	۳	*	*	۶۲۵	۶۴۳
23	حکم حجاب نساء	جمعہ	یکم	ذی قعد	۵۷	۱۷	۴	۴/۷	اپریل	۶۲۶	۶۴۴
24	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	چار شنبہ	یکم	محرم	۶۰	۲۰	۷	۱۱/۱۴	مئی	۶۲۸	۶۴۷
25	فتح مبین مکہ	پنج شنبہ	۲۰	رمضان	۶۱	۲۱	۸	یکم[1]	جنوری	۶۳۰	۶۴۸
26	فرضیت حج	*	*	*	۶۲	۲۲	۹	*	*	۶۳۱	۶۴۹

[1] [پیش نظر نسخے میں یہاں تاریخ کے خانے میں ۱۱/۱۴ درج ہے۔ مگر تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی میں فتح مکہ کی تاریخ ۲۳ر دسمبر درج ہے۔ اس لیے یہاں یکم جنوری کو مؤلف کی تحقیق قرار دے کر درج کر دیا گیا ہے۔ (مدوّن)]

27	پہلا حج زیر امارت صدیق اکبرؓ	دوشنبہ/سہ شنبہ	۹	ذی الحجہ	۶۲	۲۲	۹	۱۸/۲۱	مارچ	۶۳۱	۶۴۹
28	حجۃ الوداع نبی ﷺ	جمعہ	۹	ذی الحجہ	۶۳	۲۳	۱۰	۶/۹	مارچ	۶۳۲	۶۵۰
29	ابتدائے مرض نبوی ﷺ	دوشنبہ	۲۹	صفر	۶۴	۲۴	۱۱	۲۵/۲۸	مئی	۶۳۲	۶۵۱
30	وفات پر آیات	چاشت دوشنبہ	۱۳	ربیع الاول	۶۴	۲۴	۱۱	۸/۱۱	جون	۶۳۱	۶۵۱
31	تدفین پیکر اطہر ﷺ	شب چار شنبہ ۳۲ گھنٹے بعد از وفات	۱۴	ربیع الاول	۶۴	۲۴	۱۱	۹/۱۲	جون	۶۳۱	۶۵۱

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ ابراھیم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مجیدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ ابراھیم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مجیدٌ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قصیدہ

در حمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہٗ

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکرِ نعم

زیادہ حدّوعدد سے ہیں جس کے فضل وکرم

وہی ملک ہے، وہی مستعاں، وہی معبود وہی الٰہ، وہی ہادیِ رہِ اَقوم!

وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابل توب وہی ہے نائرِ ارض وسما ونور وظلَم

وہی ہے رافع عزّ وعُلا ومجد وعطا وہی ہے دافع درد وبلا ورنج وسُقَم

جلال اُس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط نوال اُس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم

کمالِ عقل ہے عرفانِ کنہ میں قاصر زبان نطق بیانِ ثنا میں ہے ابکم

نمونہ قدرتِ باری کا ہے کہ صفحۂ چرخ ہجومِ نجم سے ہوتا ہے اطلسِ مُعْلَم

ہے شان صنعتِ صانع کہ ارض کا یہ کرہ وفورِ سبزہ سے بنتا ہے صفحۂ مُلْحَم

اُسی کے حکم سے قائم جبال شامخہ ہیں اُسی کے امر سے سائر ہے نیرِ اعظم

اُسی کے فیض سے باغِ حدوث ہے شاداب اُسی کے نام سے قلبِ سلیم ہے خرّم

اُسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکّۂ سیم اُسی کے جُود سے ماہی کو کیسۂ دَرہم

اُسی نے فرش زمیں کو بچھا دیا ہموار اُسی نے سِلک ثریّا کو کر دیا درہم

اُسی کے قصد میں پوِیندہ ہیں الوف مِلل اُسی کی حمد میں گویندہ ہیں صنوفِ اُمم

اُسی کے خوض میں ہے تہ نشینِ دریا دُر اُسی کے شوق میں ہے آسماں گرا شبنم

اُسی کا نور ہے چشمِ جہاں کی بینائی اُسی کا حکم بقا و فنا کا مستلزم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے ہبُوبِ ریاح جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و در ہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے تلمّع برق چمک میں جس کی ہے بیم و رجا کی شان بہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے نزولِ میاہ کہ مرگ و زیست کی ملتی نظیر ہے پیہم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ مردہ زمین حیاتِ تازہ سے بارِدِ گر ہوئی منضم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ خاکِ سیاہ ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ لیل و نہار ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق رامش و رَم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ بینِ بہار بنا دیے ہیں جزیرے مثال باغِ ارم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ مثالِ سقف بغیر از عمد رہا ہے تھم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ انسان کی لِسان و لون میں نوعیں جدا جدا ہیں علم

اُسی کی آیتِ قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے یہ موسموں کا تغیر یہ انقلابِ اُمم

اُسی کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر فضا میں جسم کو اپنے بلا تردّد و غم

اُسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ ابحار کہ موج موج کا اندر ہے اپنی حد کے قدم

اُسی کے نورِ تجلی سے طور ہے روشن اُسی کی ذرّہ نوازی سے نحل ہے مُلہَم

اُسی کی ذاتِ مقدس حقیق سجدہ ہے اُسی کے اسمِ معظم کے واسطے ہے قسم

اُسی جناب میں ہوتی ہے عرض ربّ اغفر اُسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم

اُسی کی غایتِ حمد و ثنا ہے لا اُحصِی اُسی کے اول ادراک پر ہے لا اَعلم

وہی ہے، ایک وحید اور لا شریک لہٗ کہ ملک و حمد اُسی کو ہے اور کبر و قدم

غنی و مقتدر و باسط و ودود و جلیل کبیر و قادر و برّ و رؤف و حیّ و حکم

سلام و مومن و قدوس و والی و باری غفور و باقی و ستّار اور حکیم حِکَم

احد ہے اور صمد لم یلد و لم یُولد مثال و کفو سے ہے پاک تر بحدِّ اتم

ہے شرک جو اُسے کہتا ہے صرف ربّ النوع وہ ہے مصورِ اشیا و خالق عالم

شریک خلق میں اُس کے نہ مادہ ہے نہ روح مشیر امر میں اُس کے وزیر ہیں نہ خدم

اُسی کے خلق ہیں اور اُس کو پا نہیں سکتے حواس سمع و بصر، عقل، درک لمس اور شم

وگر ہے صدقِ ارادت! تو برگ برگ گیاہ ہے بامِ معرفتِ لایزال کا سُلم

مرے کریم مرے ذوالجلال والاکرام عمیم ہیں ترے احساں کثیر تیری نعم

ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود وعدم

نہیں وجود عوالم سے تیری قدرت بیش نہ انعدام خلائق سے تیری صنعت کم

ہو تیری عفو ورحیمی کا جس جگہ اظہار ہے مستحقِ کرامت گناہ اور ظلم

مقرّبین ہیں بین رجاوخوف ترے کہ ہے حجابِ عدالت میں رحمت اور کرم

فرشتگانِ مکرم کہ انبیائے کرام عبودیت پہ تری شاد ہیں بفخرِ اتم

تری جناب میں سب کی ہے التماسِ دُعا تری حضور میں سب کا سرِ ارادت خم

نہ مال میرے مآلِ طلب نہ حشمت وجاہ کہ سب ہیں مشتمل اس فیض میں بنی آدم

یہ التجا ہے، یہی آرزو، یہی خواہش مدام دل کی تمنا یہی بدیدۂ نم

رہوں سدا متمسک نبی کی سنّت سے قدم ہوں میرے صراطِ ہدیٰ پہ مستحکم

رگوں میں جوش، لہو میں محبتِ اسلام بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم

ترے حبیب نے جو اُمّیوں کو دی تعلیم وہی ہو میرا عقیدہ نہ اُس سے بیش نہ کم

رسول سیّد ابرار بندۂ رحمن نبی جہاں کے لیے رحمت اور مطلعِ اُمم

سراج و شاہد و داعی مُبشّر و منذر ملاذِ کعبہ و حامیٔ قدس و شاہِ حرم

ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم

عوام کا اب وجد سے ہے مایۂ نازش ہیں اس کی ذات پہ نازاں خلیلؑ اور آدمؑ

درود اُس پہ اور اصحاب و آل پر اُس کے کہ پُر ہے اُن کے فضائل سے مصحفِ محکم

تو قبر کی متوحش جگہ میں ہو مونس تو ہولناک قیامت میں بن مرا ہمدم

الٰہی رحم مرے والدین پر فرما اِسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

نفس ہے سینے میں سلمان کے رواں جب تک نبی کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم